

مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم
غیب تو زید و عمرو و بلکہ ہر مہر و مجنون بلکہ جمیع حیوانات
و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ عقلی قولا۔ اور اگر تمام علوم
غیب مراد ہیں، اس طرح کہ اس کی ایک ذرہ بھی خارج
نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو، یہ شخص کیسی
برابری کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور
چنین و چنان میں۔

عنه انه ماذا اراد بهذا البعض الغيوب
ام كلها فان اراد البعض قاي خصوصية
فيه لحضرة الرسالة فان مثل هذا العلم
بالغيب حاصل لزید و عمرو بل لكل
صبي و مجنون بل لجميع الحيوانات و
البهائم وان اراد الكل بحيث لا يشذ
منه فرد فبطلانه ثابت نقلا و عقلا
اه۔

اقول فاذا نظر الى آثار ختم الله تعالى
كيف يسوي بين رسول الله تعالى عليه
وسلم وبين كذا وكذا۔

اس جگہ خان صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے، ان کا جواب تو
ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ اس کا ترکی بہ ترکی کلمہ بکلمہ جواب دہی بازاری دے سکتا ہے جو گالیوں کے فن میں بھی مجتہدانہ
شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے بالکل عاری اور عاجز ہیں۔ ادھر قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

لے رسول! آپ میرے (ایمان والے) بندوں سے کیئے
کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو، یہ تحقیق شیطان بھوٹ
ڈلاتا ہے ان کے درمیان، بے شک شیطان انسان کا
کھلا دشمن ہے۔

قُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ
أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ إِشْرَافَ
الشَّيْطَانِ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا
مُبِينًا۔ (بنی اسرائیل، ۱، ۵۳)

دوسری جگہ خود حضورؐ کو ارشاد ہے۔

لے یہاں ”حفظ الایمان“ میں ”صلی اللہ علیہ وسلم“ چھپا ہوا ہے خان صاحب نے اس کو اڑا دیا۔

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ الشَّيْئَةِ آپ بری کا جواب نیکی سے دیجئے۔ (المؤمنون ۲۳-۲۶)

پس حسب فرمودہ قرآن ہم خان صاحب کی ان گالیوں کے جواب میں صرف حق اٹھانے سے یہ عرض کریں گے کہ خدا دندا! خان صاحب تو اس دنیا سے جا چکے، اب ان کے اخلاف کو ایسی بری عادتوں سے بچا جو دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں حرمان و خسران کا باعث ہوں۔

اس کے بعد ہم اصل بحث کی طرف توجہ ہوتے ہیں۔ "واللہ المادی" الی سبیل الرشاد معلوم ہوتا ہے کہ۔ حسام الحرمین۔ لکھتے دقت خان صاحب نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانتداری سے کام نہ لوں گا۔ غور تو کیجئے، کہاں حفظ الایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب، اور کجا خان صاحب کا تصنیف کردہ یہ لغتی مضمون۔ کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ایسا تو ہرچے اللہ ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔ (معاذ اللہ)۔ کاش خان صاحب اپنا فیصلہ کفرستان سے پہلے "حفظ الایمان" کی پوری عبارت بغیر قطع و برید کے نقل کر دیتے تو ناظرین کو خود ہی حقیقت معلوم ہو جاتی اور ہم کو جواب دہی کے لئے قلم اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ "حفظ الایمان" حضرت حکیم الامت (دامت برکاتہم) کا ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ جس میں تین بحثیں ہیں۔ اور تیسری بحث یہ ہے کہ۔

"حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کتنا درست ہے یا نہیں؟"

واقع رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں ہے کہ "حضور اقدس کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا تھا؟ بلکہ وہاں مولانا مدظلہ صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور کو "عالم الغیب" کہہ نہیں سکتے۔ اور ان دونوں باتوں سے میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کی ہر چیز صغیر ہو یا کبیر، عظیم ہو یا حقیر سب اسی کی مخلوق ہے۔ لیکن با این ہمہ فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو "خالق القریدۃ والخنزیر" کہنا ناجائز ہے۔ علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے زرع (کھیتی) کی نسبت

اپنی طرف فرمائی ہے۔ لیکن اس کی ذات پاک پر نہدع کا اطلاق درست نہیں، اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو ہوا عطایا اور وظائف دئے جاتے ہیں، اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی عالم کتابوں میں یہ محاورہ لکھا ہوا ہے کہ ”رزق الامیر الجند“، لیکن بایں ہمہ بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا درست نہیں، اور حضور کے خصائل مبارکہ کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ۔

”آپ خود ہی اپنی فعل مبارک کو ٹانگ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے“

لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ص کو ”خاصف النعل“ (حجفت دوز) اور ”حالب الشاة“ (بکری دوہنے والا) نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے ہمارے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ حضور کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز، عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت مولانا کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق ناجائز ہے، اور حضور کو جس طرح ”خاتم النبیین“ ”سید المرسلین“ ”رحمۃ للعالمین“ وغیرہ القابات سے یاد کر سکتے ہیں، اس طرح لفظ ”عالم الغیب“ سے حضور کو یاد نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس دعا کی دو دلیل مولانا نے پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں ”عالم الغیب“ اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے) لہذا اگر کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس حق جل مجدہ کے سوا کسی اور کو ”عالم الغیب“ کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نا درست ہوگا کہ اس سے

ایک مشترک خیال کا شبہ ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے جن سے اس قسم کی غلط فہمیوں کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضور کو لفظ ”راعنا“ سے خطاب کرنے کا ممانعت اور حدیث شریف میں اپنے غلاموں اور باندیوں کو ”عبدی دانتی“ کہنے سے منع فرمایا ہے کہ یہ کلمات ایک ماضی معنی کی طرف موہم ہو جاتے ہیں اگرچہ خود مکمل کا قصد ایسا نہ ہو۔ یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی پہلی دلیل کا خلاصہ۔

مگر چونکہ خان صاحب کو مولانا کی اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ تقریباً یہی مضمون خود خان صاحب نے بھی اپنی کتاب ”الدولة المکیة“ میں ایک جگہ پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اس لئے اس کی تصویب و تائید میں ہم کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ادب مولانا کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی میں وہ عبارت واقع ہے جس کے متعلق خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ۔

”اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے

اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے“

لیکن ہم ”حفظ الایمان“ کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت فہم کے لئے یہ بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے۔ اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ کو ”عالم الغیب“ کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور کو بعض غیب کا علم ہے۔ یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے۔ یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت کو کل غیب کا علم نہ ہونا، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے (اور خود مولوی احمد رضا خان صاحب بھی یہی کہتے ہیں)۔ اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو ”عالم الغیب“ کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے۔ کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ پس اس شق کی بنا پر جو نہ سب کو سب کو عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً، نقلاً، عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہذا مقدم (یعنی زید کا حضور کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہوگا۔

یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ۔ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے

ہیں۔ حضرت مولانا مدظلہ پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد اہم کام فرماتے ہیں

”حفظ الایمان کی عبارت اور اسکی توضیح“
 آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا
 (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب

کہنا اور آپ کی ذات قدسی پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب

(اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ ”عالم الغیب“ میں واقع

ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”عالم الغیب“ کہتے ہیں) بعض غیب سے یا

کل غیب (ہیں) حضرت مولانا اس شخص سے جو حضرت کو عالم الغیب کہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتا ہے

جس کا فرضی نام زید ہے، یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار

سے؟ آیا اس وجہ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے؟

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے ”عالم الغیب“ کہتے ہو، اور

تمہارا یہی اصول ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں بھی معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو

اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور کی کب

تخصیص ہے؟ ایسا (بعض) علم غیب (کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی تم ضرورت سمجھتے

ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے

لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے

تو چاہئے کہ تمہارے اس اصول کی بنا پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا

سکتا ہے، سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

”حفظ الایمان کی عبارت میں خالص صاحب بیوی کی تحریفات کی تفصیل“

یہ تھی حضرت کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خان صاحب

نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سن کر پناہ مانگے۔ اس سلسلہ میں خان صاحب

نے جو تحریفات کیں ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۴۰۶

۱ : حفظ الایمان کی عبارت میں ”ایسا“ کا لفظ آیا تھا اور اس کے مطلق بعض غیب کا علم مراد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اقدس، مگر خان صاحب نے اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مار لے لیا اور لکھ مارا کہ

”اس میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر باغلی بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔“ (حسام ص ۲۰)

۲ : حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی کہ

”ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر جہی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے

کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔“

خان صاحب نے اس کا آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اڑا دیا، کیونکہ اس سے صراحتہ معلوم ہو جاتا ہے کہ زید و عمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے، نہ کہ محاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف۔

۳ : حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا۔

”تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

خان صاحب نے اس کو بھی صاف اڑا دیا۔ کیوں کہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ معنی حفظ الایمان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی مستدار میں کلام نہیں فرما رہے، بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے، اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد خان صاحب کی ساری کارروائی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہر حال خان صاحب نے صاحب حفظ الایمان کو کافر بنانے کے لئے یہ خیانتیں کیں۔ اور جن فقروں سے عبارت حفظ الایمان کا صحیح مطلب باسانی معلوم ہو سکتا تھا وہ درمیان سے بالکل حذف کر دیئے۔ اور عبارت کا صرف ابتدائی اور آخری حصہ نقل فرما دیا۔ اور ایک بڑی چالاک یہ کہ عبارت حفظ الایمان کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء عربین کے سامنے پیش کیا اس میں اس قسم کا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا، جس سے وہ حضرات سمجھ سکتے کہ اس عبارت کے درمیان میں سے

کچھ فقرے حذف کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ناظرین "حسام الحرمین" کی اس عربی عبارت میں خان صاحب کی یہ دستکاری ملاحظہ فرما سکتے ہیں، جو ہم نے شروع بحث میں حسام الحرمین سے بلفظ نقل کی ہے۔

عبارت حفظ الایمان کی مزید توضیح

اگرچہ خان صاحب کی دیانت اور ان کے نسخے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر بیان سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ مگر ہم بحث کی مزید توضیح اور تفہیم کے لئے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مدظلہ کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر تھا کہ۔

محض وہ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کل غیب کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب کہا جائے۔ دوسری یہ کہ بعض غیب کی وجہ سے۔ پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور دوسری اس لئے باطل ہے کہ بعض غیب کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے اجزاء کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں۔

۱ : جب تک مبادی کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو، اس پر شق کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً کسی کو عالم غیب ہی کہا جاسکتا ہے جب کہ اس کے ذات میں علم کی صفت پائی جاتی ہو۔ اور زاہد اسی کو کہا جائے گا جس کے ساتھ نہم کی صفت قائم ہو۔ اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو، الی غیر ذلک من الامثلہ۔

۲ : علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔

۳ : آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم حاصل نہ تھا

۴ : مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر نسب یا علیم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

۵ : ہر زید و عمرو کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

۶ : لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے۔ یعنی جس بات کے ماننے سے کوئی امر باطل لازم آجائے

وہ خود باطل ہے۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے سر درست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدموں کو خان صاحب کی تصریحات سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھپہ بھاری ہے گواہی تیری

محفوظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خان صاحب کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا“

اس کا ثبوت فاضل بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

فاضل موصوف ”الدولۃ المکیۃ“ صفحہ ۲۵ پر رقمطراز ہیں۔

فانا لا ندعی انہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا یہ دعوے نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ

قد احاط بجميع معلومات اللہ سبحانہ وسلم کا علم شریف تمام معلومات الہیہ کو محیط ہے کیوں کہ
وقعالی فانه محال للمخلوق۔ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے۔

اور اسی ”الدولۃ المکیۃ“ میں ہے۔

ولا نثبت بعطاء اللہ تعالیٰ اور ہم عطاۃ الہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں
ایضا الا البعض۔ نہ کہ جمیع۔

(الدولۃ المکیۃ ص ۲۸ : خالص الاعتقاد ص ۲۳)

اور یہی خان صاحب تمہید ایمان صفحہ ۳۴ پر فرماتے ہیں۔

”محذور کا علم بھی جمیع معلومات الہیہ کو محیط نہیں“

نیز اسی تمہید کے صفحہ ۲۴ پر ہے۔

”اور جمیع معلومات النہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔“

خان صاحب کی ان تمام عبارات کا مفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جمیع غیوب کا علم حاصل نہ تھا، بلکہ تمام غیوب کے علم تفصیلی کا حصول آپ کے لئے بلکہ ہر مخلوق کے لئے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔ اور یہی بعینہ حضرت مولانا تھانوی کی دلیل کا تیسرا مقدمہ تھا جو کجاہد خان صاحب ہی کی تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ فَلَہُ اَکْہَم۔

حضرت مولانا کی دلیل کا سچو تھا قابل غور مقدمہ یہ تھا۔

”مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انس یا علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔“

اس کا ثبوت بھی خان صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

فاضل موصوف ”الدولۃ المکیۃ“ صفحہ ۱۳ پر ارقام فرماتے ہیں۔

اَنَا اَمِنَّا بِالْقِيَامَةِ وَبِالْجَنَّةِ وَ

بِالنَّارِ وَبِاللّٰهِ تَعَالٰی وَبِالْاَمَّهَاتِ السَّبعِ

من صفاتہ عزوجل وکل ذالک غیب و

قد علمنا کلا بحیالہ ممتازا عن غیرہ

فوجب حصول مطلق العلم التفصیلی

بالغیوب لكل مومن۔

بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت اور

دوزخ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتوں صفات اعلیٰ

پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل

ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے

سے ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول

ہر مومن کے لئے واجب ہوا۔

نیز یہی خان صاحب ”خالص الاعتقاد“ صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ (.....) مسلمانوں کو فرماتا ہے ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ غیب پر ایمان لاتے

ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیوں کر ممکن؟

لاجرم تفسیر کبیر میں ہے " لا یمتنع ان نقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل "۔

یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لئے دلیل ہے "۔

خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے۔

موصوف اپنے والد ماجد کی ایک پیشین گوئی

خان صاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا

کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

" یہ چودہ برس کی پیشین گوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان غلام کے کشف بردار ہیں، علوم غیب دیتا ہے "۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت)

خان صاحب نے اس کے ثبوت میں کشف

فی نفسہ کوئی کمال کی چیز نہیں بلکہ وہ غیر معلوم

خان صاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیب کا علم

صحیح کہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے، اپنے کسی بزرگ سے (جس کے ولی اللہ ہونے کی تصریح بھی آپ نے فرمائی ہے)

ایک صاحب کشف گدھے کی عجیب و غریب حکایت نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان بزرگ صاحب نے فرمایا۔

" ہم مہر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے، اس کے پاس ایک

گدھا ہے، اس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ

دی جاتی ہے۔ بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی

ہے، سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے "۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۱)

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں۔

" بس یہ سمجھئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے (یعنی کشف) انسان کے لئے کمال نہیں ہو

(حصہ چہارم ص ۱۱)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک اس گدھے کو بھی بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا

وہذا ہوا المقصود۔

ہم ابھی ابھی "الدولۃ المکیۃ" سے
خان صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے

جس میں تصریح ہے کہ "حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ سب امور غیب میں
سے ہیں (اور یہ بالکل صحیح ہے)۔"

علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بذات خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بے شک امر غیب ہے
کیونکہ وہ کئی محسوس و مبصر چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے جو ہمارے ظاہری احساس کی
دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ کے وجود
اس کی وحدت یا اس کے رسول کی رسالت کا علم حاصل ہو تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خان صاحب کو تسلیم ہے
کہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ درختوں کے پتے اور رنگ تانوں کے ذرے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف
ہیں وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔

چنانچہ خان صاحب کے ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۷۷ پر ہے۔

"ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ"

نیز اسی کے صفحہ ۷۸ پر ہے۔

"ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جہاد سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا

کچھ اور، اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ، حدیث میں ہے۔

ما من شیء الا و یعلم الخ رسول کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی

اللہ الا مردۃ الجن و الا انس۔ ہو، سوا کرشن جن اور انسانوں کے"

خان صاحب کے ان ارشادات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱ ہر مومن کو غیب کی کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔

۲ غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔

۳ گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

۴ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔

اور یہی حضرت مولانا مٹھانوی مدظلہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔

الحاصل مولانا کی دلیل جن چھ مقدمات پر مبنی تھی، ان میں سے چار تو مسلمات عقلیہ اور بالکل برہمی تھے اور دو محتاج

ثبوت تھے۔ سو ان کو ہم نے مجدد اللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر دیا اور ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ حضرت

مولانا کی وہ دلیل جن پر خان صاحب نے کفر کا حکم لگایا تھا کجیج اجزاء خان صاحب کو مسلم ہے اور اگر وہی صاحب کفر

سکتی ہے تو پھر خان صاحب بھی اس کفر میں برابر کے حصہ دار ہیں۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تاسم ہماں گویم

اگرچہ اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق کچھ اور عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی لیکن مزید توضیح کے

آخر میں ہم عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی نوٹ پیش کرتے ہیں۔

فرض کیجئے کہ خان صاحب مولوی احمد رضا

عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی نوٹ

صاحب کے کوئی مرید یا جانشین حضور کو عالم الغیب

کہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس پر میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب

کہتے ہیں تو آیا کل غیب کی وجہ سے یا بعض غیب کی وجہ سے؟ اگر کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں تو وہ تو بقول مولوی احمد رضا

خان صاحب کے عقلاً، نقلاً باطل بلکہ محال ہے۔

اور اگر آپ بعض غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں اور آپ کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی

باتیں معلوم ہوں گی تو آپ اس کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضور کی اس میں کوئی تخصیص نہیں رہی۔ کیونکہ غیب کی بعض

باتوں کا علم تو تمام مؤمنین بلکہ تمام انسانوں اور بلکہ تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے تو آپ کے اس

اصول پر لازم آئے گا کہ آپ دنیا کی ہر چیز کو عالم الغیب کہیں۔ اگر آپ فرمائیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے

تو پھر بتلایا جائے کہ اس صورت میں عالم الغیب کہنے میں حضور کی کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک سب کو عالم الغیب

کہا جاسکتا ہے۔

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ کیا دنیا کا کوئی باہوش انسان میرے اس کلام سے یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ معاذ اللہ

میں نے دنیا کی ہر چیز کو علم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کر دیا۔

اسی کی ایک دوسری اس سے بھی زیادہ عام فہم مثال ملاحظہ ہو۔

رض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں محتاجوں

ایسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اب کوئی احمدی مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اسی پر ایک دوسرا

شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رازق

دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شقی تو بدابہت باطل ہے۔ اب یہی دوسری صورت

یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جائے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ تو اس میں اس کی کوئی

تخصیص نہیں، کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان

چھوٹی چھوٹی چیزیں اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہیں۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ سب کو رازق کہا جائے۔ الخ

غور فرمایا جائے کہ کیا عمرو کے اس کلام کا مطلب یہی ہے کہ اس نے اس مخیر اور فیاض بادشاہ اور ہر غریب انسان

اور ہر معمولی مزدور کو بالکل برابر کر دیا، یا اس نے ہر انسان اور معمولی مزدور کو اس بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا

سمجھنا سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ پس حفظ الایمان میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں۔

اس کے بعد ہم اہلسنت کے مسلم امام علامہ سید شریف رحمہ اللہ کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتے

ہیں جو بالکل عبارت حفظ الایمان کے مشابہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد کوئی سنی مسلمان حفظ الایمان کے متعلق لب کشائی کی

جرات نہ کرے گا کیوں کہ حفظ الایمان میں جو کچھ ہے وہ قریب قریب شرح مواقف کی اسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ

ہو۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں۔

و اما الفلاسفة فقالوا النبی هو
من اجتمع فیہ خواص ثلاث یمتاز بها من

غیرہ احدها ای احد الامور المختصة
بہ ان یكون له اطلاع علی المغیبات

الحائنة والماضیة والآتية۔

مہر حال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے کہ جس میں

تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں۔ جن کی وجہ سے وہ نبی

غیر نبی سے ممتاز ہو سکے۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے

کہ نبی کو اطلاع ہونی چاہئے ان مغیبات پر جو ہوتے ہیں

یا ہو چکے ہیں یا ہونے کو ہیں۔

اس کے بعد چند سطر میں فلاسفہ کی طرف سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چنداں مستبعد نہیں۔ اس کے بعد انہیں فلاسفہ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ۔

كَيْفَ يَسْتَنَكِرُ ذَلِكَ إِلَّا طُلُوعُ

فِي حَقِّ النَّبِيِّ وَقَدْ يُوْجِدُ ذَلِكَ فَيَمْنُ

قَلْتُ مَشَاغِلَهُ الرِّيَاضَةِ بِأَنْوَاعِ الْمَجَاهِدَاتِ

أَوْ مَرَضٍ صَارَ لِلنَّفْسِ عَنِ الْوَشْتِغَالِ

بِالْبَدَنِ وَاسْتِعْمَالِ الْأَلَّةِ أَوْ نَوْمٍ يَنْقَطِعُ

بِهِ أَحْسَاسَاتُهُ الظَّاهِرَةُ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ

قَدْ يَطْلَعُونَ عَلَى مَغِيبَاتٍ وَيَخْبِرُونَ

عَنْهَا كَمَا يَشْهَدُ بِهِ السَّمَاعُ وَالتَّجَارِبُ

بَعِيْثٌ لَا يَبْقَى فِيهِ شَبْهَةٌ لِلْمُنْصَفِينَ -

اور انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا کیونکر مستبعد ہو سکتا ہے حالانکہ یہ اطلاع علی المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو غرض کو اشتغال بالبدن اور آلات کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی غنیمت کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں۔ پس تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضیات اور مجاہدے کرنے والے اور مریض جن کو مایوس کیا ہوتا ہے اور سونے والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسا کہ تجوہ شائد ہے یہاں تک کہ اہل العصف کو اس میں شبہ نہ ہو نہیں رہتا۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت وجماعت کی

طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قُلْنَا مَا ذَكَرْتُمْ مَرْدُودٌ بَوَّجُوهُ

إِذَا الْإِطْلَاعُ عَلَى جَمِيعِ الْمَغِيبَاتِ لَا يَجِبُ

لِلنَّبِيِّ اتِّفَاقًا مَنَا وَمَنْكَرًا لِهَذَا قَالَ سَيِّدُ

الْأَنْبِيَاءِ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا اسْتَكَثَرْتُ

مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنَى السُّوءِ - وَالْبَعْضُ

جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے۔ اس لئے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے؟ کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر؟ کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں۔ نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک، اور اسی وجہ سے جناب رسول خدا

ای الاطلاع على البعض لا يختص به
النبي كما اقررت به حيث جرت
للمرتاضين والمرضى والنائمين فلا يتميز
به النبي عن غيره -

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا
تو میں نے خیر سے بہت سا جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ
چھوٹی۔ اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہوں کے ساتھ خاص
نہیں (یعنی یہ غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم
کو اقرار ہے، اس لئے کہ تم اس کو جائز رکھتے ہو، ریاضت
کرنے والوں کے لئے، اور مریضوں کے لئے، اور سونے
والے کے لئے۔ لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

ناظرین با انصاف غور فرمائیں کہ شرح مواقف کی اس عبارت اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں کیا فرق ہے
ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے اس قدربیان کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پر مخالفین کو کوئی شبہ نہ رہے گا۔ اس کے مزید اتمام حجت
کے لئے ہم اختصار کے ساتھ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کا وہ جواب بھی نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اسی افتراء کی
تردید میں تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ فتوے — حسام الحرمین — جب شائع ہوا اور اس سے ایک فتنہ برپا
ہوا تو جناب مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت مولانا تھانوی کو خط لکھا کہ۔

” مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ ”آپ نے معاذ اللہ،
حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ کیا کہیں ”حفظ الایمان“ میں آپ نے
یہ لکھا ہے؟ یا آپ کا یہ عقیدہ ہے؟ اگر آپ کا عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیا سمجھتے ہیں
جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے؟“ مختص از بسط البنان۔

حضرت مولانا تھانوی جواب دیتے ہیں۔

” میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا، لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس
مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، جیسا کہ اخیر میں

عرض کر دوں گا۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں۔۔۔ تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے
 جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یہ بات کہ میں اس شخص کو خارج از
 اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالمؐ فرمایا آدم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اس کے بعد حضرت مولانا مظاہ نے اپنے اسی گرامی نامہ میں جو اسی زمانہ میں ”بسط البنان“ کے نام سے شائع
 بھی ہو چکا ہے، خان صاحب کے اس الزام کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے۔ اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت کا مطلب
 بیان کیا ہے۔ لیکن اب یہاں اس کے نقل کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ ہم نے جو کچھ اس عبارت کی توضیح میں ادھر لکھا ہے
 وہ گویا حضرت مولانا کے اسی جواب کی شرح ہے۔

ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ فاضل بریلوی اپنے فتوے کفر میں صداقت اور دیانت سے کتنے دور ہیں

وَاللّٰهُ الْهَادِیْ اِلٰی سَبِيْلِ الرِّشَادِ



تکملہ

مصنف حفظ الایمان کی حق پرستی اور بے نفسی

عبارت حفظ الایمان میں ترمیم کا اعلان

حضرات! مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”حسام الحرمین“ میں ”حفظ الایمان“ کی طرف ایک کافرانہ مضمون کی نسبت کر کے کفر کا جو فتویٰ دیا تھا، اس پر مناظرانہ بحث ختم ہو چکی اور ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا کہ اس کی حقیقت افتراء اور بہتان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اور مصنف حفظ الایمان کا دامن اس ناپاک کافرانہ عقیدے سے بالکل پاک ہے۔ اس کے بعد یہ معلوم کر کے آپ حضرات کو انشاء اللہ اور زیادہ قلبی اطمینان ہو گا کہ بعض مخلصین نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ جب اس طرف مبذول کرانی کہ ”اگرچہ حفظ الایمان“ کی عبارت واقعہ میں بالکل صحیح اور بے غبار ہے لیکن ناخدا ترس اور غرض پیشہ معاندین اس کے جن الفاظ سے بیجا پے ناخم عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر ان الفاظ کو اس طرح بدل دیا جائے کہ اس کے بعد وہ فتنہ پرداز عوام کو یہ دھوکا بھی نہ دے سکیں تو بے چارے عوام کے حق میں یہ بہتر ہو گا۔ تو حضرت ممدوح نے مشورہ دینے والوں کو دعا دیتے ہوئے دلی مسرت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرمایا اور عبارت کو اس طرح بدل دیا کہ قدیم عبارت میں ”ایسا علم غیب“ کے الفاظ سے جو فقرہ شروع ہوتا تھا اس کے بجائے یہ فقرہ لکھ دیا کہ

”مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیا علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں“

یہ واقعہ ماہ صفر ۱۳۴۲ھ کا ہے، گویا اب سے قریباً تیس سال پہلے ”حفظ الایمان“ کی عبارت میں

یہ ترمیم ہو چکی ہے، اور اس کے بعد سے ”حفظ الایمان“ اسی ترمیم کے ساتھ چھپ رہی ہے بلکہ اس ترمیم کا پورا

واقعہ اور حضرت مصنفؒ کی طرف سے اس کا اعلان بھی ”تغییر العنوان“ کے نام سے ”حفظ الایمان“ کے ایک ضمیمہ کے طور پر اس کے ساتھ چھپتا رہا ہے۔

پھر اس کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب کے توجہ دلانے پر خود اس ناچیز راقم سطور (محمد منظور نعمانی) نے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”حفظ الایمان“ کی جس عبارت پر معاندین کا اعتراض ہے اس کے بالکل ابتداء میں ”علم غیب کا حکم کیا جانا“ کے جو الفاظ ہیں اس کا مطلب بلاشبہ لفظ ”عالم الغیب“ کا اطلاق کرنا ہے، جیسا کہ خود اسی عبارت کے سیاق و سباق سے بھی ظاہر ہے، اور بسطِ عبارت اور ”تغییر العنوان“ میں حضرت نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے۔ پس اگر اصل عبارت میں بھی یہاں ”محکم“ کے بجائے ”اطلاق“ ہی کا لفظ کر دیا جائے تو بات اور زیادہ صاف اور بے غبار ہو جائے گی۔ حضرت نے بلا تامل اس کو بھی قبول فرمایا اور اس فقرہ کو اس طرح بدل دیا۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو“ الخ اور اس ناچیز سے فرمایا کہ میری طرف سے آپ ہی اس ترمیم کا اعلان بھی کر دیں۔ پچنانچہ رجب ۱۳۵۴ھ کے ”الفرقان“ میں اسی وقت اس کا اعلان ہو گیا تھا۔ بہر حال ان دو ترمیموں کے بعد ”حفظ الایمان“ کی عبارت اب اس طرح ہے۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیبیہ یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے؟ مطلق بعض علوم غیبیہ تو خیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے“

الغرض ہمارے بزرگوں نے ان کا فرائض عقیدوں سے اپنی برائت اور اپنی بے زاری کا اعلان بھی کیا۔ جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے محض ازراہ عناد ان کی طرف منسوب کر کے تکفیر کی تھی اور اسی کے ساتھ اپنی عبارتوں کا وہ صحیح اور واقعی مطلب بھی بیان کیا جس کے سوا ان کا کوئی اور مطلب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان میں کوئی بات بھی اسلامی تعلیمات اور عقائد اہلسنت کے خلاف نہیں ہے اور اس سب کے بعد جب بے چارے

یافہم عوام کو فتنہ سے بچانے کے خیال سے اللہ کے کسی بندہ نے مخلصانہ طور پر حجت میں تبدیلی کا کوئی مشورہ دیا تو اس کو بھی بے تاثر اور بلا دریغ قبول فرما کر اپنی عبارت کو بدل بھی دیا۔ —————
اور ثلثیت و بے نفسی کی روشن دلیل ہے۔ افسوس! کیسے ظالم اور شقی ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ان بندوں کو کافر کہتے ہیں۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۷۳ ہجری

نوٹ : حفظ الایمان حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ مع دو رسالوں "بسط البیان" اور "تغیر العنوان" کے انجمن ارشاد المسلمین کی طرف سے طبع ہو چکی ہے۔

تحدیر الناس کی عبارت پہنچو لا مفصل و بجا مناظرہ

یعنی

گیمناطروہ

مرتبہ

مولانا محمد عبد القدوس بہاری

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مرننگ لاہور

فہرست

رونداد مناظرہ کیا

۴۲۳

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا پہلا تحریری بیان

۴۳۹

مولوی حسرت علی صاحب کا پہلا تحریری بیان

۴۴۸

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا دوسرا جوابی بیان

۴۵۵

مولوی حسرت علی صاحب کا دوسرا بیان

۴۶۶

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا تیسرا جوابی بیان

۴۷۳

مولوی حسرت علی صاحب کا تیسرا بیان

۴۸۹

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا چوتھا جوابی بیان

۴۹۹

مولوی حسرت علی صاحب کا چوتھا بیان

۵۱۷

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا پانچواں جوابی بیان

۵۳۳

مولوی حسرت علی صاحب کا پانچواں بیان

۵۴۹

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا چھٹا جوابی بیان

۵۵۳

مولوی حسرت علی کا چھٹا بیان اور متناظرہ کا خاتمہ

۵۶۶

نوٹ از مرتب

۵۶۷

بشارت نبویؐ

۵۷۳

رُودادِ منظرہ گیا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى سيما سينا
ومولانا محمداً المصطفى وعلى آله وصحبه مصابيح الهدى
وهداة الورى : اما بعد -

”گیا“، ہمارے صوبہ بہار کا مشہور و معروف شہر ہے اس دور سے پہلے یہاں کے مسلمان امن و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور دیوبندی بریلوی اختلافات کا دہان کوئی بچر چا نہ تھا۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ بعض ضابطی بریلوی مولوی صاحبان (مولوی حشمت علی وغیرہ) کا ادھر دورہ ہوا۔ اور دارالتکفیر بریلی کی شاخ یہاں بھی قائم ہو گئی۔ مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام زور و شور سے انجام دیا جانے لگا۔ ابتداً ہم نے ان کی سرگرمیوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن جب ربیع الآخر سند رواں میں وہ پھر تشریف لائے اور ان کی زیادتیاں حد سے گز گئیں اور ہم جیسے دردمندوں سے بریلوی مشن کی یہ کفر ازانی نہ دیکھی گئی تو مجبوری ہم نے واقعانہ کارروائیاں شروع کیں۔ اس ناچیز نے خود مولوی حشمت علی صاحب کے اس جلسہ میں پہنچ کر جس میں کفر و لعنت کی بارش ہو رہی تھی مولوی صاحب موصوف کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور عرض کیا کہ آپ کی ان تقریروں سے یہاں کے مسلمانوں میں زبردست ہیمجان ہو گیا ہے۔ گھر گھر میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ بھائی بھائی کا دشمن، بیٹا باپ سے متنفر اور باپ بیٹے سے جدا ہو گیا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ آپ ان ایک طرفہ تقریروں کا سلسلہ ختم کر دیں اور بجائے اس کے ان مباحث پر مناظرہ کر لیں۔ لیکن میرے اس تحریری و تقریری چیلنج کا جواب جس نامذہب اور خلاف انسانیت طریقہ سے مولوی حشمت علی صاحب اور ان کے

حواریوں کی طرف سے دیا گیا وہ اہل "گیا" کو معلوم ہے۔

جب جلسہ میں شور و غوغا زیادہ بڑھا تو میں واپس آگیا اور علی الصبح مجھے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مولوی حسرت علی صاحب اس وقت گیا سے تشریف لے جا رہے ہیں میرا تحریری چیلنج بات ہی بات میں اشتہاری شکل میں چھپ چکا تھا میں نے مناسب سمجھا کہ مزید اتمام حجت کے لئے وہ مولوی صاحب موصوف کو پہنچا دیا جائے تاکہ ان کو کسی عذر و حیلہ کی گنجائش نہ رہے چنانچہ میں نے خود اسٹیشن پر پہنچ کر وہ مطبوعہ چیلنج آپ کے حوالہ کیا اور عرض کیا کہ آپ کی وجہ سے "گیا" کے مسلمانوں میں خطرناک اختلاف پڑ گیا ہے تا دقتیکہ مناظرہ کر کے آپ اس اختلاف کو ختم نہ کر دیں آپ کے لئے کسی طرح یہاں سے تشریف لے جانا مناسب نہیں۔ لیکن مولوی صاحب موصوف نے میرے چیلنج کا کوئی جواب اس وقت عنایت نہیں فرمایا اور آپ تشریف لے گئے مگر آپ کے عقیدت مندوں نے یہ مشہور کیا کہ اس وقت مولوی صاحب ایک فوری ضرورت سے کراچی تشریف لے گئے ہیں اور آپ اب ۲۰ جولائی ۱۹۳۵ء کو صرف مناظرہ کے لئے "گیا" تشریف لائیں گے۔

یہ خبر سن کر ہم مطمئن ہو گئے اور ہم نے بھی مناظرہ کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ ہم نے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی سے تشریف آوری کی استدعا کی اور خدا کا شکر ہے کہ آپ نے باوجود بیش از بیش مصروفیتوں کے ہماری درخواست کو شرف قبولیت سے مشرف فرمایا اور آپ ہماری مقرر کردہ تاریخ ۲۱ جولائی ۱۹۳۵ء کو "گیا" تشریف لے آئے لیکن مولوی حسرت علی صاحب نہیں آئے۔ اب نہیں کہا جاسکتا کہ آیا آپ کو کوئی خاص عذر پیش آگیا یا آپ کے عقیدت مندوں نے صرف وقتی خفت مٹانے کے لئے آپ کے وعدہ اور ایما کے بغیر یونہی غلط شہرت دے دی تھی بہر حال اس وجہ سے مناظرہ تو نہ ہو سکا تاہم حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا پانچ چھ روز قیام رہا۔ مختلف مقامات پر متعدد تقریریں ہوئیں جس میں نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اختلافی مسائل پر روشنی ڈالی گئی اور بریلوی کفر بازی کی حقیقت کو آشکارا کیا گیا۔ اور الحمد للہ بہت سے مسلمان جو غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے حقیقت حال سے واقف ہو گئے۔

اس سے قریباً آٹھ ماہ کے بعد فروری ۱۹۳۶ء میں پھر صوبہ بہار کی طرف مولوی حسرت علی صاحب کا دورہ ہوا اور پھر آپ نے گیا کو اپنے قدم سے نوازا۔ اس مرتبہ پارہ پہلے سے بھی زیادہ چڑھا ہوا تھا۔ اور کفر اکفری کا بازار

بے حد گرم، مجبور ہو کر اہلسنت کی طرف سے پھر آپ کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا گیا۔ اور پھر حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کو تار دیا گیا۔ ۲۰ فروری کو ۱۲ بجے رات کے قریب حضرت مولانا محمد منظور صاحب گیا پہنچ گئے اور اگلے روز یعنی ۲۱ فروری کو علامہ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب بھی تشریف لے آئے۔

مبادئی مناظرہ کے متعلق مولوی حسنت علی صاحب سے ہماری خط و کتابت مولانا کی تشریف آوری سے قبل ہی شروع ہو چکی تھی اور بہت طول پکڑ چکی تھی، مولانا محمد منظور صاحب نے پہنچ کر اس کو ختم کر لیا۔ اور یہ تحریک کی کہ۔ ۲۱ فروری کو بعد نماز جمعہ فریقین کے پانچ پانچ نمائندوں کی ایک مشترکہ کمیٹی جامع مسجد میں بیٹھ کر مبادئی مناظرہ زبانی طور پر طے کرے۔ چنانچہ یہی فیصلہ ہوا۔ اور بعد نماز جمعہ اس کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ لیکن ۶-۷ گھنٹہ کی گفتگو کے بعد رات کے ۹ بجے تک تاریخ و وقت اور مقام کی تعیین کے علاوہ نفس مناظرہ کے متعلق صرف یہ باتیں طے ہو سکیں۔

۱- مناظرہ مباحث حسام الحقین پر ہوگا۔

۲- ہر مناظر اپنا بیان تحریری پیش کرے گا اور اس کی توضیح و تائید میں تقریر کرے گا اور اس تحریر و تقریر کے لئے ہر ایک کو کل آدھ گھنٹہ کا وقت دیا جائے گا۔

مباحث کی ترتیب اور یہ کہ مدعی کون فریق ہوگا اور سائل کون، اور یہ کہ مناظرہ کب تک جاری رہے گا ان امور کا فیصلہ اس کمیٹی نے خود مناظرین کے لئے چھوڑ دیا اور مناظرہ کی کارروائی کے آغاز کے لئے ۲۲ فروری ۱۹۳۶ء بمطابق ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ یوم شنبہ ۲ بجے دن کا وقت مقرر ہوا۔

شنبہ کی صبح کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کوشش کی کہ نمائندہ کمیٹی نے جو امور مناظرین کے اوپر چھوڑ دیئے ہیں وہ قبل از مناظرہ طے ہو جائیں تاکہ وقت مقررہ پر اصل مناظرہ شروع ہو سکے اور سبک کا وقت شرائط کی بحث میں ضائع نہ ہو اور اس سلسلہ میں مولوی حسنت علی صاحب سے مختصر سی خط و کتابت بھی ہوئی مگر ان کی بے جا ضد کی وجہ سے کوئی بات طے نہ ہو سکی یہاں تک کہ نمائندہ کمیٹی کی قرار داد کے بموجب جلسہ مناظرہ کا انعقاد ہوا۔ حاضری فریقین کی طرف سے بہت کافی تھی دونوں طرف کے پنڈال بھرے تھے۔ انتظام کے لئے پولیس کا عملہ بھی موجود تھا۔

سب سے پہلے حکم کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ اہلسنت کی طرف سے کہا گیا کہ ”گیا“ کے تعلیم یافتہ طبقہ میں بہت سے ایسے مسلم حکام اور دکن، بیرشران میں جو فریقین سے بالکل آزاد ہیں اور جن کتابوں کی عبارت کے متعلق مناظرہ طے ہوا ہے انہوں نے آج تک ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی نہ دیکھی ہوگی اس لئے ان کی رائے بالکل غیر جانب دارانہ ہوگی لہذا ان میں سے کسی ایک کو حکم بنا لیا جائے۔ نیز اس کے لئے چھتر دکن اور بیرشران اور بعض حکام کے نام بھی پیش کئے گئے لیکن مولوی حشمت علی صاحب نے کسی ایک کو منظور نہیں کیا اور کہا کہ حیات سے فرمایا کہ غیر جانب دار کے معنی ذو الوہدین کے ہیں جس کو منافق کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں گفتگو بہت پر لطف ہوئی اور تمام حاضرین بالخصوص تعلیم یافتہ حضرات حیران تھے کہ یہ شخص کس بے باکی سے بیک جنبش زبان تمام غیر جانب داروں کو منافق بتلا رہا ہے لیکن مولوی حشمت علی صاحب پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔

بہر حال جب مولوی حشمت علی صاحب کسی غیر جانب دار کو بھی حکم بنانے کے لئے تیار نہ ہوئے تو مجبوراً بلا حکم کے کارروائی شروع ہوئی اور داخلی انتظام کے لئے ہر جماعت نے اپنا اپنا ایک صدر تجویز کر لیا۔ چنانچہ اہلسنت کی طرف سے جناب حکم صاحب مدیر رسالہ ”ندیم“، ”گیا“ اور رضا خانی صاحبان کی طرف سے مولوی عبد الولی صاحب رفیق جناب مولوی حشمت علی صاحب صدر منتخب ہوتے اور کارروائی اس طرح شروع ہوئی۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے تمام حاضرین کو عموماً اور اہلسنت و جماعت کو خصوصاً سکون و وقار اور استماع و انصاف کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ فریقین کی نمائندہ کمیٹی نے جن تین چیزوں کا فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا ہے جن اتفاق سے وہ سب ایسی ہیں جن کے متعلق اب سے قریباً دو برس پہلے لاہور کے مناظرہ میں میرے اور مولوی حشمت علی صاحب کے درمیان آخری فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہاں بڑی طویل بحث و تمحیص کے بعد یہ تینوں باتیں اس طرح طے ہوئی تھیں کہ۔

۱۔ مباحث کی ترتیب وہ رہے گی جو محام اکھریں میں ہے یعنی پہلے عبارت تحذیر الناس پر بحث ہوگی پھر اس فتوے پر جس کی نسبت حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کی طرف کی جاتی ہے۔ بعد ازاں عبارت براہین قاطعہ پر پھر اس کے بعد عبارت حفظ الایمان پر۔

۲۔ مدعی چاروں بحثوں میں مجھ کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔

۳۔ ہر بحث کے لیے فریقین کی سات سات تقریروں کو کافی سمجھا گیا تھا۔

غرض لاہور کے عظیم الشان مناظرہ میں ان تینوں چیزوں کا اس طرح فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اب ان چیزوں کی بحث میں یہاں ہم دوبارہ اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ لاہور ہی کی قرار داد کے مطابق یہاں بھی فیصلہ ہو جائے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس کے جواب میں پہلے تو یہ فرمایا کہ اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ لاہور میں اس

طرح طے ہوا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ جو بات ہزاروں کے مجمع میں علی رؤس الاشهاد طے ہوتی تھی اس سے بھی انکار کرنے کی کسی کو جرأت ہو سکے گی ورنہ میں اس کے ثبوت کا بھی انتظام کر لیتا۔ لیکن اس کی تحقیق اب اس طرح ہو سکتی ہے کہ ابھی جناب سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار سیاست لاہور سے ٹیلیفون پر اس کی بابت دریافت کر لیا جائے وہ مناظرہ لاہور میں اس دن آپ کی جانب سے صدر تھے اور آپ کے ہم خیال بھی ہیں لیکن ہمیں ان سے توقع ہے کہ وہ اس بارہ میں غلط گوئی سے کام نہ لیں گے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس کے بعد راستہ مسدود دیکھ کر عجیب انداز میں فرمایا کہ مجھے آپ کے بیان سے انکار، نہیں ہے میں تو صرف یہ دریافت کرتا تھا کہ آپ کے پاس کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں۔ اب میں مانے لیتا ہوں کہ لاہور میں ایسا ہی طے ہوا تھا۔ لیکن یہ کیا ہے لاہور نہیں ہے۔ لاہور کی بات لاہور میں ختم ہو گئی۔ اب گیا کی باتیں کیجئے۔ کیا آپ نے نہیں سنا قضیہ زمین برسر زمین۔

اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے ہر چند کہا کہ جو شرائط پوری بحث و تمحیص کے بعد ایک مرتبہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی ہیں انہیں پر از سر نو پھر بحث و مباحثہ کر کے وقت ضائع نہ کیجئے لیکن مولوی حشمت علی صاحب جو لاہور کی طرح شرائط و مبادی ہی میں مناظرہ کو ختم کر دینا چاہتے تھے اس پر تیار نہ ہوئے اور پھر انہیں شرائط پر بحث شروع ہو گئی۔

پہلے اس پر گفتگو ہوئی کہ مدعی کون ہو۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے کسی نئی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ جن مضامین پر یہاں مناظرہ قرار پایا ہے (یعنی مباحثہ حسام الحقین، ان میں میری مدعیانہ

حیثیت آپ لاہور میں تسلیم کر چکے ہیں مقام کے بدل جانے سے مناظرہ کا قانون نہیں بدلتا۔

مولوی حسرت علی صاحب نے فرمایا کہ از روئے اصول مناظرہ ان مباحث میں مدعی ہونے کا حق مجھ ہی کو ہے دیکھئے اصول مناظرہ کی مشہور کتاب "مناظرۃ رشیدیہ" میں یہ عبارت ہے۔

المدعی من نصب نفسه لاثبات المحکو مدعی وہ ہے جو اپنے نفس کو پیش کرے کسی حکم کے ثابت کرنے کے لئے دلیل سے یا تنبیہ سے۔

میں نے اپنے نفس کو آپ کے اکابر اربعہ پر کفر کا حکم ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے لہذا مدعی میں ہی ہوں نہ کہ آپ۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کے اس مغالطہ کا ایک جواب تو یہ ہے کہ لاہور کے مناظرہ کے وقت بھی مناظرہ رشیدیہ کی یہ عبارت دنیا میں موجود تھی اور آپ کی اور آپ کے ان اساتذہ و اکابر کی دیکھی ہوئی بھی ہوگی جو دہاں موجود تھے پھر اس کی موجودگی میں دہاں کیوں آپ نے مجھ کو مدعی تسلیم کیا؟ کیا آپ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اس وقت آپ نے اور آپ کے اساتذہ و اکابر بالخصوص مولوی حامد رضا خان صاحب و مولوی نعیم الدین صاحب نے اپنی ناواقفی اور کم علمی کی وجہ سے یہ اصولی غلطی کی تھی؟ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ ہرگز اپنی اور اپنے بڑوں کی غلطی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ پس جب کہ دہاں آپ سب نے مجھ کو ان تمام مباحث میں مدعی تسلیم کیا اور یہ مدعی تسلیم کرنا غلط بھی نہ تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ آج گیتا کے مناظرہ میں بھی میرا مدعی ہونا غلط اور خلاف اصول ہو۔

یہ جواب تو الزامی قسم کا تھا اب تحقیقی بات سنئے۔

میں اس پلیٹ فام پر اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے سامنے آپ کے پیرومرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتویٰ حسام الحرمین کا غلط باطل ہونا دلائل قاہرہ سے ثابت کروں اور بتلاؤں کہ جن بزرگان دین کو انہوں نے کسی فاصل جذبہ کے تحت کافر و مرتد قرار دیا ہے درحقیقت وہ بکے مسلمان اور سچے مومن تھے۔ پس مناظرہ رشیدیہ کی اس عبارت کی رو سے بھی مجھے مدعی ہونے کا حق حاصل ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب نے اس بحث میں لا جواب ہونے کے بعد فرمایا کہ آپ کی جماعت کی طرف سے مولوی سید ولایت حسین شاہ صاحب نے مجھ کو جو مناظرہ کا پیغام بذریعہ اشتہار دیا ہے اس میں مجھ کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ

” اب تک تو آپ نے علما کی تکفیر کی اب آپ کو اس دعوے کا ثبوت دینا ہوگا۔“

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ کو تکفیر کے معاملہ میں مدعی تسلیم کر لیا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس وقت مناظرہ میرا اور آپ کا ہے اور ان چیزوں کا طے کرنا میرے اور آپ کے ہی اوپر چھوڑا گیا ہے پس اگر مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب مدظلہم یا کسی اور صاحب نے اس قسم کا کوئی لفظ لکھ دیا ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر یا آپ پر عائد نہیں ہوتی۔

مولوی حسنت علی صاحب نے کہا کہ آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے میں آپ کا مدعی ہونا تسلیم کر لوں گا۔
مولانا محمد منظور صاحب نے ذیل کے الفاظ لکھ دیئے۔

” باسمہ تعالیٰ - مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب گباری کے اپنے اشتہار ”کھلی چٹھی“

میں مولوی حسنت علی صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ ”اب تک تو آپ نے علما کی تکفیر کی اب آپ کو اس دعوے کا ثبوت دینا ہے“ اس عبارت سے جو مولوی حسنت علی صاحب کا مدعی تسلیم کیا جانا مقصود ہوتا ہے میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ کل کی نمائندہ کمیٹی نے اس کا فیصلہ میرے اور آپ کے اختیار پر چھوڑا ہے اور میرا مدعی ہونا آپ نے لاہور میں تسلیم بھی کر لیا ہے۔“

” محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ “

اس تحریر پر مولوی حسنت علی صاحب مولانا محمد منظور صاحب کو مدعی تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور الحمد للہ کہ یہ بحث ختم ہو گئی۔ اس کے بعد مباحث کی ترتیب پر بحث شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہاں حسام اکرمین کے مضامین پر بحث ہے اس میں ہمارے اکابر کے متعلق چار بحث ہیں۔ جس ترتیب سے وہ اس میں مذکور ہیں اسی ترتیب سے گفتگو ہوگی اس کے لئے کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں البتہ جو ترتیب کے خلاف چلنا چاہے اس کے ذمہ دلیل ہوگی۔ علاوہ ازیں یہ چیز بھی وہ ہے جو لاہور کے مناظرہ میں میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی تھی۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ سب سے پہلے حسام اکرمین کے آخری مبحث مولوی اشرف علی صاحب

تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی عبادت پر بحث ہونی چاہئے۔ کیونکہ حسام اکرمین میں آپ کے جن پیارے بزرگوں کی تکفیر کی

گئی ہے ان میں سے ایک وہی اب زندہ ہیں دوسری باتوں پر بحث کر لے سے صاحب عبارت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور حفظ الایمان کی بحث سے ممکن ہے کہ صاحب کتاب کو کوئی فائدہ پہنچ جائے اور (معاذ اللہ) کفر ثابت ہو جائے پر ان کو توبہ کی توفیق ہو جائے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے لئے اس خلاف واقعہ بلکہ محال چیز کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی صرف حفظ الایمان کی عبارت کے فیصلہ سے یا اس سے رجوع کر لینے سے صاحب حفظ الایمان کا فرضی کفر دور نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک جس طرح وہ عبارت حفظ الایمان کے لکھنے کی وجہ سے (معاذ اللہ) کافر ہیں اسی طرح عبارات تحذیر الناس وبراہین قاطعہ وغیرہ کو صحیح سمجھنے کی وجہ سے بھی کافر ہیں۔

پس صرف حفظ الایمان کی عبارت کے فیصلے سے تا وقتیکہ دوسری تمام متنازعہ عبارات کا بھی فیصلہ نہ ہو کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ نہیں ہوتا لہذا آپ کی دلیں بالکل ہی لغو ہے پس اس کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو تو پیش فرمائیے۔

مولوی حسرت علی صاحب نے کہا اچھا لیجئے میں ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں بات یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت بہت صاف اور سلیس اردو میں ہے اور اس کو عوام الناس بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں بخلاف تحذیر الناس کے کہ وہ بھی اگرچہ اردو میں ہے لیکن علی اصطلاحوں کے استعمال کی وجہ سے اس کا سمجھنا عوام کے لئے مشکل ہے اس لئے پہلے حفظ الایمان پر بحث ہو جانی چاہئے۔ کیونکہ اس کو تو لوگ سمجھ ہی لیں گے۔ تحذیر الناس کی عبارت کو نہ معلوم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولانا ! یہ تو لعینہ میری دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب حفظ الایمان کی عبارت آپ کے نزدیک بہت زیادہ سہل الفہم ہے تو اس پر مناظرہ کی بھی کچھ زیادہ ضرورت نہیں جو شخص اس کو سمجھنا چاہے گا وہ بغیر میری اور آپ کی امداد کے اپنے گھر میں بیٹھ کر خود مطالعہ کر لے گا یا کسی اردو دان سے سمجھ لے گا البتہ چونکہ تحذیر الناس کی عبارت بقول آپ کے بہت مشکل ہے اس لئے اس کے سمجھنے کے لئے میری اور آپ کی ضرورت ہے پس چاہئے کہ ہم اور آپ پہلے تحذیر الناس وغیرہ کی مشکل عبارات پر گفتگو کر لیں کیونکہ اس صورت میں اگر کسی وجہ سے خدا نخواستہ مناظرہ ناتمام ختم ہوا جیسا کہ آپ کے متعلق بارہا کا تجربہ ہے تو صرف آسان عبارتوں

کی بحث رہ جائے گی جس کو لوگ بطور خود سمجھتے رہیں گے اور اگر آپ کی تجویز پر عمل کیا گیا اور آسان عبارتوں پر مناظرہ ہو کر ختم ہو گیا تو مشکل عبارات حل ہونے سے رہ جائیں گی اور عام مسلمان بطور خود ان کو نہیں سمجھ سکیں گے۔

مولانا کی اس تقریر نے مولوی حسنت علی صاحب کو مجبور کر دیا اور طے ہو گیا کہ مباحثہ کی ترتیب وہی ہوگی جو حسام احرار میں ہے۔

اس کے بعد اس پر گفتگو شروع ہوئی کہ ہر بحث کے لئے کتنا وقت یا کس قدر تقریریں مقرر کی جائیں۔ مولوی حسنت علی صاحب کا اصرار تھا کہ اس کے لئے کسی خاص وقت یا تقریروں کی تعداد کی تحدید و تعیین نہ کی جائے۔ جب تک کہ ایک بحث پر گفتگو کرتے کرتے کوئی فریق عاجز نہ آجائے اس وقت تک اس بحث کو ختم نہ کیا جائے۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کسی ایسے مناظرہ کی نظیر پیش نہیں کر سکتے جس میں کسی فریق نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا ہو۔ بالخصوص آپ کے متعلق مجھے جہاں تک تجربہ ہے میں دُشوک کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ معقول سے معقول دلائل کے سامنے بھی خاموش نہیں ہوا کرتے۔ پس اگر آپ کے فرمانے کے مطابق ہر بحث کے لئے لامحدود وقت دیا جائے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی ایک بحث قیامت کے سورتے تک بھی ختم نہ ہوگی۔ اور آپ کا منشا بھی یہی ہے کہ مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ علاوہ ازیں یہ کہ لاہور میں ان ہی مباحثہ کے متعلق یہ طے ہو چکا تھا کہ ہر موضوع پر تقریریں کی سات سات تقریریں ہوں گی۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ وہی تعداد یہاں بھی رہے۔

اس گفتگو نے بہت طوالت اختیار کی اور جب مولوی حسنت علی صاحب کے سامنے دلائل کا میدان تنگ ہو گیا تو آپ نے اپنے محج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

بھائیو! آپ دیکھ رہے ہیں میں مولوی منظور صاحب کی سب باتیں مانتا جا رہا ہوں، لیکن وہ میری یہ بات بھی نہیں مانتے تو کیا آپ کی رائے ہے کہ میں ان کی اس بات کو بھی مان لوں۔ ؟ ان کے محج سے آوازیں بلند ہوئیں نہیں نہیں !

اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ دیکھیے مولوی صاحب ! میں تو آپ کی یہ بات بھی ماننے کے لئے تیار ہوں مگر کیا کروں میرے یہ بھائی نہیں ملتے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آج دلیل کی یہ ایک نئی قسم معلوم ہوئی کہ ”بھائی نہیں مانتے“ ابھی

تو شرائط کی گفتگو ہے اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اصل بحث پر مناظرہ شروع ہونے والا ہے۔ میں لعون اللہ تعالیٰ دلائل پیش کر دوں گا اور آپ اپنے ان بھائیوں سے دریافت کریں گے کیوں بھائیو میں منکوم کی بات مان لوں؟ یہ آپ کی تکفین کے مطابق فرمائیں گے نہیں نہیں! اور آپ پھر مجھ سے یہی فرمائیں گے کہ مولوی صاحب میں تو آپ کی بات ماننے کو تیار ہوں مگر کیا کروں یہ بھائی لوگ نہیں مانتے۔ درحقیقت آپ کی یہ نئی دلیل بالکل لاجواب ہے۔

اس پر ایک عام قہقہہ لگا۔ اور مولوی حسنت علی صاحب کے بعض خاص طرف داروں نے کہا کہ مولوی صاحب اس کو بھی مان لیجئے۔

چنانچہ اس بھائی کی سفارش سے مولوی صاحب کی اس بھائیوں والی دلیل کا خاتمہ ہوا، اور مولوی حسنت علی صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد کہا کہ اچھا ہر بحث کے لئے اکیس اکیس تقریریں رکھ لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ تعداد بہت زیادہ ہے اور اس حساب سے ایک بحث قریباً ایک ہفتہ میں ختم ہو سکے گی حالانکہ میرے نزدیک ایک بحث کے لئے ایک دن بھی کافی ہے۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب کی ضد ختم نہ ہوئی اور بالآخر سیٹے ہوا کہ ہر بحث پر فریقین کی اکیس اکیس تقریریں ہوں۔

اس کے بعد یہ بحث شروع ہوئی کہ آخری تقریر ہر بحث میں کس کی ہوگی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اصولاً آخری تقریر کا حق مدعی کو ملتا ہے اس لئے جب مدعی مجھ کو تسلیم کر لیا گیا تو آخری تقریر کا حق بھی مجھ ہی کو ملنا چاہئے لیکن مجھے یاد ہے اور آپ کو بھی یاد ہو گا کہ لاہور میں جب ہماری آپ کی اس بحث نے زیادہ طول پکڑا تھا اور آپ اس کے لئے کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے تو ہم نے آپ کے صد صاحب کے اصرار پر بطور مفاہمت خلاف ضابطہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر کا حق آپ کو دے دیا تھا اب بھی اگر آپ اس پر اصرار کریں تو میں اس قدر اشارے کے لئے تیار ہوں کہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر آپ کی ہو۔ لیکن چونکہ یہ چیز خلاف ضابطہ ہوگی اس لئے میں آپ سے اس کے متعلق تحریر لوں گا کہ یہ چونکہ بطور مفاہمت طے ہوا ہے اس لئے کوئی شخص اس کو نظیر بنا کر ہمارے خلاف استعمال نہ کر سکے گا۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی اصول نہیں ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہو آپ اس کو ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس مدعا پر میں اپنے دلائل آپ کے سامنے لاہور میں پیش کر چکا ہوں۔ مجھے تعجب ہے کہ ان دلائل کے سننے کے بعد آپ کیوں کر اس دلیری سے یہ فرما رہے ہیں۔ کیا آپ میرے ان دلائل کو بھول گئے ہیں؟
سنئے میری پہلی دلیل یہ ہے کہ مناظرہ رشیدیہ میں جہاں مناظرہ کی ترتیب طبع لکھی ہے اور اس کا نقشہ پیش کر بتلایا ہے وہاں مدعی ہی کی تقریر پر کلام کو ختم کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آخری تقریر کا حق مدعی کو موتا ہے۔
دوسری دلیل یہ ہے کہ فن مناظرہ کی اصطلاح میں مدعا علیہ کو سائل اور مدعی کو مجیب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ مناظرہ رشیدیہ کے ابتدائی صفحات میں اس کی تصریح موجود ہے اور یہ چیز بدیہی ہے کہ سائل کی ہر تقریر کے بعد مجیب کو جوابی تقریر کا حق ہوگا اس لحاظ سے بھی آخری تقریر کا حق مدعی ہی کو ملنا چاہئے۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ رشیدیہ یہ موجود ہے اس میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ مدعی کی تقریر آخری ہوتی ہے آپ صاف لفظوں میں یہ لکھا ہوا دکھا دیجئے میں مان لوں گا۔

اس پر رضا خانیوں کے صدر مولوی عبدالولی صاحب کھڑے ہوئے اور آپ نے ایک خاص انداز سے فرمایا کہ

”میں بحیثیت عالم ہونے کے عرض کرتا ہوں کہ مولانا حسنت علی صاحب بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں

فی الحقیقت مناظرہ رشیدیہ میں کہیں لکھا ہوا نہیں کہ مدعی کی تقریر آخری ہوتی ہے اور اگر مولوی منظور

صاحب اس کو ثابت کر دیں تو میں ابھی دستس روپیہ انعام دوں گا“

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ بسم اللہ ابھی کسی کو حکم بنائیے میں اسی مناظرہ رشیدیہ سے ثابت کر دوں

گا کہ آخری تقریر کا حق مدعی کا ہے اور جو دو حوالے رشیدیہ کے میں پیش کر چکا ہوں ان ہی سے ثابت کر کے دکھاؤں گا اور اگر اس وقت آپ کسی غیر جانبدار شخص کو حکم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو آئندہ دوران مناظرہ میں ہرگز ایسی جسارت نہ کریں۔

معاف کیجئے! میرا مخاطب مولوی حسنت علی صاحب سے ہے آپ کے متعلق مجھ کو معلوم ہے کہ آپ مناظرہ رشیدیہ

کی عبارت بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے اس کا سمجھنا تو بعد کی چیز ہے اور اگر میں بھی اپنا پہلو کمزور محسوس کرتا اور خارجی تائید

کی مجھ کو بھی ضرورت ہوتی تو ان علماء کرام سے اپنی تائید کرا سکتا تھا اور کرا سکتا ہوں جو مجد اللہ اصحاب درس ہیں

اور جنہوں نے بارہا مناظرہ رشیدیہ پڑھایا ہے لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں دلائل کی روشنی

میں کہہ رہا ہوں۔

اس کے جواب میں مولوی عبدالولی صاحب نے حضرت حکیم الامت تھانوی مدظلہم کا نام نامی نہایت گستاخی کے ساتھ لیتے ہوئے کہا کہ میں نے ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا وہ بھاگ گئے اور میرے خط کا جواب بھی نہ دیا پھر آپ کو ہم سے مخاطب کا کوئی حق نہیں ہے آپ کے مقابل مولوی حسنت علی صاحب ہیں آپ ان سے بات کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کو قابل خطاب نہیں سمجھتا بلکہ میرے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب ہیں کیوں کہ وہ مولوی حامد رضا خان صاحب کے وکیل ہیں۔ آپ کی پوزیشن کا حال یہ ہے کہ میں دثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مولوی حسنت علی صاحب بھی آپ کو اپنا وکیل یا نمائندہ بنانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں نے حضرت حکیم الامت کو مباہلہ کے متعلق خط لکھا تھا اور جواب نہیں آیا بہت ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو۔ حضرت ممدوح نے تو کبھی آپ کے مجدد ملت کو بھی منہ نہیں لگایا آپ کس شمار قطار میں ہیں۔ اور اگر فی الحقیقت آپ کو مباہلہ کی آزد ہے اور آپ اس کے ذریعہ سے حق و ناحق کا طور چاہتے ہیں تو بسم اللہ ہمیں میدان میں چوگاں۔ کرسی سے اترے یہ میدان ہے میں بھی حاضر ہوں اسی وقت کیا ہی میں مباہلہ بھی ہوا جاتا ہے اور انشاء اللہ دیکھنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ حق کے سامنے باطل کس طرح ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

مولانا کی اس حقانی جرأت کو دیکھ کر اہل باطل پر ایک خاص رعب چھا گیا اور مولوی عبدالولی صاحب نے نہایت مرعوب آواز میں کہا کہ۔

” میری دعوت مباہلہ تو صرف مولوی تھانوی صاحب کے لئے تھی “

اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب ثالث بن کر کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلے اپنے صدر صاحب کو خاموش کیا اور اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب سے کہا کہ اس بے کلام گفتگو کو ختم کیجئے اور اصل بات طے کیجئے۔ مناظرہ رشیدیہ میں اگر کہیں صاف لفظوں میں یہ لکھا ہو کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے تو مجھ کو دکھلا دیجئے میں مان لوں گا۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس میں کہیں بھی یہ لکھا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ جب گفتگو ایسے مقدمات پر پہنچ جائے جو یقینی ہوں یا ظنی ہوں مگر فرقی مقابل کو تسلیم ہوں تو بحث ختم ہو جاتی ہے۔ تو اگر آپ نے ایسے مقدمات پیش کر دیئے تو بحث آپ کی تقریر پر ختم ہو جائے گی اور اگر میں نے ایسے مقدمات پیش کر

دینے تو بحث میری تقریر پر ختم ہو جانے کی اس میں مدعی یا مدعا علیہ کی کوئی تخصیص نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ میں آپ کے اس مخالف جواب لاہور میں دے چکا تھا اور آج پھر آپ اسی کو میرے سامنے پیش فرما رہے ہیں۔ درحقیقت مناظرہ رشیدیہ کی جس عبارت کو آپ پیش کر رہے ہیں وہ میری دلیل ہے۔ آپ نے یہ تو غور کیا ہوتا کہ مقدمات کس کو کہتے ہیں اور وہ کس کی طرف سے پیش ہو سکتے ہیں اسی رشیدیہ میں مذکور ہے کہ مقدمات اجزاء، دلیل کو کہتے ہیں اور دلیل پیش کرنا مدعی کا کام ہے نہ کہ مدعا علیہ کا پس مقدمات یعنی یا ظنی مدعی ہی کی طرف پیش ہو سکتے ہیں اور اسی پر بحث ختم ہو جانے کی بہر حال آپ کی پیش کردہ اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ رہا آپ کا یہ مطالبہ کہ میں صاف لفظوں میں لکھا ہوا دکھلا دوں کہ مدعی کی تقریر آخری ہوا کرتی ہے یہ آپ کے لئے کچھ زیبا نہیں ہے اس قسم کی باتیں تو کوئی معمولی طالب علم بھی نہیں کرے گا۔

کیا آپ کسی دینی کتاب میں صاف الفاظ میں یہ دکھلا سکتے ہیں کہ تخریر الناس، براہین قاطعہ، اور حفظ الایمان کے مصنفین معاذ اللہ کافر ہیں۔

میں مناظرہ رشیدیہ سے تو اپنے مدعا کو ثابت کر چکا اگر آپ کے نزدیک اس ثبوت میں کوئی کمزوری ہے تو پیش کیجئے اور اگر آپ ان عبارات کو نہ سمجھ سکتے ہوں تو پھر یہاں قانون پیشہ حضرات (دکلاء و سیرسٹران) بھی موجود ہیں ان سے دریافت کر لیجئے وہ بھی آپ کو یہ بتلا سکتے ہیں کہ مقدمات میں آخری بحث کے وقت ہر تقریر کا حق مدعی کے وکیل کو دیا جاتا ہے۔

اور اگر آپ اس کو بھی نہ مانیں تو لیجئے میں خود آپ کی تحریر پیش کرتا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اب سے پانچ چھ برس پہلے ۱۳۴۹ھ و ۱۳۵۰ھ میں رنگون کے مناظرہ کے متعلق میری اور آپ کی ایک طویل خط و کتابت ہوئی تھی جو کئی مہینہ جاری رہی تھی۔ اس سلسلہ میں جو آخری خط آپ نے ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ کو مجھے تحریر فرمایا تھا اس کا دسواں نمبر یہ ہے۔

» منّا عدل و انصاف کا مقصد یہی ہے کہ مجیب کی پچھلی تقریر سب سے آخر میں ہو، تاکہ سائل نے اپنی آخری تقریر میں مجیب پر جو کچھ اعتراض کیا ہے مجیب اس جواب دے سکے ورنہ سائل کو

موقع دینا کہ جو کچھ چاہتے آخری تقریر میں بک دے اور مجیب کو اس پر کچھ بولنے کا حق نہ دینا سراسر ظلم ہے اور عقلاً و قانوناً بھی جواب کا مرتبہ سوال سے متاخر ہے اس لئے مجیب کی تقریر کا آخر میں ہونا ضرور ہے انتہی ۛ

آپ نے اس تحریر میں اصول عقل اور قانون کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ مجیب کی تقریر آخری ہونی چاہئے اور مناظرہ رشیدیہ کے ابتدائی صفحات میں یہ تصریح ہے کہ سائل مدعا علیہ ہوتا ہے اور مدعی کی حیثیت مجیب کی ہوتی ہے پس جب آپ نے مجھ کو مدعی تسلیم کر لیا تو میں مجیب بھی ہو گیا اور آپ کی ان زبردست تصریحات کی رو سے آخری تقریر کا حق میرا ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ خود آپ کی تحریر نے کر دیا ۛ

مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

مولوی حسنت علی صاحب نے اپنی وہ تحریر دیکھنے کے لئے منگوائی جو ان کو بھیج دی گئی۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ”بے شک یہ میری تحریر ہے لیکن میری تحریر کوئی اصول مناظرہ کی کتاب یا قرآن و حدیث تھوڑا ہی ہے جس کا ماننا ضروری ہو“ ۛ

ان کے اس عجیب و غریب جواب پر ایک عام قلمبند بھی لگا۔ بالآخر خود ان کی جماعت کے بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ اب آپ اس بارہ میں بھی انکار نہ فرمائیے۔ چنانچہ گھنٹوں کی تفسیع اوقات کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے اس کو تسلیم کیا اور قرار داد ان الفاظ میں قلم بند کی گئی۔

” بطور مفاہمت کے یہ طے ہوا کہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر کا حق مولوی حسنت علی صاحب

کو دیا جائے اور آخری دو بحثوں میں مولوی محمد منظور صاحب ہی کو آخری تقریر کا حق ہو گا اور چونکہ

یہ بطور مفاہمت طے ہوا ہے اس لئے دوسروں کے لئے یہ نظیر نہیں بن سکتا ۛ

اور اس تحریر پر مولوی حسنت علی صاحب کے دستخط لے لئے گئے۔

اس کے بعد خدا خدا کر کے مناظرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے حسام الحقین کی پہلی بحث متعلق تحذیر الناس پر اپنا بیان دعوئے لکھ کر پیش کیا اور

پڑھ کر سنایا۔

ہم مولانا کے اس بیان کے درج کرنے سے پہلے حسام الحرمین کا وہ حصہ بیان نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب حسام الحرمین ص ۱۰ پر لکھتے ہیں۔

قاسم النافوقوی صاحب تحذیر الناس و
هو القاتل فیہ لو فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بل لو حدث بعده صلی اللہ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل
ذلك بخاتمیتہ وانما یتخیل العوام انہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین
بمعنی آخر النبیین مع انہ لا فضل فی اصلا
عند اهل الفہم الی آخر ما ذکر من
الہدایات وقد قال فی التتمۃ والاشباہ
وغیرہما اذا لم یعرف ان محمدا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیاء
فلیس بمسلم لانہ من الضروریات
والتانوتوی هذا هو الذی وصف محمد علی
الکافقوری ناظم السندۃ بحکیم الامۃ المحمدیۃ
فسیحان مقلب القلوب والابصار ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ الواحد القہار والعزیز
الغفار۔

قاسم نانوتویؒ جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے
اپنے اس رسالہ میں لکھا ہے۔ بلکہ بالفرض کچھ کے زمانہ
میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہو گا
بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبویؐ
بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ
آئے گا عوام کے خیال میں تو رسول اللہؐ کا خاتم ہونا بایں
معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن
ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ہے
حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں
تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے
پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانہ میں
پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔ اور یہ وہی نانوتویؒ
ہے جسے محمد علی کانپوری ناظم ندوۃ لے حکیم امت محمدیہ کا لقب
دیا۔ پاکی ہے اسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

فهؤلاء المردة المريدة الخناس مع
اشترأكم في الداهية العكبري مفترقون
فيما بينهم على أراء يوحى بها اليهم
الشیطن غرورا -

تو یہ سرکش شیطان کے چیلے ہائیکہ اس مصیبت عظیم میں سب
شریک ہیں آپس میں مختلف راہوں میں بھٹوتے ہوئے
ہیں جو شیطان فریب کی راہ ہے ان کے دلوں میں ڈال
دیتا ہے ۔

حسام الحکیمین ص ۱۱

ترجمہ حسام الحکیمین ص ۱۱

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا سید
محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے متوسلین مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی
کی اس عبارت کو خاص طور پر ملاحظہ فرمادیں۔ خان صاحب موصوف کے نزدیک حضرت مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ
بھی صرف مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکیم امت محمدیہ کہنے کے جرم میں کافر، مرتد، اور شیطان
کے چیلے ہیں۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے ہے مرغ قبلہ نہ آشیانے میں

بہر حال یہ ہے خان صاحب کا وہ فتوے جس پر مناظرہ شروع ہوا۔ اب ہم اپنے ناظرین کے سامنے مناظرہ
کی کارروائی پیش کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

خادم العلماء خاکسار محمد عبد القدوس بہاری غفرلہ

نزیل ”گیا“۔ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ

مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مذکورہ صمدی فتویٰ کفر کے خلاف

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی کا

زبردست بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على النبي الامي الذي لا نبي بعده وعلى آله واصحابه الذين هم للامة سادة وقادة اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه اما بعد :-

حاضرین کرام ! بالخصوص فاضل مخاطب مولوی شمس علی صاحب حق تعالیٰ ہم سب کو نیک توفیق دے۔ اس وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نالوتوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق بحث ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ حضرت مرحوم بحمد اللہ مسلمان اور مومن کامل تھے۔ کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام ضروریات دین پر اس کا ایمان ہو۔ حضرت محدود نہ صرف تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے تھے بلکہ آپ نے اپنی پیش ہا تصانیف مثلاً تقریر دلپذیر، حجت الاسلام، انتصار الاسلام، قبلہ نما، ومباحثہ شاہ جہانپور وغیرہ میں براہین قاہرہ اور دلائل واضح سے تمام ضروریات دین مثلاً توحید، رسالت، ختم نبوت، قیامت، حشر و نشر، جنت و دوزخ وغیرہ کا ایسا ناقابل انکار ثبوت پیش کیا ہے جو مناظرین اسلام اور خدام ملت کے لئے آج تک چراغِ راہ ہے۔ ایسی حالت میں ان کو کافر کہنا دین والی صاف پر سخت ظلم اور حسب تصریح نصوص شرعیہ معصیت اور گناہ کبیرہ ہے حضور

خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ایسا رجل قال لاخيه كافر فقد باء به احدهما۔

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے ومن رمی مومنا بکفر فهو کفیل (بخاری شریف) صحیحین میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ مذکور ہے وہ بھی ہمارے لئے اس معاملہ میں بہترین سلی ہے ان احادیث کریمہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا کتنا سنگین جرم ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں انتہائی احتیاطوں سے کام لیا ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے۔

لے جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر ضرور لوٹا، یعنی جبکہ وہ شخص فی الحقیقت کافر نہ ہو تو یہ کفر اس کا کرنے والے پر لوٹے گا۔
تے یعنی کسی مسلمان کو کفر کی تہمت لگانا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے (معاذ اللہ)

تے پورا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جنگ میں شریک ہوئے انہوں نے کافروں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جس مسلمان کی طرف چلتا ہے اسی پر ہاتھ صاف کر دیتا ہے یہ اس کی گھات میں لگ گئے اور موقع پا کر اس پر تلوار اٹھائی، عین اس وقت اس نے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پڑھا لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ نہ روکا اور اس کو قتل کر دیا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ پہنچا تو آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اس کو کیوں قتل کر دیا؟ عرض کیا کہ حضور! وہ مسلمانوں میں سے فلاں فلاں کو شہید کر چکا تھا۔ اور جب میں نے اس پر حملہ کیا اور اس نے تلوار کو اپنے سر پر دیکھا تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا تو اس کا یہ لا الہ الا اللہ پڑھنا دل سے نہ تھا بلکہ صرف میری تلوار کے ڈر سے اس نے ایسا کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے اس کا دل پیر کر نہیں دیکھ لیا کہ اس نے دل سے کہا یا خوف سے۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ بتلاؤ قیامت کے دن جب اس کی طرف سے اس کا کلمہ توحید مدعی بن کر آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور میرے لئے استغفار کیجئے۔ اس کے جواب میں بھی بار بار آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کے دن اس کا کلمہ توحید مدعی بن کر آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بار بار آپ نے یہی ارشاد فرمایا تو میں نے تنہا کی کہ کاش میں آج کے دن مسلمان ہوا ہوتا کہ میرا جدید اسلام اس گناہ کو بھی مٹا دیتا۔

کیا مسلمانوں کے ایمان و اسلام پر بے احتیاطی سے حملہ کرنے والے اس عبرت آموز واقعہ سے کوئی سبق لیں گے؟

قد ذکرنا ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون
احتمالا لكفر واحتمال واحد في نفسه فلا يلزم للمفتي والقاضي ان
يعمل بالاحتمال النافي لان الخطاء في ابقاء الف كافر اهل من الخطاء
في ابقاء مسلم واحد۔ (شرح فقہ کبیر مجیدی کاشپور ضہ ۱۹)

اور فقہ حنفی کی مستند معتبر کتابوں مثلاً بحر الرائق و تنویر الابصار وغیرہ میں مذکور ہے

والذی تحرر انه لا یفتی بکفر مسلمہ امکن حمل کلامہ علی محل حسن۔

یہ اور اس قسم کی اور بھی عبارات خود آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی کتاب تہید ایمان میں ذکر کی ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فقہاء کرام کی ان تصریحات سے بے پروا ہو کر آپ
اور آپ کے پیرو مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل بے وجہ اور
محض کسی ناجائز جذبہ کے تحت کافر کہا اس کے لئے بعض ایسی ایسی افسوسناک کارروائیاں کیں جن کی توقع کسی معمولی درجہ کے انسان
سے بھی نہیں کی جاسکتی۔

چنانچہ ایک افسوسناک کارروائی تو انہوں نے یہ کی کہ مولانا مرحوم کے مختلف جگہ کے تین متفرق فقروں کو جوڑ کر ایک مسلسل
عبارت بنائی اور ان کی ترتیب میں بھی الٹ پھیر کر دیا اور کوئی ایسی علامت بھی نہ دی جس سے ناظرین سمجھ سکتے کہ یہ مختلف جگہ کی
عبارتیں ہیں، بلکہ ان کو جوڑ کر بالکل ایک عبارت کر دیا۔ پھر غضب یہ کیا کہ ہر فقرہ کے اول یا آخر کا وہ حصہ نقل کرنے سے
چھوڑ دیا جس سے اس کا اصل مطلب واضح ہو جاتا حالانکہ اس قسم کی ناجائز قطع و برید سے تو ہر کلام کو کفر بنایا جاسکتا ہے۔

۹۹۔ علامہ مذہب نے ذکر کیا ہے کہ جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو جبکہ اس میں نہ تو اسے احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اس کی نفی کا ہو
تو مفتی اور قاضی کو چاہئے کہ اسی نفی والے احتمال پر عمل کرے کیونکہ ہزار کافروں کو باقی رکھنے میں خطا ہو جانا ایک مسلمان کے فنا کرنے میں
خطا ہو جانے سے کم خطرناک ہے۔ ۱۰۔

۱۱۔ اور جو کچھ منقح ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کے کفر یا فتویٰ نہیں دیا جائیگا جس کے کلام کو کسی اچھے محل پر محمول کرنا ممکن ہو۔ ۱۲۔
۱۳۔ اور اسی الٹ پھیر کی وجہ سے تمذیر الناس کے ان فقروں کا مطلب بالکل بدل گیا۔ ۱۴۔

بہر حال چونکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے عبادات تہذیباً نئی میں گاجائز قطع و برید کر کے اسی سے منہم نبوت کا انکار نکالا ہے اور پھر اسی بنیاد پر کفر کا حکم لگایا ہے اس لئے ان کا وہ فتوے ہم کو قابل اعتبار نہیں۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ دفع غلبان کے لئے ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دوں جن کو توڑ جوڑ کر فاضل بریلوی نے ایک کفریہ مضمون بنایا ہے لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ پہلے اختصار کے ساتھ لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق مولانا نانوتوی مرحوم کا مسلک واضح کر دیا جائے۔ پہلے بطور تمہید میں یہ بتلادینا چاہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی خاتمیت ثابت ہے۔ ۱۔

ایک زمانی جن کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ دوسرے خاتمیت ذاتی جن کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض۔ جس طرح کہ آفتاب روشنی کے ساتھ باذن اللہ تعالیٰ بلا کسی دوسرے واسطے کے موصوف ہے اور دوسرے ستارے اس کے واسطے سے روشن ہیں ایسے ہی حق تعالیٰ نے حضور کو براہ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سراپا نور کے واسطے سے۔ اور اسی کا نام ہماری اصطلاح میں خاتمیت ذاتیہ ہے۔ بہر حال مولانا نانوتوی مرحوم کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن عزیز میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں یعنی صرف زمانی۔

پس تفسیر خاتم النبیین کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حاصل بس یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر فاضل بریلوی نے ایک کفر کا مضمون بنالیا ہے ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴۱ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر ”تکذیر الناس“ کی پوری عبادت اس طرح ہے۔

۱۔ غرض اختتام اگر باین معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم

ہونا بدستور باقی رہتا ہے ۹

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمت ذاتی کے متعلق ہے نہ ربانی کے متعلق : حذف کر کے ایک ناتمام فقرہ نقل کر دیا اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ اٹھائیس کے ایک فقرہ کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے درمیان میں ختم فقرہ کا نشان (ڈبل) بھی نہیں دیا پھر اس فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی اس موقع پر پوری عبارت اس طرح ہے۔

” ہاں اگر خاتمت بمعنی القصاص ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس پچھراں نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مسائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اس عبارت میں بھی خان صاحب نے یہ کارروائی کی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے ناظرین کو صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمت ذاتی کا ذکر ہے نہ زمانی کا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے متعلق بھی مصنف تحذیر الناس کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا اس اہم حصہ کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے یک قلم حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ کو نقل کر دیا۔ اور دوسری افسوسناک کارروائی یہ کہ اس ناتمام فقرے کو بھی صفحہ سر کے ایک ناتمام فقرے سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈبل تک نہیں دیا۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

یہی خاتمت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

لے حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۳۸ کے فقرہ کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے وہ تحذیر الناس کے تیسرے فقرہ کا ہے اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس وہیں سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

» بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کر لے چاہئیں

تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ

آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا

کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں «

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے

بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں مہر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔

اس کے بعد میں آپ کو یہ بھی بتلادینا چاہتا ہوں کہ اسی تحذیر الناس میں حاجی مولانا مرحوم نے حضور سرور عالم صلی

اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کی بار بار تصریح فرمائی ہے اور اس کے منکر کو صریح لفظوں میں کافر لکھا ہے چنانچہ اس

کے تیسرے ہی صفحہ پر اس فقرہ کے بعد جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، مولانا مرحوم

ارقام فرماتے ہیں۔

» بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور (یعنی سد باب

درعیان نبوت) خود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دو بالا ہو جاتی ہے «

نیز اسی » تحذیر الناس « کے صفحہ ۱۰ پر مولانا مرحوم اپنے مدعا کی توضیح سے فارغ ہو کر اتمام

فرماتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اے بہر حال مولانا کا کلام یہاں خاتمیت فاتی میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کہے کہ آپ کے بعد اور نبی آ سکتے

ہیں تو مولانا محمد قاسم کے نزدیک بھی وہ کافر ہی ہوگا جیسا کہ ان کی مثل کی اس عبارت سے واضح ہے جو آئندہ آتی ہے۔ ۲

سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے۔ در تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی او کما قال جو لفظ ہر بطرز مذکور اسی لفظ لفظ انبیین سے مانور ہے اس باب میں کافی ہے کیوں کہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات قرآن و وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کی پانچ زبردست دلیلیں ذکر

فرمائی ہیں۔

- ۱۔ یہ کہ حضور اقدس کے لئے خاتمیت زمانی نص خاتم النبیین سے بدالت مطابقی ثابت ہو اس طور پر کہ خاتم کو ذاتی و زمانی سے مطلق مانا جائے۔
- ۲۔ یہ کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقی ہو۔
- ۳۔ یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقی ہو اور دوسرے پر التزامی۔ اور ان تینوں صورتوں میں خاتمیت زمانی نص قرآن سے ثابت ہوگی۔
- ۴۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے۔
- ۵۔ یہ کہ اجماع امت سے ثابت ہے۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ خاتمیت زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسری ضروریات و قطعیات دینی کا۔

تخذیر الناس کی ان زبردست اور واضح تصریحات کے بعد یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا گیا ہے انصاف اور دین پر سخت ظلم ہے۔ پھر اس قسم کی تصریحات تذخیر الناس میں ایک یا دو جگہ نہیں بلکہ مشکل سے اس کا کوئی صفحہ اس کے ذکر سے خالی ہوگا۔ اس وقت میں تذخیر الناس کی صرف ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں جس میں مولانا ناتوازی

مرحوم نے ایک نہایت ہی عجیب و غریب فلسفیانہ انداز میں ختم نبوت زمانی کو بیان فرمایا ہے۔ تحذیر الناس کے صفحہ ۲۱ پر ہے۔

” در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے لئے یہ حرکت غنتی ہو جائے سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذات محمدی ملتی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان زمین و زمان کو شامل ہے “

پھر اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ۔

” منجملہ حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی یقینی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلعم وہ حرکت مہمل بسکون ہوتی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ “

(تحذیر الناس ص ۲۱)

ختم نبوت زمانی کے متعلق یہ تینوں عبارتیں خود تحذیر الناس کی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے سخت ترین ظلم ہے۔ وسیعہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

الحمد للہ کہ میری اتنی تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا الزام محض بے بنیاد ہے۔ پس ان پر کفر کا جو فتویٰ دیا گیا تھا وہ کافور ہوا، اسلام غالب آیا اور کفر مغلوب ہوا۔

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ واللہ یمدی من یشاء الی صراط مستقیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلمی العظیم۔

دستخط : محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

حضرت مولانا نے اپنا یہ تحریری بیان پڑھ کر سنایا اور اس کی ایک نقل دستخط فرما کر مولوی حشمت علی صاحب کے حوالہ دہی وقت کی تنگی کی وجہ سے مولانا اپنے اس بیان تحریری کی توضیح میں مستقل طور پر کوئی مہسوط تقریر نہ فرما سکے بلکہ اس بیان کو سناتے ہوئے ضمنی طور پر اس کے اہم اجزاء کی شرح فرماتے گئے بالخصوص تحذیر الناس کی جو عبارات اس بیان میں

آگئی ہیں ان کی وضاحت کی طرف آپ نے خاص توجہ فرمائی اور بحث کے اس پہلو پر آپ نے بہت کافی روشنی ڈالی کہ تحذیر الناس کی مختلف عبارات میں تحریف کر کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو ایک مسلسل عبارت بنا کر تحذیر الناس کے حوالے سے لکھی ہے اس کو ہرگز تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا اور اس کے مضمون اور عبارات تحذیر الناس کے اصل مطلب میں زمین و آسمان اور کفر و اسلام کا فرق ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر کے حوالے سے جو ایک مسلسل عبارت نقل کی ہے اس سے ہر خالی الذہن یہی سمجھے گا کہ صاحب تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں اور اس کے بعد بھی اور نبی آسکتے ہیں اور وہ محاذ اللہ عقیدہ ختم نبوت زمانی کو غلط اور باطل سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص تحذیر الناس کی اصل عبارت کو اپنی اپنی جگہ دیکھے تو اس کو کبھی یہ وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ان کا مطلب وہی سمجھے گا جو میں نے اپنے تحریری بیان میں عرض کیا ہے بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کی نقل کردہ عبارت سے ختم نبوت سے جو انکار بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ صرف مولوی صاحب موصوف کی مجددانہ تحریف کا نتیجہ ہے۔ ورنہ تحذیر الناس کے مصنف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دامن بجد اللہ اس داغ سے پاک ہے۔

چونکہ مولانا کی آئندہ تقریروں میں یہ مضمون زیادہ تفصیل سے آنے والا ہے اس لئے یہاں ہم نے نہایت مختصر خلاصہ پر اکتفا کیا ہے۔

مولوی حسمت علی صاحب کا پہلا تحریری بیان

عبارات تحذیر الناس کے متعلق مولانا محمد منظور صاحب مدیر الفرقان کا بیان دعویٰ ناظرین ملاحظہ فرمائیے اس کے جواب میں مولوی حسمت علی صاحب نے جو تحریری بیان پیش کیا تھا وہ مجنبہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے چونکہ مولوی حسمت علی صاحب اپنا یہ بیان مولانا محمد منظور صاحب کا بیان دعویٰ دیکھنے سے پہلے ہی محض اٹکل سے لکھ کر لائے تھے اس لئے اس میں بہت سی چیزیں ایسی بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے جن کا مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں کوئی ذکر بھی نہ تھا۔

ناظرین کی بصیرت کے لئے کہیں کہیں ہم اس پر مختصر نوٹ بھی لکھیں گے لیکن اصل تحریر میں کسی قسم کی کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ناظرین کرام وہ بیان تحریری ملاحظہ فرمائیں۔

(مرتب)

بسم الله الرحمن الرحيم ۷۸۶
الله رب محمد صلی علیہ وسلم

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جس طرح ضروریات دین میں ہے اسی طرح خاتم النبیین کے یہ معنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اقدس تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد اور حضور سب سے پچھلے نبی ہیں یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی ضروریات دین میں سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کسی نبی جدید کا مبعوث ہونا ختم نبوت کے منافی ہے اس طرح یہ مسئلہ بھی ضروریات دین میں سے ہے کہ حضور کے بعد بھی کسی نبی جدید کا مبعوث ہونا ختم نبوت کے منافی ہے۔ یعنی اگر حضور کے زمانہ میں کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا تو، حضور سب سے پچھلے نبی نہ رہتے۔ یا اگر معاذ اللہ حضور کے بعد نبی جدید مبعوث ہو تو بھی معاذ اللہ حضور کا خاتم النبیین ہونا

باقی نہیں رہے گا۔ یہ چاروں مسائل ضروریہ دینیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصف مبارک خاتم النبیین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلہ کا منکر بلکہ اس میں شک کرنا بھی قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس کے صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے۔ ”عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخرین ہیں اگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے یہاں پر عوام کا لفظ اہل فہم کے مقابلہ میں بولا گیا ہے۔ تو عوام سے مراد نا سمجھ لوگ ہوتے تو اس عبارت کا صاف و صریح یہ مطلب ہو گا کہ خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے کچھلے نبی ہیں یہ نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں کیوں کہ اگر یہ معنی ہوں تو مقام مدح میں اللہ عزوجل کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین فرمانا غلط ہو جاتے گا دوسرے مسئلہ کا انکار اور پہلا کفر ہوا۔

تحذیر الناس صفحہ ۱۸ پر لکھا۔ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو تو بھی آپ کا خاتم النبیین ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہ ہو گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اگر کوئی

۱۔ ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح مطلب دلائل کی روشنی میں مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور مولانا کے جوابی بیان میں پھر ملاحظہ فرمائیں گے۔ ۱۲۔ مرتب۔

۲۔ اس عبارت کے نقل کرنے میں یہاں ایک موردی خیانت تو یہ کی گئی ہے کہ عبارت نامتام و ناقص نقل کی گئی ہے جس طرح مولوی احمد رضا خان صاحب نے محام اکبرین میں نقل کی تھی۔ ناظرین کرام پوری عبارت ص۔ پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی دیں معلوم کر چکے ہیں کہ اس خیانت سے عبارت کے مطلب پر کیا اثر پڑتا ہے لیکن خیر یہ خیانت قوموردی اور قیدی ہے اسلئے اس کی ہم کو زیادہ شکایت نہیں البتہ ایک جدید کارروائی یہ کی گئی ہے کہ تحذیر الناس کی اصل عبارت اس طرح تھی ”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو“ مولوی حشمت علی صاحب نے اس میں ایک لفظ ”پیدا“ اپنی طرف سے بڑھا کر اس طرح لکھا ہے ”اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو“ اور اباب بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ اگر ہم بدگمانی سے کام لیں تو (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

نبی مبعوث ہو جاتا تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آتا۔ یہ تیسرے مسئلے کا انکار اور دوسرا کفر ہوا۔

تحدیر الناس صفحہ ۲۸ پر لکھا۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق

نہ آئے گا۔ اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی اگر کوئی نبی جدید مبعوث ہو جائے تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ خلل نہیں پڑے گا۔ یہ چوتھے مسئلے کا انکار اور تیسرا کفر ہوا۔

ان ہی تینوں عبارتوں کو تلیخیص کے ساتھ علماء حریمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا اور علماء حریمین علیہین نے مولوی قاسم صاحب نانوتوی پر کفر و ارتداد کے فتوے کی تصدیق فرمائی جو حسام احقرین شریف میں موجود ہے۔

۱۔ حسام احقرین شریف پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ تحدیر الناس کی تینوں عبارتیں بے ترتیب لکھ دیں اس لئے کفری معنی پیدا ہو گئے اور اسی وجہ سے علماء حریمین محترمین نے فتوے کفر نانوتوی کی تصدیق فرمادی لیکن یہ اعتراض اس وقت صحیح ہوتا کہ معنی کفری بے ترتیب لکھ دینے سے پیدا ہو جاتے ہم نے ابھی بتا دیا ہے کہ تحدیر الناس کی تینوں عبارات مذکورہ میں علیحدہ علیحدہ تین مستقل کفر ہیں۔ پہلی عبارت میں ختم نبوت کے اس معنی کو کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں عوام کا خیال ٹھہرایا یہ بھی کفر قطعی ہے۔ دوسری عبارت میں حضور کے ہم زمانہ نبی کی لعنت کو ختم نبوت

دہلیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کہہ سکتے ہیں کہ نہایت افسوسناک بحرمانہ ضیانت ہے لیکن ہمارے حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ نادانستہ طور پر قلم کی لغزش سے یہ لفظ نکل گیا ہے بہر حال دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ ان کثرت بیچ حق محبت ادا نہ کر دیا کہ بہر دست دباؤ نے قابل دعا نکرد۔ ۱۳۔ مرتب غفرلہ

۱۔ ناظرین کرام تحدیر الناس ص ۱۲ کی پوری عبارت اور اس کا صحیح مطلب مولانا نعمانی مظلّم کے بیان دعویٰ میں ص ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیے ۱۳۔ مرتب غفرلہ

۲۔ تحدیر ص ۱۲ کا یہ فقرہ بھی ناقص نقل کیا گیا ہے پوری عبارت اور اس کا صحیح مطلب قارئین کرام مولانا نعمانی مظلّم کے بیان دعویٰ میں ص ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیے ۱۳۔ مرتب غفرلہ۔

۳۔ مولانا حسام احقرین میں تلیخیص نہیں بلکہ صریح تحریف سے کام لیا گیا ہے جس کا بین ثبوت مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں گورچکا ہے اور تفصیلی ثبوت مولانا مدرج کے جوابی بیانات میں آئندہ آئے گا۔ ۱۴۔ مرتب غفرلہ۔

۴۔ جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے ثبوت گورچکا اور آئندہ بھی آئیگا مگر افسوس تو یہ ہے کہ آپ نے مولانا نعمانی مظلّم کا بیان دعویٰ دیکھنے سے پہلے ہی بیان تحریری لکھ لیا۔

کے ساتھ غیر منافی بتایا یہ بھی کفر قطعی ہے۔ تیسری عبارت میں حضور کے بعد کسی خستہ نبی کے مبعوث ہو جانے کو ختم نبوت میں غیر مغل بتایا۔ یہ بھی کفر قطعی ہے۔ تو تین عبارتوں میں تین مستقل قطعی لفظی کفر ہیں۔ تینوں عبارتیں ترتیب کے ساتھ لکھی جاتی ہیں جب بھی تین کفر ہوتے، بے ترتیب لکھی گئیں اب بھی تین کفر ہیں۔ بلکہ اگر تینوں میں سے صرف ایک ہی عبارت لکھی جاتی تو بھی نانو تو می صاحب پر کفر قطعی کا فتوے صحیح ہوتا لہذا بے ترتیب لکھ دینے کا اعتراض محض غلط و باطل ہے۔

۲۔ حسام المحرمین شریف پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت یوں ہے۔ اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ لیکن حسام المحرمین شریف میں عربی ترجمہ یہ کیا گیا کہ لا فضل فیہ اصلا عند اهل الفہم اس غلط ترجمہ کی بنا پر فتوئی کفر کی تصدیق علماء کرام حرمین شریفین نے فرمادی مگر اسی عبارت تحذیر الناس میں یہ بھی موجود ہے کہ ”مہجر مقام مدح میں ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے“ اس کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو حضور کی مدح و تعریف میں بیان کیا جائے تو مطلقاً اس وصف کریم میں فضیلت ہونے ہی کا انکار ہوا، نانو تو می صاحب کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی نبی کی نبوت بالذات نہیں بلکہ ان سب کی نبوت بالعرض ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی یہ ثنا و تعریف کرنا باطل ہے کہ اللہ عز و جل نے ان کو نبوت عطا فرمائی اور جب آپ یہ نہیں کہہ سکتے تو ثابت ہو گیا کہ لفظ بالذات محض دھوکہ دینے کے لئے بالکل مہمل اور بے معنی لکھا ہے اور اس عبارت تحذیر الناس کا مضمون وہی ہے جو حسام المحرمین شریف میں بزبان عربی پیش کیا گیا تو اب لفظ بالذات کا نکال دینا ہرگز تحریف نہیں ہو سکتا اور اصولاً منقول عنہ کا بعینہ نقل کرنا ضروری بھی نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہئے تو لفظ بالذات نکال دینے

۱۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے بیان دعویٰ میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا نہ اشارۃ نہ صراحتہ نہ تقریراً نہ تحریراً مگر چونکہ مولوی حسام علیؒ کے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے رات ہی میں یہ جوابی بیان لکھ لیا تھا اس لئے آپ نے مکمل سے یہ سمجھ کر کہ مولانا یہ اعتراض بھی پیش فرمائیں گے جواب دینے کی بجائے سود کوشش کی ہے لیکن آئندہ بیانات میں مولانا نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ۱۶ مرتبہ غفرلہ

پر بھی آپ کے اعتراض کا غلط و باطل ہونا ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

۳۔ خود مولوی قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس کے اسی صفحہ ۲ پر اسی عبارت کے آگے چل کر لکھتے ہیں۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے۔ دیکھئے اس عبارت میں صاف اقرار کر لیا کہ جس طرح قد اور قامت و شکل و رنگ وغیرہ کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں اسی طرح حضور کے سب سے پچھلے نبی ہونے کو نبوت یا فضائل میں کچھ دخل نہیں سب سے پچھلے نبی ہونے میں حضور کی کوئی فضیلت ہی نہیں ہے کہنے اب تو خود مصنف کتاب نے اقرار کر لیا کہ آخر الانبیاء ہونے میں ہرگز کچھ فضیلت نہیں۔ کہنے لفظ بالذات کے نکال دینے پر آپ کا اعتراض خود نانوتوی صاحب کے اقرار سے غلط و باطل ہوا یا نہیں ع

مدعی لاکھ پھبھاری ہے گو ابھی تیری

مسلمانوں اس کو کہتے ہیں کہ حق وہ ہے جو سر پہ پڑھ کے بولے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ یہ کہنا کہ تحذیر الناس کا تو موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی وغیرہ کی حمایت و حفاظت ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے دیا نندی آریہ کہتے ہیں کہ ویدوں کا تو موضوع ہی توحید الہی کو صاف کرنا ہے ویدوں میں کوئی ایک لفظ ایسا نہیں ہے جس سے بت پرستی کا جواز ثابت ہو سکے۔

۵۔ آپ نے کہا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ قادیانی لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں، پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس سوال کا جو جواب آپ قادیانیوں کو دیں گے وہی ہماری طرف سے اپنے مقابل سمجھ لیجئے۔

۶۔ آپ نے کہا کہ اس طرح قرآن پاک سے بھی کفر نکل سکتا ہے۔ مثلاً کوئی بے دین یوں کہہ دے ان الابرار لفی جحیم اور ان الفجار لفی نعیم مگر جناب اس بے دین نے دونوں جملوں کو توڑ کر دو ٹکڑے کر دیتے پہلے جملہ کا ابتداء دوسرے جملہ کی خبر کے ساتھ اور دوسرے جملہ کے ابتداء کو پہلے جملہ کی خبر کے ساتھ لگا دیا۔ لیکن اگر ان دونوں جملوں میں کوئی تغیر نہ کیا جائے صرف ترتیب کو بدل دیا جائے اور یوں کہا جائے ان الفجار لفی جحیم وان الابرار لفی نعیم تو اب ہرگز کفر کے معنی نہیں نکل سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دینا سے

ہرگز معنی نہیں بدل سکتے۔ تحذیر الناس کی تینوں عبارتیں تین مستقل جملے ہیں تو صرف ان کی باہمی ترتیب بدلنے سے کیونکر معنی بدل گئے۔

۱۔ آپ نے لکھا ہے خاتم النبیین کو صرف اس معنی میں حصر کرنا کہ حضور سب سے پہلے ہی ہیں اسکو عوام کا خیال بتایا ہے حالانکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ آیت کریمہ صرف اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور جو شخص اس کے ظاہری معنی کے سوا کوئی اور معنی لے وہ قطعاً کافر ہے۔ ملاحظہ ہو ختم النبوة فی الآثار۔

۸۔ قادیانیوں کو آپ کس جرم پر کافر کہتے ہیں۔ انکار ختم نبوت کا سبق قادیانیوں کو نانوتوی صاحب نے دیا ہے تاکہ قادیانی اپنے مناظروں میں مناظرین اہلسنت کے مقابل تحذیر الناس کی عبارتیں پیش کر دیتے ہیں تو انکار ختم نبوت میں نانوتوی صاحب استاد ہیں اور قادیانی شاگرد ہیں تعجب ہے کہ کفر کا سبق دینے والا تو آپ کے نزدیک پیشوائے مسلمین ہے مگر جس نے کفر کا سبق پڑھ کر یاد کر لیا وہ کافر ہے۔ ہماری اس تقریر سے روشن ہو چکا کہ تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب نے یقیناً ضروریات دین کا انکار کیا اور وہ کافر ہو چکے۔

الحمد لله الذی نصر عبده واعز جنده وهزم احزاب الکفر وحده و

الصلوة والسلام علی حبیبہ الذی لا نبی بعدہ والہ وصاحب المکر میں عنده

فیقر البوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری ضوی مجددی گھنوی غفرلہ

✽

مولوی حشمت علی صاحب نے اپنا یہ بیان تحریری پڑھ کر سنایا اور وقت کی کمی کی وجہ سے اس کے متعلق وہ بھی کوئی مبسوط تقریر نہ کر سکے البتہ مولانا محمد منظور صاحب کی طرح آپ نے بھی ضمنی طور پر کہیں کہیں اپنے مضمون کی وضاحت کے لئے تقریر فرمائی بالخصوص اپنے بیان کے اس حصہ پر آپ نے بہت زور دیا کہ حسام اکھر میں میں تحذیر الناس کی مختلف مقامات

۱۔ اہل علم مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں تحذیر الناس ص ۱۱۱ و ۱۱۲ کی پوری پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ کیا حسام اکھر میں میں ان عبارت کے جو ٹکڑے نقل کئے گئے ہیں وہ مستقل جملے ہیں یا جملہ شرطیہ کے اجزاء ؟ اور پھر مولوی حشمت علی صاحب کی اس قابلیت کی وار دہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب کے آئندہ جوابی بیانات میں بھی یہ بحث آنے لگی۔ ۱۲ مرتب غفرلہ

کی جو عبارات نقل کی گئی ہیں وہ بجائے خود مستقل عبارات اور تام جملے ہیں اور ان میں سے ہر ایک بجائے خود موجب کفر ہے اور ان کی ترتیب بدل جانے سے ان کے مطالب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس پر آپ نے اپنی تقریر میں کئی منٹ صرف کئے اور یہ ثابت کرنے میں پوری کوشش کی کہ تحذیر صفحہ ۳۴ کے فقرہ میں خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی اور مکانی کے عوام کا خیال بتلایا گیا ہے۔ اور صفحہ ۱۴، ۲۸ کی عبارات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ میں اور اس کے بعد بھی کسی نے نبی کے مبعوث ہونے کو جائز اور آپ کی خاتمیت کے لئے غیر منحل بتلایا گیا ہے۔ نیز اپنی تحریر کے اس آخری حصہ پر بھی آپ نے کچھ تقریر فرمائی کہ قادیانیوں کو ختم نبوت کے انکار کا سببی تحذیر الناس ہی سے ملا ہے اور قادیانی مناظرین، مناظروں میں تحذیر الناس کی انہیں عبارات سے استدلال کرتے ہیں لہذا ختم نبوت کے انکار میں قادیانی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ہی کے شاگرد ہیں۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

بہر حال فریقین کے یہ پہلے دونوں تحریری بیان تو اسی طرح پیش ہوئے کہ ان کے ساتھ توضیحی تقریریں بہت مختصر ہوئیں لیکن اس کے بعد کے اکثر بیانات میں فریقین کی طرف سے تقریر کا حصہ تحریر سے زیادہ ہوتا تھا اور تحریر کے ہر نمبر کے پڑھنے کے بعد اس کی توضیح میں کافی تقریر کی جاتی تھی۔ اس لئے ہم آئندہ فریقین کی تحریر و تقریر اس طرح درج کریں گے کہ پہلے تحریر کا ایک نمبر نقل کریں گے اس کے بعد اس کے متعلق جو تقریر کی گئی اس کا خلاصہ لکھیں گے تاکہ ناظرین کرام کو بالکل مناظرہ ہی کا لطف آجائے۔ اور امتیاز کے لئے تحریر کا حصہ حاشیہ تین چھوڑ کر لکھیں گے اور تقریر پوری سطر میں۔ ناظرین کرام ان چیزوں کا لحاظ کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔

مرتب عفرلہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا دوسرا جوابی بیان

بسم الله الرحمن الرحيم ط

فاضل مخاطب جناب مولوی حشمت علی صاحب ! افسوس ہے کہ آپ نے میرے بیان کو بغیر دیکھے ہی جواب لکھ دیا۔ اسی وجہ سے اُس میں بعض ایسی چیزوں کا ذکر کر دیا جن کو میرے بیان سے کوئی تعلق نہیں اور اکثر چیزیں وہ لکھ دیں جن کا جواب خود میرے اُس بیان میں مذکور ہے۔ تاہم اختصار کے ساتھ میں پھر ان چیزوں پر روشنی ڈالتا ہوں اور آپ کی تمام باتوں کا نمبر وار جواب دیتا ہوں۔

۱۔ بے شک ختم نبوت زمانی ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اسی طرح حضور کے زمانہ اقدس میں اور علی ہذا عہد رسالت کے بعد کسی جدید نبی کا مبعوث نہ ہونا یہ بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اور بیشک ان باتوں کا انکار کرنا مستلزم کفر ہے لیکن تحذیر الناس کے متعلق آپ کا یہ فرمانا کہ اس میں ان چیزوں کا انکار کیا گیا ہے بالکل غلط ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

الف ۱۔ تحذیر الناس کے صفحہ ۳۲ والے فقرے میں نفس ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال نہیں بتلایا گیا بلکہ اس معنی میں حصر کرنے کو خیالِ عوام کہا گیا ہے جس کی تفصیل آپ محرکۃ القلم میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ب ۱۔ علی ہذا صفحہ ۱۳ اور صفحہ ۲۸ کے دونوں فقروں کا تعلق بھی ختم ذاتی سے ہے کہ ختم زمانی سے جیسا کہ ان فقروں کے اول اور آخر میں خود مصنف تحذیر الناس کی تصریح موجود ہے لہذا ان سے ختم نبوت

۱۔ محرکۃ القلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا وہ بیان ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتوے حسام الحرمین کے رد میں لاہور کے فیصلہ کن مناظرہ کے لئے آپ نے قلم بند فرمایا تھا وہ چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اب سے ایک سال پہلے مولوی حشمت علی صاحب کے پاس پہنچ چکا ہے (بقیہ حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

زمانی کا انکار یا نبی جدید کی تجویز نکالنا خلاف عقل و دیانت ہے چونکہ ان تینوں فقروں کی کافی تشریح میں اپنے پہلے ہی بیان میں کر چکا ہوں اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ علاوہ ازیں، محرکہ القلم جناب کے پاس موجود ہے اس میں اس بحث کی کافی سے زیادہ توضیح کر دی گئی ہے۔

مرتب :- مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے اس بیان کا یہ پہلا نمبر پڑھ کر سنانے کے بعد اس کی توضیح و تائید میں مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

حاضرین کرام کو میرے پہلے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام اکھرمین میں تحذیر الناس کے حوالہ سے جو ایک مسلسل عبارت کئی سطر کی نقل کی ہے فی الحقیقت وہ تحذیر الناس کے مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس طرح کہ اس میں پہلا فقرہ صفحہ ۱۴۷ کا ہے دوسرا صفحہ ۲۸ اور تیسرا صفحہ ۳۰ کا۔ مولوی حسمت علی صاحب نے اپنے بیان میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں سے ہر فقرہ بجائے خود موجب کفر ہے اور اس کے ثابت کرنے کے لئے آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صفحہ ۳۰ کے فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ ”خاتم النبیین“ کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پچھلے نبی ہیں یہ نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں۔ اور صفحہ ۲۸ کے فقروں کے متعلق آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ کے بعد کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کو جائز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت زمانی کے لئے غیر مغل بتلایا گیا ہے اور یہ سب چیزیں بجائے خود کفر ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کا رد میرے پہلے ہی بیان میں موجود ہے اور اب پھر مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔ صفحہ ۳۰ کی زیر بحث عبارت میں خاتم النبیین کے معنی خاتم زمانی یعنی سب سے آخری نبی کرنے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا گیا بلکہ اسی معنی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے۔ اور اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عوام لفظ خاتم النبیین سے بس ختم زمانی ہی سمجھتے ہیں اور اس میں بالذات کوئی فضیلت نہیں حالانکہ قرآن مجید میں یہ لفظ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے لئے لایا گیا ہے پس اس سے ایسے معنی مراد لینے چاہئیں جس سے حضور کے لئے زیادہ سے زیادہ فضیلت ثابت ہو۔ اور پھر خود ہی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صورت یہ بتلائی ہے کہ اس

لفظ سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے اور چونکہ اس میں بالذات فضیلت ہے اور وہ حضور اقدس کی نہایت اعلیٰ درجہ کی صفت ہے تو جب لفظ خاتم النبیین سے وہ بھی مراد لے لی جائے گی تو اس سے آپ کی بہت زیادہ تعریف نکلے گی جو نہایت ختم زمانی مراد لینے سے نہیں نکلتی۔ پھر مولانا نے علمی رنگ میں اس کی چند صورتیں لکھی ہیں کہ کس طرح اس ایک لفظ خاتم النبیین سے دونوں قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی حضور کے لئے ثابت ہو سکتی ہے۔

میں ان صورتوں کا اجمالی ذکر اپنے پہلے بیان میں کر چکا ہوں۔ ان میں سے آخری صورت جس کو مولانا نے ^۱صفحہ ۹۸ پر لکھ کر خود اپنا مختار قرار دیا ہے یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کے دونوں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت کی یہ دونوں نوعیں ذاتی و زمانی بیک وقت مراد لی جائیں جس طرح کہ آیت کریمہ ”إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ“ میں لفظ رِجْس سے (جس کے معنی نجاست کے ہیں) بیک وقت نجاست کی دونوں نوعیں یعنی نجاست ظاہری اور نجاست باطنی مراد لی جاتی ہیں، پس اس طور پر قرآن مجید کے اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانی اور خاتمیت ذاتی دونوں ثابت ہو جائیں گی اور فضیلت نبوی بہت زیادہ بڑھ جائے گی اور مقام مدح کا تقاضا بھی یہی ہے۔

بہر حال تحذیر الناس صفحہ ۳۱ کی زیر بحث عبارت میں نفس ختم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں کما گیا بلکہ اسی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور جب کہ حضرت مولانا خود بھی حضور کی خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور آپ کو سب سے آخری نبی سمجھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں (جیسا کہ میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں) تو پھر وہ اس کو عوام کا خیال کیوں کر بتلا سکتے ہیں۔ ہاں البتہ وہ اس حصر کے قائل نہیں ہیں کہ حضور کے لئے لفظ خاتم النبیین سے بس یہی ایک قسم کی خاتمیت زمانی ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی حصر کو انہوں نے عوام کا خیال لکھا ہے اور مدلول و مفہوم خاتم النبیین کا صرف ختم زمانی ہی میں حصر کرنا ہرگز ضروریات دین میں سے نہیں کہ اس کے انکار سے کفر لازم آئے۔

۱۔ شراب اور جہیز اور بت اور پالتے یہ سب چیزیں نجس ہیں اور شیطانی کام ہیں۔ اس آیت میں شراب کے ساتھ جوئے وغیرہ کو بھی نجس کما گیا ہے۔ لیکن شراب میں یہ نجاست ظاہری ہے اور جوئے وغیرہ میں باطنی۔ ۱۲۔ مرتب غفرلہ۔

ایسے ہی صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کی زیر بحث عبارات کے متعلق آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور اس کے بعد بھی نئے نبیوں کی بعثت کو جائز اور آپ کی ختم نبوت کے لئے غیر مخل اور غیر منافی بتلایا ہے مجھے افسوس ہے کہ اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خاں صاحب کا اتباع کرتے ہوئے آپ نے بھی ان عبارات کو ناقص اور نامتام نقل کیا ہے۔ میں ان کے اول و آخر کے وہ حصے اپنے بیان میں نقل کر چکا ہوں جن میں یہ تصریح ہے کہ ان عبارات کا تعلق صرف خاتمیت ذاتیہ سے ہے اور مطلب مولانا کا صرف یہ ہے کہ خاتمیت کا وصف ایسا ہے کہ اگر بضر حضور کے زمانہ اقدس میں کہیں اور کوئی نبی ہو یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے اس وصف میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہی حضور کی خاتمیت زمانی وہ بجائے خود مسلم ہے لیکن یہاں اس کو کوئی ذکر نہیں اور یہ بھی غلط ہے کہ حضور کے زمانہ اقدس میں یا اس کے بعد نبی جدید کا مبعوث ہونا اس کے قطعی منافی ہے اور اسی واسطے اس کا ماننے والا خود مصنف تحذیر الناس کی تصریح کے مطابق بھی کافر ہے جیسا کہ ان کی صفحہ ۱۰ کی عبارت اپنے بیان میں نقل بھی کر چکا ہوں۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کی عبارت میں خاتمیت زمانی کا ذکر نہیں ہے بلکہ خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے۔ اور بے شک زمانہ نبوی میں یا بعد زمانہ نبوی کسی نبی کے ہونے سے اُس میں کوئی خلل نہیں آتا اور اس کہنے میں بھی کسی ضرورتی دین کا انکار نہیں، بلکہ یہ کسی دلیل شرعی کے بھی خلاف نہیں۔ لہذا ان میں سے کوئی عبارت بھی موجب کفر نہیں۔ بلکہ سچا اللہ تمام عبارات اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہیں، قصور اس ناقل کا ہے جس نے ان کے نقل کرنے میں خیانت کی اور پھر ترتیب بدل کر اس میں کفری معنی ڈالنے چاہے۔ آپ نے اپنے اس بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ عبارات کی ترتیب بدل دینے سے مطلب نہیں بدلا اس کے جواب میں میں نے لکھا ہے کہ

۲۔ بے شک تحذیر الناس کے تینوں فقروں کی ترتیب بدل دینے اور ان کو مسلسل ایک عبارت بنا دینے سے اس کا مضمون اور مطلب بدل گیا۔ جیسا کہ ہر اُردو داں صاحب فہم سمجھ سکتا ہے پس ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تحریف اور ناجائز قطع و برید سے کفری معنی پیدا ہو گئے ورنہ تینوں فقرے اپنی جگہ پر بالکل بے غبار ہیں۔

اس کی توضیح و تائید میں میں صرف اتنا عرض کر دوں گا کہ میں اپنے پہلے بیان میں تینوں فقرے الگ الگ لکھ

چکا ہوں اور اس کا مطلب بھی عرض کر چکا ہوں۔ جس کی آپ نے نہ کوئی تردید کی ہے اور نہ کر سکتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر الگ الگ تحذیر الناس کی ان عبارات کو کوئی شخص دیکھے تو وہ ان کا وہی مطلب سمجھے گا جو میں نے عرض کیا اور وہ ہرگز موجب کفر نہیں، لیکن اگر کسی کے سامنے وہ عبارت رکھ دی جائے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کے فقروں میں تحریف اور قطع و برید کر کے حسام اکھرین میں نقل کی ہے تو اس کا مطلب ہر شخص یہ سمجھے گا کہ ”مصنف تحذیر الناس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اور آپ کے بعد بھی اور ستمیوں کا آنا جائز ہے اور آپ کی منتم نبوت کے منافی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا ایک غلط خیال ہے اور اس میں حضور کی کوئی فضیلت نہیں“ اور یہ یقیناً موجب کفر ہے۔ بہر حال یہ کفری معنی صرف مولوی احمد رضا خان صاحب کی تحریف اور فقروں کی باہمی ترتیب بدل دینے سے پیدا ہوئے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے عبارت تحذیر الناس کے عربی ترجمے کو علماء بحرین شریفین کے سامنے پیش کرنے میں ایک نہایت افسوسناک خیانت یہ کی تھی کہ تحذیر صفحہ ۳ کی عبارت میں یہ جملہ تھا کہ ”مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ قدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ اس جملہ کا عربی ترجمہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے تکیزی فتویٰ حسام اکھرین میں یہ کیا تھا کہ ”مع انه لا فضل فی اصلاً عند اهل الفہم اہل فہم کے نزدیک آپ کے آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں۔ مگر چونکہ ان کی یہ خیانت عربی میں تھی اور اس کو عربی دان حضرات ہی سمجھ سکتے تھے اس لئے میں نے اس مجمع میں اس کو پیش کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور بالقصد اس کو ذکر کرنے سے بھڑوڑ دیا تھا حالانکہ میں اپنے مطبوعہ مضمون ”معركة القلم“ میں پوری تفصیل سے اس پر کلام کر چکا ہوں۔ مگر مولوی حسام علی صاحب نے چونکہ اپنا یہ بیان محض اٹکل سے لکھا ہے اس لئے آپ نے یہ سمجھ کر کہ شاید منظور اس کو یہاں بھی پیش کرے گا اس میں اس کا جواب دینے کی بھی کوشش کی ہے۔ میں نے آپ کے بیان کے اس حصہ کے جواب میں عرض کیا ہے۔

۳۔ اگرچہ میرے بیان میں فضیلت بالذات اور فضیلت بالعرض سے تعرض نہیں کیا گیا ہے اور عربی ترجمہ

میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو خیانتیں کی ہیں اس وقت میں نے ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن آپ نے از خود اس کو محسوس کر کے جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر اس حیثیت عذر گناہ بدر از گناہ کی ہے۔ یہ چیز بالکل واضح ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے

(اور وہ بھی مطلق تقدم و تاخر زمانی سے۔ مرتب) اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے عربی ترجمہ میں
 ”مع از لا فضل فیہ اصلاً“ لکھ دیا جو ہرگز عبارت تحذیر الناس کا صحیح ترجمہ نہیں۔

اس کی تائید میں میں اس کے سوا کچھ نہیں عرض کرنا چاہتا کہ دنیا کے منصف مزاج عربی دان اور اُردو دان
 کے سامنے تحذیر الناس کی عبارت اور اپنے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ رکھ دیکھتے اور اس سے فیصلہ کر لیجئے کہ اس ترجمہ میں زبردست
 خیانت ہے یا نہیں ؟

مولانا نانوتوی فرماتے ہیں کہ ”اہل فہم کے نزدیک تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ اور
 آپ کے اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ ”محضور کے آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں“ کیا دنیا کا کوئی
 صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ اس ترجمہ میں خیانت نہیں کی گئی ؟

آپ نے اس موقع پر فقرہ زیر بحث سے لحد کی جو عبارت پیش کی ہے شاید اس کے سمجھنے کی آپ نے کوشش نہیں
 کی۔ سنئے قاعدہ یہ ہے کہ مقام مدح میں ممدوح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو
 محدث بھی ہو مفسر بھی ہو اور ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہو تو اس کی مدح کے موقع پر صرف اتنا ہی نہیں کہا جائے گا
 کہ وہ حافظ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کے بجائیں گے۔ پس ایسے ہی سمجھئے کہ مولانا محمد قاسم
 صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیت زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالعرض فضیلت ہے۔
 اس لئے لفظ خاتم النبیین سے اگر صرف خاتمیت زمانی ہی مراد لی جائے گی تو پھر مقام مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکر صحیح
 ہوگا۔ ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے تو یہی لفظ مقام مدح کے لئے بہت زیادہ مناسب ہوگا
 کیونکہ یہ خاتمیت ذاتی محصور کی نہایت اعلیٰ صفت ہے اور اس سے محصور کا بنی بالذات اور بنی الانبیاء ہونا ثابت
 ہوتا ہے اور بالذات فضیلت ہے لہذا اس سے آپ کی بہت زیادہ تعریف نکلے گی جو مقام مدح کے لئے زیادہ مناسب
 ہے۔ غور کیجئے اس میں ختم زمانی کی مطلق فضیلت سے انکار نہیں بلکہ اس میں فضیلت بالذات نہ ہونے کی بنا پر یہ کہا گیا
 ہے کہ صرف اُس کا ذکر کرنا (اور محصور کے اعلیٰ اوصاف کو چھوڑ دینا) مقام مدح کے مناسب نہیں۔

آپ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی سوال کیا ہے کہ ان کی نبوت قابل مدح ہے یا نہیں ؟

جناب والا ! ان کی نبوت ضرور قابل مدح ہے اور ہر نبی کی نبوت میں بالذات فضیلت ہے۔ شاید آپ نبوت بالذات

اور فضیلت بالذات کو ایک چیز سمجھ رہے ہیں۔ مہربانم! تحذیر الناس کی عبارت کو غور سے دیکھئے اس کے بعد اعتراض کیجئے وہ علی کتاب ہے اس کے سمجھنے کے لئے بھی علم کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلہ میں آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۳ کی ایک اور عبارت بھی نقل کی ہے اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ صاحب تحذیر الناس حضرت مولانا نانوتوی مرحوم کے نزدیک حضور کے آخری نبی ہونے میں آپ کی کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

حالانکہ اگر آپ معمولی غور و فکر سے بھی کام لیتے تو اسی عبارت سے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ مولانا کے نزدیک اس میں فضیلت بالعرض ہے۔ غور فرمائیے اُس عبارت میں حضور کے اس وصف کو آپ کے دوسرے اوصاف جمیلہ حسب و نسب وغیرہ سے تشبیہ دی گئی ہے تو کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ حضور کے حسب و نسب وغیرہ اوصاف میں کوئی فضیلت ہی نہیں ہے اور ضرور ہے مگر وہ فضیلت بالعرض ہے اور اُس کو بالذات نبوت اور فضائل میں دخل نہیں۔ پس ایسے ہی ختم زمانی کو بھی سمجھ لیجئے۔

بہر حال تحذیر الناس صفحہ ۳ کی اُس عبارت سے آپ کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ کے بیان کے اس نمبر کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۴۔ بے شک جب کہ تاخیر زمانی اپنی خصوصیات اور فضائل عرضیہ سے الگ کر کے دیکھا جائے

تو وہ دوسرے اوصاف مذکورہ فی التحذیر کی طرح ایک وصف ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اس میں سرے سے کوئی فضیلت ہی نہیں ہے۔ تحذیر الناس کے اسی صفحہ پر یہ عبارت ملاحظہ کیجئے

”بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے

اور فضیلت نبوی دو بالا ہو جاتی ہے“ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم ختم زمانی میں

فی الجملہ فضیلت تسلیم فرماتے ہیں۔ اور صفحہ ۱۰ کی عبارت میں اپنے بیان دعویٰ میں پیش کر چکا ہوں

جس میں حضرت مولانا مرحوم نانوتوی نے ختم زمانی کے منکر کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ پس

یہ کہنا کہ مولانا مرحوم ختم زمانی کے منکر ہیں یا ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں لیتا ایک

مجربانہ عبارت ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی و مکانی کی حمایت و حفاظت ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آریہ کہتے ہیں کہ دید کا موضوع ہی توحید کی حمایت ہے اس میں بت پرستی کا ذکر بھی نہیں اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۵۔ تحذیر الناس کا موضوع بے شک حضور کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی و مکانی کا تحفظ ہے

اور اس سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کہیں ختم نبوت کا ذکر نہیں۔

میرے اس دعوے کے ثبوت کے لئے تحذیر الناس کی وہ عبارات کافی ہیں جو میں اپنے پہلے بیان میں پیش کر

چکا ہوں۔

میں نے اپنے بیان میں تکفیر مسلم کے متعلق بعض وعیدی حدیثیں ذکر کی تھیں اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ قادیانی

بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں پھر تم ان کو کیوں کافر کہتے ہو؟ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۵۔ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد کی نبوت کے اقرار کی وجہ سے قطعاً و اجاباً کافر

ہیں ان کی تکفیر ہرگز وعید کے تحت میں داخل نہیں ہے اور جماعت دیوبند کو ان پر قیاس کرنا قیاس

مع الفارق ہے جس کی دلیل خود میرا بیان دعویٰ ہے۔

میں اس کی توضیح میں صرف اس قدر عرض کروں گا کہ حدیث شریف میں بے محل تکفیر پر وعید آتی ہے اور

حضرات علماء دیوبند اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی تکفیر بے شک بے محل ہے جس کا ثبوت میں دے چکا اور دے رہا ہوں

بخلاف قادیانیوں کے کہ ان کی تکفیر بے محل ہے اور اس پر کوئی وعید نہیں۔ (خافرقا)

میں نے اپنے بیان میں عرض کیا تھا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس طرح عبارات تحذیر الناس میں

تحریف اور ان کی ترتیب میں الٹ پھیر کر کے اُس سے کفر کا مضمون نکالا ہے اس طرح تو آیات قرآنی میں بھی تحریف اور

الٹ پھیر کر کے ان سے بھی معاذ اللہ کفری مضامین نکالے جاسکتے ہیں اور مثال کے طور پر میں نے آیت کریمہ ”ان

الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم“ کو پیش کیا تھا اور عرض کیا تھا کہ اگر کوئی بد نصیب

اس کے کلمات کی ترتیب بدل کر یوں کہے ”ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم“ (معاذ اللہ)

توضیح کفر ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہاں کفر معنی اس لئے پیدا ہو گئے کہ آیت کے جملوں کو درمیان سے توڑ دیا گیا ہے اگر مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دی جائے تو اس سے مضمون نہیں بدلے گا اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کے جملوں کو درمیان ہی سے توڑا ہے۔ صفحہ ۱۲۔

اور صفحہ ۲۸ کے دونوں فقروں کے ابتداء میں ”بلکہ“ کا لفظ پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس سے پہلی عبارت

جس پر یہ متفرع ہے توڑ دی گئی ہے۔ پس آپ کے مقرر کردہ اصول پر بھی مولوی احمد رضا خان صاحب

منیانت مجرمانہ کے مرتکب ہوئے کیوں کہ صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے دونوں فقرے توڑ دیئے گئے ہیں

پس میری مثال کجھ اللہ بالکل صحیح ہے۔

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین سے صرف

خاتم زمانی ہی مراد ہے اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۸۔ خاتم النبیین کا صرف ختم زمانی میں منحصر کرنا ہرگز اجماعی مسئلہ نہیں ہے۔ جن بزرگوں کے کلام

سے حصر کا شبہ ہوتا ہے وہاں حصر نہیں بلکہ تاویلات ملاحظہ کی نفی مقصود ہے اور کیوں کہ کوئی حصر

کی جرات کر سکتا ہے جب کہ حدیث صحیح میں وارد ہے لکل ایۃ منها ظہر و بطن

ولکل حد مطلع ”یعنی ہر آیت قرآنی کے لئے ایک ظاہر معنی میں و جن کو تمام اہل علم سمجھ

سکتے ہیں، اور ایک اندرونی معنی ہیں و جن کو راسخین فی العلم ہی سمجھ سکتے ہیں، اور ہر ایک کو معلوم

کرنے کی سبیلیں الگ الگ ہیں۔ مرتب غفرلہ۔ اس موقع پر ذرا الدولة المعکیۃ کا

صفحہ ۳۴ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس مضمون کو (یعنی قرآن مجید کی ایک

ایک آیت بلکہ ایک ایک لفظ سے کئی کئی معنی اور مطلب نکالنے کو) نہایت تفصیل سے لکھا ہے

پھر آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ خاتم النبیین سے صرف ختم زمانی مراد لینے پر اجماع ہو چکا ہے۔

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ مرزائیوں نے ختم نبوت کے انکار کا سبق مولانا محمد قاسم صاحب

سے سیکھا ہے اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۹۔ قادیانی جس طرح قرآن کریم اور احادیث میں تحریف کر کے اجرائے نبوت ثابت کرنا چاہتے

ہیں اسی طرح مولوی احمد رضا خاں صاحب سے سیکھ کر انہوں نے تحذیر الناس کی عبارات سے بھی اجرائے نبوت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے پس اس معاملہ میں قادیانیوں کے اُستاد آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہوئے ، ہم اُن مرزائیوں کی ان تحریفیات کا ان کو بھی جواب دیتے ہیں اور آپ کو بھی ۔

بہر حال قادیانیوں کو تحذیر الناس سے انکار ختم نبوت ثابت کرنے کا سبق آپ کے اعلیٰ حضرت ہی سے دیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے اس افتراء سے پہلے کسی قادیانی نے تحذیر الناس کے متعلق یہ افتراء نہیں کیا ۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مرزائی عبارات تحذیر الناس کو استدلال میں پیش کرتے ہیں ، تو شاید آپ کو معلوم نہیں کہ وہ کج بحث تو قرآن و حدیث ، ارشادات اکابر و اقوال علماء سلف سے بھی استدلال کرتے ہیں تو کیا معاذ اللہ آپ یہ کہنے کی ہزات کریں گے کہ قادیانیوں کو انکار ختم نبوت کا سبق قرآن و حدیث اور صحابہؓ و علماء سلف نے پڑھایا ہے استغفر اللہ والعیاذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔

میری یہاں تک کی گزارشات سے آپ کا سارا جواب بہاؓ منشور ہو گیا ۔ خالصہ اللہ الذی

جعل کلمۃ الحق علی العلیا و کلمۃ الباطل علی السفلی ۛ

احقر عبد اللہ محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ وعافاہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اس تقریر سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اس تحریری بیان کی ایک نقل دستخط فرما کر مولوی حسنت علی صاحب کے حوالہ کی اور فرمایا کہ دقت کی تنگی کی وجہ سے میں اپنے اس بیان کے آخری نمبروں کی توضیح کما حقہ نہیں کر سکا ہوں۔ ضرورت پڑی تو انشاء اللہ ابھی اس سلسلہ میں بہت کچھ عرض کروں گا۔ جناب سے گزارش ہے کہ آپ میرے بیان ہی پر اعتراض کرنے کی کوشش کریں۔ ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں میں لپٹا اور میرا دینر حاضرین کا دقت صرف نہ فرمائیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ جن باتوں کا جواب میرے پہلے یا اس دوسرے بیان میں آچکا ہو ان کی تکرار کر کے آپ دقت خراب نہ کریں۔

مولوی حسنت علی صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان کا جو تحریری و تقریری جواب دیا ناظرین کرام وہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی نقل میں بھی ہم نے یہی التزام کیا ہے کہ تحریری حصہ حاشیہ میں چھوڑ کے لکھا ہے اور تقریری حصہ پوری سطر میں، جس طرح کہ مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان میں گزرا۔

مرتب غفرلہ

مولوی حسرت علی صاحب دُوسرا بیان

۴۶۶/۹۲ آپ نے بڑے زور شور کے ساتھ کہا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ مگر آپ نے یہ نہ بتایا کہ مسلمان کی شرعی تعریف کیا ہے۔ کیا جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے یا کلمہ طیبہ پڑھے، یا قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہی مسلمان ہے؟ تو پھر آپ قادیانیوں کو کیوں کافر کہتے ہیں؟ سنئے جناب! مسلمان کہلانے، کلمہ طیبہ پڑھنے کے باوجود جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلے کا انکار کرے وہ کافر ہے ہرگز مسلمان نہیں۔ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں ایما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او اهانته او كذبه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرات۔

قرآن پاک نے منکر علم غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا قد کفرتم بعد ایمانکم "جلاس بن سويد نے ایک ذرا سا کلمہ گستاخی بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ

لہ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی توہین کرے یا آپ کی تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے تو

اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ ۱۲ مرتب

۱۲ جس شخص کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے وہ کہتا تھا کہ "حق تعالیٰ حضور کو عالم غیب کی کوئی خبر نہیں دیتا" اور یہ براہِ راست

حضور کی نبوت و رسالت پر حملہ تھا اس لئے قرآن پاک نے اس کو کافر کہا۔ ورنہ اصطلاح شریعت میں جس کو علم غیب کہا جاتا ہے اس کا غیر اللہ سے انکار کرنا تو ملین العین

اور حکیم قرآن ہے ارشاد ہے قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا الله جس کا ترجمہ عارف باللہ حضرت سعدی شیرازی نے اس مندرجہ

میں کیا ہے ۷ علم غیبی کس نیراندہ بجز پروردگار (رکبات سعدی ۳) - ۱۲ مرتب غفرلہ

تعالیٰ علیہ وسلم میں بکا تھا اللہ عزوجل نے فتوے دیا کفر و بعد اسلام سے پہلے آپ اپنے

اکابر کا کفر و ارتداد اٹھا دیکھتے اس کے بعد مرثیہ پڑھتے کہ ہائے مسلمان کو کافر کہہ دیا

مولوی حسرت علی صاحب نے اپنی تحریر کا یہ حصہ پڑھ کر سنانے کے بعد فرمایا -

حضرات ! مولوی صاحب نے اپنے پہلے بیان میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا چاہئے

بلکہ آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ مسلمان کو کافر کہنے سے آدمی خود کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب

کو ابھی تک یہ پتہ نہیں کہ مسلمان کہتے کس کو ہیں ؟ اے مولوی صاحب ! صرف اپنی زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہنے

سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا۔ ورزیوں تو منافقین بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور آج کل قادیانی بھی اپنے آپ کو

مسلمان ہی کہتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ حضرات بھی ان کو کافر کہتے ہیں۔ تو کیا ان کو کافر کہہ کر آپ خود بھی کافر ہو

جاتے ہیں ؟

مولوی صاحب ! مسلمان وہ ہے جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھے اور جو کوئی ضروریات دین میں سے کسی

ایک مسئلہ کا بھی انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔ اس کو خود خدا کافر کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر فرماتے ہیں

علمائے امت اس کی تکفیر کرتے ہیں۔

ہم نانوتوی صاحب کو اسی لئے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے جو ضروریات

دین میں سے ہے۔ آپ اس کفر کو اٹھائیے صرف اس مرثیہ پڑھنے سے یہاں کام نہیں چل سکتا کہ ہائے مسلمان کو کافر کہہ

دیا، ہائے مسلمان کی تکفیر کر دی۔

” آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ خود نانوتوی ختم زمانی ثابت کر رہے ہیں، مگر اس کا جواب آپ کے مقتدا

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دہلوی دے چکے ہیں۔ تحقیق الکفر والایمان ص ۸۸ پر لکھتے ہیں ” کافر اور

مرتد کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے انسان خود کافر و مرتد ہو جاتا ہے ” اشد العذاب ص ۱۵ پر لکھتے ہیں

” مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش کر دیتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے،

عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم و عظمت کا اقرار ہے : اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کا فر نہ تھے، ایک مدت تک مسلمان تھے۔ اور چونکہ دجال تھے اس وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے۔ تو پہلی عبارت مفید نہیں۔ جب تک کہ کوئی ایسی عبارت نہ دکھائیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا۔ یا عیسیٰ علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دیں کافر ہوا تھا اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں : بس یہی جواب ہم اہل سنت کی طرف سے نانو تووی صاحب کی ان عبارات کے متعلق ہے :

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ نانو تووی صاحب نے تحذیر الناس یا دوسری کتابوں میں جہاں کہیں ختم نبوت کا اقرار کیا ہے وہ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بر بنائے دجالیت کیا ہے۔ لہذا جب تک کہ ان کی کوئی ایسی عبارت نہ دکھائی جائے جس میں انہوں نے تحذیر الناس صفحہ ۳۲، صفحہ ۳۴، صفحہ ۳۸ کی کفریہ عبارات سے توبہ کی ہو اس وقت تک ان کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اپنے پہلے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ نانو تووی صاحب نے صفحہ ۳۲ والی عبارت میں ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال نہیں بتلایا، بلکہ ”خاتمیت“ کے مفہوم کو ختم زمانی ہی میں محصور کر کے کو عوام کا خیال کہا ہے۔ اس کا جواب سنئے :

” نانو تووی صاحب نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے۔

” اگر جو جب کہ التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا ۔

گاہ باشد کہ کوہ کے نادان — بغلط بردہ زند تیرے

ماں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں لے لی اور وہ لگے کہ گئے تھے، میری زمانیں اور وہ

پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے

اپنی عقل دھم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے :

اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ ختم نبوت کے یہ معنی کہ حضور نبی بالذات ہیں، نانو تووی صاحب

کے خود ایجاد کردہ ہیں۔ ان سے پہلے ائمہ دین و تابعین و صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یہ معنی نہیں سمجھے۔ نانوتوی کے قبل تمام امت کا اجماع ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں۔ نانوتوی صاحب کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام امت کے عقیدے میں ختم نبوت کا اسی معنی میں حصر تھا کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں۔ اور اسی حصر کو نانوتوی صاحب نے ناسمجھ لوگوں کا خیال بتایا تو تمام امت بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ عوام میں داخل کر دیا۔

مولوی صاحب آپ نانوتوی صاحب کو کفر سے بچانے کے لئے فرماتے تھے کہ انہوں نے ختم نبوت زمانی کو نہیں بلکہ مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال دکھا ہے۔ اب میں نے خود انہیں کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ نانوتوی صاحب سے پہلے تمام مفسرین، تمام صحابہ و تابعین حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مفہوم خاتم النبیین کا خاتم زمانی ہی میں حصر کیا تھا، اور نانوتوی صاحب نے اسی حصر کو ناسمجھ عوام کا خیال بتلایا تو گویا انہوں نے تمام ائمہ امت، تمام صحابہ و تابعین اور خود محبوب رب العالمین شیخ الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم کو ناسمجھ عوام میں داخل کر دیا۔ اور یہ کفر بلکہ خبیث ترین کفر ہے۔ تو نانوتوی صاحب کا فرہوئے اور آپ بھی ان کی اور ان کے اس خبیث کفر کی حمایت کر کے ایسے ہی کافر ہوئے۔ مولوی صاحب آپ کتنا ہی اٹھری چوٹی کا زور لگائیں نانوتوی صاحب کو مسلمان ثابت نہیں کر سکتے۔ وہ اقراری کافر ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ نانوتوی صاحب نے اسی تحذیر الناس میں دلائل سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانیہ ثابت کی ہے۔ اس کا جواب بھی سنئے۔

”نانوتوی صاحب نے خود لکھا ہے کہ ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں، پھر جو وصف

حضور کی شان کے لائق نہیں، اس کو ثابت کرنا حضور کی توہین ہے یا نہیں۔ تو پھر ختم نبوت زمانی

حضور کے لئے نانوتوی کیوں کر ثابت کر سکتے ہیں۔“

دیکھئے اسی تحذیر الناس کے اٹھویں صفحہ پر لکھا ہے کہ ”شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی“

بتائیے جب خاتمیت زمانی نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہی نہیں تو پھر کیا اس کو حضور کے لئے ثابت کر کے حضور کی توہین کریں گے۔ خدا کی شان دیکھئے آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کی تردید خود نانوتوی صاحب

پہلے ہی کر چکے ہیں۔ مولوی صاحب ! اب بھی کفر کی حمایت چھوڑ کر مسلمان ہو جائیے۔

آپ نے اس تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ تینوں فقرہوں کی ترتیب بدلتے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ حالانکہ میں اپنے پہلے بیان میں آپ کی اس بات کا جواب دے چکا ہوں۔ اب پھر سنئے ! میں نے لکھا ہے۔

” میں نے پہلے روشن کر دیا ہے کہ تینوں عبارات تحذیر الناس میں تین مستقل کفر ہیں، آپ اس کے

جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکے۔ اور پھر رٹ دہی ہے کہ ترتیب بدلتے سے معنی کفری پیدا ہو گئے

آپ کو کچھ خبر بھی ہے، تحذیر الناس کی عبارات با ترتیب لکھ کر علماء بحرین سے فتوے کفر لیا جا چکا

ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ البحرین)

آپ نے اپنی اس دوسری تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی کو صرف خاتم زمانی میں

محصر کرنا حدیث ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر

آیت کے لئے کم از کم دو معنی (ایک ظاہری اور ایک باطنی) ضرور ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے ”حد و مطلع“ ہے۔ اس

کا جواب بھی سنئے۔

” ہر آیت کے لئے ظہر و باطن و حد و مطلع ہے۔ مگر لفظ ”خاتم النبیین“ کوئی ایک مستقل آیت

ہرگز نہیں، بلکہ آیت کریمہ کا ایک لفظ ہے جس پر امت کا اجماع ہے کہ جو معنی اس کے ظاہر سے سمجھ میں

آتے ہیں صرف یہی مراد ہیں اور اجماع کا منکر کافر ہے۔“

تو چونکہ نانوتوی صاحب اس لفظ کے ظاہری معنی کے علاوہ ایک باطنی معنی کے بھی مدعی ہیں اور امت کے

اجماعی محصرے منکر ہیں اس لئے بھی وہ کافر ہوئے۔ لیجئے مولوی صاحب ! یہ نانوتوی صاحب کے کفر کی ایک اور وجہ ہو

گئی اور آپ اس کفر کی بھی حمایت کر کے ایک اور کفر میں مبتلا ہو گئے۔

مولوی صاحب ! اب بھی باز آجانیے اس کفر کی حمایت سے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیے۔

” آپ نے کہا ہے کہ نانوتوی نے خود منکر ختم زمانی کو کافر لکھا ہے، مگر یہ تو خود اپنے کافر مرتد

ہونے کا اقرار ہوا۔“

لیجئے مولوی صاحب ! اب تو نانوتوی صاحب خود اپنے اقرار سے کافر ہو گئے۔ اب بھی آپ ان کی حمایت

کریں گے۔ ۹

میں نے اپنے پیسے بیان میں عین کیا تھا کہ ختم نبوت کے انکار کا سبق قادیانیوں کو نانوتوی صاحب نے دیابت
لہذا وہ استاد اور قادیانی ان کے شاگرد ہیں۔ آپ نے اس کا تو کوئی جواب دیا نہیں اور بس یہ کہہ ہی چکے ہیں کہ قادیانی اہل حق
کے شاگرد ہیں۔ یہ بھی کوئی جواب ہے۔ سنئے؟

• نانوتوی کا خود اقرار میں دکھا چکا کہ ختم نبوت کے معنی سب سے پہلے خود نانوتوی نے بدلے، اسی
طرح قادیانیوں نے بدلے، تو ختم نبوت کے معنی بدلنے میں نانوتوی استاد اور قادیانی شاگرد ہیں، کفر سکھانے
والا استاد تو آپ کے نزدیک مسلمان ہے اور کفر سکھنے والا شاگرد کافر و مرتد ہے۔ یہ عجیب بولچہجی ہے۔
آپ نے اپنی اس تقریر میں فرمایا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے فقرہوں میں ”بلکہ“ کا لفظ ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مابعد کو ماقبل سے کوئی خاص تعلق ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔
”بلکہ“ کا لفظ اضطراب کے لئے آتا ہے۔ یہاں سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے۔“

پس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے دونوں فقرے مستقل جملے ہیں۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ مستقل جملوں کی ترتیب
بدلنے سے مضمون میں کوئی فرق نہیں آتا۔ پس اعلیٰ حضرت نے اگر حسام الحزمین شریف میں ان فقرہوں کی ترتیب بدل دی تو
اس سے معنی کچھ نہیں بدلے، پس آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ترتیب بدل دینے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔
آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں جو کچھ لکھا یا کہا تھا میں نے اس کے لفظ لفظ کا جواب دے دیا اور اس کے
پرچے اڑا دیئے اور ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا، ضروریات دین کا انکار کیا، اجماع
کا انکار کیا اور وہ کافر و مرتد ہو گئے۔ اب جو ان کی حمایت کرے اور ان کو مسلمان کہے وہ بھی ایسا ہی کافر، مرتد ہے۔
مولوی صاحب میں پھر آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ کافروں کا ساتھ چھوڑ کر مسلمان ہو جائیے، ابھی ہمارا، آپ کا
جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

از مرتب :- مولوی حسنت علی صاحب نے اپنی یہ تقریر ختم کرمانے کے بعد تحریر کی ایک دستخط فرما کر مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کی۔ اس کے بعد مولانا ممدوح جوابی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا تحریری جواب کی نقل تو ضیحی تقریر شروع ہونے سے پہلے مل جانی چاہئے۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اب تک فریقین کا عمل اسی طرح رہا کہ تقریر کے اختتام پر تحریر دی جاتی ہے۔ اس لئے میں تقریر کے بعد تحریری جواب حاضر خدمت کر دیا گا۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب نے اس پر غیر معمولی اصرار کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے ابھی تک جواب پورا لکھا بھی نہیں ہے۔ آپ کی تقریر کے دوران میں مختصر نوٹ لکھے ہیں۔ اب میں تقریر کے ساتھ ہی بطور امداد تحریری جواب تیار کر اؤں گا اور حسب سابق بعد میں اس کی نقل آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ مگر مولوی حسنت علی صاحب حسب عادت اپنی بات پر اڑ گئے۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے جب ان کا اس قدر اصرار دیکھا تو اس کو بھی منظور فرمالیا۔ اور اسی وقت صرف تین چار منٹ میں یہ مختصر مگر جامع تحریری جواب لکھ کر ان کے حوالے کیا۔ اور حسب قرارداد باقی ۲۵ منٹ میں انہی مختصر نوٹوں کی توضیح و تائید میں تقریر فرمائی۔

مولانا کے اس بیان میں بھی ہم اس کا التزام کریں گے کہ تحریر کا حصہ حاشیہ تین چھوڑ کر لکھیں گے اور توضیحی تقریر کا

یوری سطر دوں میں -

(مرتب غفرلہ)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا تیسرا جوابی بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى . اما بعد !

حاضرین کرام ! چونکہ مولوی حسنت علی صاحب نے معلوم کس خاص مصیحت سے اس وقت اس پر اصرار کیا کہ تقریر کے آغاز سے پہلے تحریری جواب پیش کر دیا جائے۔ اس لئے میں نے تحریری جواب میں نہایت مختصر مختصر نوٹ لکھ دیئے ہیں، جن کو مع توضیح کے آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

مولوی صاحب نے سب سے پہلے یہ فرمایا ہے کہ ”آپ نے مسلمان کی شرعی تعریف نہیں بتلائی۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

”مسلمان کی تعریف، میں اپنی سب سے پہلی تحریر میں کر چکا ہوں۔ غور سے دیکھئے۔“

میری سب سے پہلی تحریر کے بالکل شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں ”کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ضروریات دین پر اس کا ایمان ہو۔“ باوجود اس صاف صریح تعریف کے آپ اپنی اس تحریر میں لکھتے ہیں کہ ”آپ نے یہ نہ بتایا کہ مسلمان کی شرعی تعریف کیا ہے۔“

دو حقیقت یہ دیدہ دلیری آپ ہی کا حصہ ہے۔ ع

ایں کار از تو آید و مردان نرسین کنند

آپ نے اپنی اس تحریر میں قرآن کریم کی آیات اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب الخراج سے یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کفر ہے نہ معلوم کہ یہ تکلیف آپ نے کیوں گوارا فرمائی اس سے کس کو انکار ہے۔

”بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں ادنیٰ گستاخی موجب کفر و ارتداد ہے۔“

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ دوسرے قسم کے کافروں کو تو پناہ بھی مل سکتی ہے لیکن جو بد نصیب شقی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی یا سوئے ادبی کر کے کافر ہوا، اس کو خدا جبار کالج میں پناہ نہیں۔ خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ مولانا ! اس معاملہ میں ہمارے جو جذبات ہیں آپ کے تخیل کی بھی دہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ معاف کیجئے آپ کے پاس بلند آہنگی سے دعوے کرنے کے لئے صرف زبان ہے اور ہمارے پاس کام کرنے کے لئے ہاتھ اور ناموس نبوت پر قربان ہونے کے لئے جان بھی ہے۔ آپ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے کہ آپ کی جماعت کے کسی فرد نے اس راہ میں کوئی معمولی سی بھی قربانی کی ہو۔

اور اکھنڈ اللہ مجھے ناز ہے کہ میرے بہت سے بھائیوں نے اسلام اور حضور داعی اسلام علیہ السلام کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں۔

اس عام جلسہ میں اس سلسلہ کی تفصیل ہماری مصلحت کے خلاف ہے۔ ورنہ میں بتلاتا کہ ماضی قریب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر جن فدائیوں نے اپنی جانیں قربان کیں وہ کس درخت کے پھل تھے اور ہماری جماعت سے ان کا کیا تعلق تھا۔ تاہم اس سلسلہ کی صرف ایک چیر عرض کرتا ہوں۔ قرینا آٹھ، دس برس ہی کا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور کے ایک بد زبان بد نصیب آریہ سماجی (راجپال) نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص میں ایک متعل کتاب لکھی جس کا ناپاک نام ”رنگیلا رسول“ رکھا۔ اس وقت آپ حضرات گھروں اور خانقاہوں میں بٹھے گیا رہیں کی فیرنی اور بارہویں کی کشیر بنی اڑاتے رہے اور کسی کی بھی رگِ حمیت نہ بھڑکی اور جیل خانہ گئے تو ہماری جماعت کے محرم اور شہور بزرگ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری وغیرہ۔

مولانا ! آپ ہمارے سامنے یہ وعظ کہتے ہیں کہ توہینِ رسول سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اور ہمارا مسک یہ ہے

کہ اس بد بخت کو ایک لمحہ کے لئے خدا کی اس زمین میں زندہ رہنے کا حق نہیں ہے
بہیں تھوڑا سا رہا کہ کجا ست تاہ کجا

میں نے اپنے بیان میں تحذیر الناس کی وہ عبارات پیش کی تھیں جن میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے

دلائل سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ختم نبوت زمانی کو ثابت فرما کر اس کے منکر کو صاف الفاظ میں کافر لکھا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے حضرت مولانا محمد تقی حسن صاحب مدظلہ کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ جو انہوں نے

قادیانیوں کے جواب میں لکھی ہے۔ میرا جواب سنئے۔ ۱

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے مرزائیوں کے متعلق وہ بالکل صحیح لکھا ہے۔ ہاں فہم عالی کا قصور ہے۔ یہی چیز تو معرض بحث میں ہے کہ مولانا نافو تو ہی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے ختم نبوت کا انکار ثابت ہے یا نہیں۔ ہمارے بلکہ ہر ایمان دار منصف مزاج کے نزدیک تحذیر الناس کی عبارات بالکل بے غبار ہیں۔ بلکہ اس میں ختم نبوت زمانی کو دلائل قاہرہ سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر لکھا گیا ہے۔ پس مرزا صاحب یا مرزائیوں کو ان پر قیاس کرنا کفر کو اسلام پر قیاس کرنا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مرزائی لٹریچر میں ختم نبوت کا انکار اور مرزائی نبوت کا دعویٰ اس قدر صحت اور واضح عبارات میں موجود ہے جس میں کوئی کسی قسم کی تاویل چل ہی نہیں سکتی۔

مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں جا بجا اپنے کو نبی اور رسول لکھا ہے۔ اپنے زمانے والوں کو اس نہانے کی دھج سے ہی کافر قرار دیا ہے۔ (جو رسول ہی کی شان ہے) تمام ان لوگوں کو جو ان کی (جھوٹی) نبوت پر ایمان نہ لائیں جنہی بتلایا ہے۔ اپنے گاؤں (قادیان) کو "خدا کے رسول کی تخت گاہ" لکھا ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی وہ آیتیں جو بوجہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔ اُس دین کو لہنتی دین قرار دیا ہے جس میں نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری نہ ہو۔ (معاذ اللہ)

اور یہ سب چیزیں ایسی صراحت کے ساتھ مرزائی لٹریچر میں مذکور ہیں جن میں کوئی شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور خود قادیانی امت کے عقائد بھی اسی کے موافق ہیں۔ پس ایسی حالت میں اگر مرزا صاحب کی کسی کتاب میں ختم نبوت کا اقرار یا منکر ختم نبوت کی تکفیر ملے تو اس کی بظاہر رد ہی دہیں ہو سکتی ہیں۔ یا یہ کہ یہ تحریری دعوائے نبوت اور انکار ختم نبوت سے پہلے زمانہ کی ہو یا تبلیس و تدلیس کے لئے ایسا لکھا گیا ہو۔ تسلیم احتمال یہ بھی ہو سکتا تھا کہ مرزا صاحب نے پہلے عقائد

۱۔ جناب مرزا اپنی کتاب دافع البلاء ص ۱ پر لکھے ہیں "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں نبی بھیجا" نیز لکھتے ہیں "ہمارا دعویٰ ہے کہ

ہم رسولِ ادنیٰ ہیں" اخبار البدر ۵، پارچہ ۱۹، ص ۱۲۔ ۲۔ دیکھو مرزا صاحب کی کتاب "حقیقۃ الوحی" ص ۱۴۔ ۳۔ حاشیہ العین ص ۱۲

۴۔ دیکھو دافع البلاء ۱۲۔ ۵۔ حقیقۃ الوحی ۱۲۔ ۶۔ براہین حصہ پنجم ۱۲۔

سے تائب ہو کر ایسا لکھا ہو، لیکن واقعات کے خلاف ہے اور خود مرزا کی جماعت بھی اس کی قائل نہیں۔ اس لئے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے بالکل ٹھیک لکھا کہ مرزا صاحب کی ایسی عبارات سے ان کا کفر دفع نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ کفر و ارتداد سے پہلی ہیں، یا محض تدلیس و تلبیس کے لئے لکھی گئی ہیں۔

بجلاف مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کی کسی کتاب میں انکار ختم نبوت زمانی کا خفیہ سا اشارہ بھی نہیں۔ اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس بہتان کو ثابت کرنے کے لئے تحذیر الناس کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے، میں ثابت کر چکا کہ اس کی نقل میں نہایت افسوسناک خیانت سے کام لیا ہے۔ انہوں نے مختلف مقامات کے ناقص فقرہ کو جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنائی ہے جو ہرگز تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہی جاسکتی۔ میں چونکہ اس پر تفصیلی بحث اپنے پہلے بیانات میں کر چکا ہوں، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

بہر حال یہ حقیقت واقعہ ہے کہ تحذیر الناس میں ختم زمانی کے خلاف کوئی عبارت نہیں، بلکہ وہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا محض بہتان ہے۔ پس اس کے دفیہ میں اگر ہم تحذیر الناس کی وہ عبارات پیش کریں، جن میں مصنف نے دلائل قاہرہ سے ختم نبوت زمانی کو ثابت فرما کر اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ تو یہ بالکل بجا ہوگا۔ ہاں اگر خدا نخواستہ تحذیر الناس میں مرزائی لٹریچر کی طرح کہیں ختم نبوت زمانی کا صاف صریح انکار ہوتا تو بے شک آپ ان عبارات کا وہ جواب دے سکتے تھے جو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے مرزائیوں کو دیا ہے۔ پس دونوں مقدموں کی نوعیت میں یہ نہایت روشن فرق ہے۔

آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی ایک عبارت لکھی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کو گویا خود اس کا اقرار ہے کہ ان سے پہلے تمام علمائے امت تمام صحابہ و تابعین اور حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معنی خاتم النبیین کو خاتمیت زمانی میں محصور کرتے تھے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے۔

”صفحہ ۲۹ کی عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین بھی محصور سمجھے تھے انتہائی نافی ہے۔ بلکہ اُن مرحوم نے اپنے ایک مکتوب میں تصریح فرمائی ہے کہ ”بالتفسیر میں سوائے انبیائے علیم السلام اور راسخین فی العلم کے اور سب عوام ہیں“ اس سے واضح ہو گیا کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام راسخین فی العلم کو اس باب میں

اپنا ہمنوا سمجھتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس کے شروع ہی میں ”خاتم النبیین“ کے بارے میں دو گردہوں کا ذکر کیا ہے ایک عوام جن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ معنی ”خاتم النبیین“ کو خاتمیت زمانی ہی میں حصر کرتے ہیں۔ دوسرے اہل فہم جن کو مولانا اپنا ہمنوا خیال کرتے ہیں۔ اس جگہ عوام سے جو لوگ ان کی مراد ہیں ان کی تفصیل انہی کے مکتوبات حصہ اول مکتوب نمبر دوم صفحہ ۴۴ پر اس طرح مذکور ہے کہ۔

” سزا انبیاء کرام علیہم السلام یا راسخان فی العلم ہمہ عوام اند “

باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سب عوام ہیں۔

حضرت مولانا کی اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ مولانا کی مراد عوام سے صرف وہ لوگ ہیں جو راسخین فی العلم میں داخل نہیں ہیں۔ اور انہی کے متعلق مولانا کا یہ خیال ہے کہ وہ مضموم خاتمیت کو ختم زمانی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے حضرات یعنی راسخین فی العلم، بالخصوص صحابہ و تابعین اور پھر خاص کر تمام راسخین فی العلم کے سر دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے متعلق حضرت مولانا کا خیال ہے کہ ان میں سے کسی نے حصر کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ مولانا مرحوم ان کو اپنے موافق سمجھتے ہیں۔

لفظ ”عوام“ سے معاذ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین عظام کو مراد لینا صرف آپ کی طبیعت کی نفاست ہے۔ شاید آپ حضرات کے محاورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وغیرہ اکابرین دین کو عوام کہا جاتا ہو۔ حضرت مولانا نانوتویؒ کی جو مراد لفظ ”عوام“ سے ہے وہ انہوں نے اپنے مکتوب میں لکھ دی ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ مولانا کی مراد عوام سے معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وغیرہ ہیں انتہائی افسوسناک بات ہے۔

اور آپ نے جو عبارت تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی پیش کی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مولانا نانوتوی مرحوم خود اس کے مقرر ہیں کہ ان سے پہلے تمام امت کا حصر پر اجماع رہا ہے۔ اس عبارت کے نقل کرنے اور اس کا مطلب بیان کرنے میں آپ نے سخت خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے۔ جناب اس عبارت میں آیت ”خاتم النبیین“ کے معنی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ وہاں تو اثر ابن عباس کی تاویل کا ذکر ہے۔ مولانا مرحوم وہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر (در بارہ انبیائے طبقات) کی بعض اگلی مصنفین نے جو تاویلیں کی ہیں، مثلاً یہ کہ ان سے اراضی شعلی میں مبلغان احکام مراد لے لئے۔ یا بعض صوفیاء نے اس کو عالم مثال پر محمول کیا وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی تاویلات ٹھیک نہیں بلکہ اس کی صحیح شرح وہ ہے جو میں نے لکھی ہے۔ اور پھر اسی کے متعلق مولانا نے یہ لکھا ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میں ان اگلی مصنفوں کی تحقیر کرتا ہوں، ان کا احترام اور ان کی عظمت مجھے خود اپنے دل میں ہے۔ مگر ایسا بھی کبھی ہو جاتا ہے کہ کسی مضمون کی طرف بڑوں کا ذہن نہیں گیا اور کسی چھوٹے کا چلا گیا۔ بہر حال صفحہ ۲۹ کی اس عبارت کا تعلق تفسیر ”خاتم النبیین“ سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ عبارت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اثر کی تاویل کے متعلق ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۲۹۔ غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ میں اسی جگہ کی پوری عبارت پڑھتا ہوں سنئے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

”نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، یا انبیاء علیہم السلام اراضی ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہیں، ہرگز قابل التفات نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ یہی مخالفت خاتمت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن کو مدلول معنی مطابقت سے کچھ علاقہ ہی نہیں باقی رہے۔ یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر لغو و باطلہ لازم آئے گی۔ یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات ازراہ بے ادبی نہیں مانا کرتے، ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے ”المصرع یقیس علی خلفہ“ یہ اپنا دتیرہ نہیں، نقصان شان اور چیز ہے اور خطا و سیان اور چیز۔ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔ ۷

گاہ ہاشمہ کہ کوہ کے نادان۔ بغلط بردہ فزند تیرے۔“

مجھے حیرت ہے کہ آپ ایسی خلاف دیانت کارروائیاں کرنے میں کیوں اس قدر دلیر ہیں۔ اس عبارت کا وہ ابتدائی حصہ جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا کا کلام یہاں ”تفسیر خاتم النبیین“ میں نہیں، بلکہ

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ آپ نے بالکل چھوڑ دیا اور صرف آخری صفحہ کو لکھ دیا۔ اور مطلب وہ بیان کیا جس کا وہاں شائبہ بھی نہیں۔ لیکن میں اس کے سوا کچھ نہیں کہوں گا کہ ”خدا آئندہ ہی کے لئے نیکی کی توفیق دے“
 ہاں اسی کے ساتھ آپ نے ایک اور بھی ایسا ہی، بلکہ اس سے بھی زیادہ افسوسناک افترا کیا ہے کہ معاذ اللہ
 مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں“ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے۔
 ”آپ کا یہ لکھنا کہ ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں بالکل افتراء ہے“

اور جو فقرہ اس بہتان کے ثبوت میں آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۸ سے پڑھ کر سنایا ہے اس میں بھی آپ نے
 ایسی خیانت سے کام لیا ہے جس کی توقع مجھ آپ سے بھی نہ تھی۔ میں حیران ہوں کہ آپ کیوں کر ایسی جرات کرتے
 ہیں اور وہ بھی میرے سامنے جس کو بار بار آپ آزما چکے ہیں۔

حاضرین کرام! پوری عبارت سنیں جس کا نام تمام ٹکڑا مولوی صاحب نے سنا کہ مجھ کو اور آپ کو دھوکا دینا
 چاہا تھا۔ پوری عبارت اس طرح ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

”ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانے اور مرتبے سے عام لیجئے تو پھر
 دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے
 نہ زمانی“

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر لفظ خاتم کو خاتم زمانی اور خاتم مرتبی سے مطلق رکھا جائے یا بطور
 عموم مجاز زمانے اور مرتبے دونوں سے عام رکھا جائے تو اسی ایک لفظ سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت یعنی
 زمانی و ذاتی مراد ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک ہی مراد لینی ہو تو پھر اس کے لئے زیادہ شایان شان محمدی خاتمیت
 مرتبی ہوگی نہ کہ زمانی۔ کیوں کہ ختم ذاتی میں فضیلت بالذات ہے اور نیز ختم زمانی اس کے لئے لازم بھی ہے۔

بہر حال اس عبارت میں یہ نہیں کہا گیا کہ ختم زمانی معاذ اللہ حضور کی شان کے ہی لائق نہیں بلکہ مولانا کا
 مقصد صرف یہ ہے کہ ان دونوں قسم کی خاتمیت میں حضور کے لئے زیادہ شایان شان ختم ذاتی ہے۔ ورنہ اگر خدا نخواستہ
 حضرت مولانا اس کو آپ کے لائق نہ سمجھتے تو اس کو آپ کے لئے ثابت ہی کیوں کرتے، حالانکہ پہلے تو احتمال آپ نے
 اطلاق یا عموم مجاز ہی کا لکھا ہے جن میں حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے۔ نیز اسی عبارت کے

بالکل منسل وہ عبارت ہے جس میں مولانا نے اپنا مختار اس کو قرار دیا ہے کہ خاتم کو جنس قرار دیا جائے اور زمانی و مرتبی کو اس کی دو نوعیں۔ پھر اسی ایک لفظ ”خاتم النبیین“ سے حضور کے لئے خاصیت کی دونوں نوعیں برلالت مطابق ثابت کی جائیں۔ جس کو میں اپنی پہلی تقریر میں بہ تفصیل عرض کر چکا ہوں۔

بہر حال صفحہ ۸ کا جو ناقص فقرہ آپ نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا، اس کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو آپ نے بیان کیا۔ بلکہ وہی مطلب ہے جو میں نے عرض کیا۔ جس کی مثال یوں سمجھئے کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کو سورۃ بنی اسرائیل میں ”شفا“ فرمایا ہے۔ اب ایک عالم یہ کہتا ہے اگر اس کو شفا، روحانی اور جسمانی سے مطلق رکھا جائے جب تو دونوں قسم کی شفا مراد ہوگی۔ اور اگر ایک ہی مراد ہو تو پھر قرآن پاک کے شایان شان شفا، روحانی ہے نہ کہ جسمانی۔ ظاہر ہے کہ کوئی احمق بھی اس کا یہ مطلب نہ سمجھے گا کہ اس عالم نے قرآن پاک کی شفا، جسمانی کی تاثیر سے انکار کر دیا، یا اس کو اس کے لائق نہ سمجھا، بلکہ ہر صاحب فہم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہی ہوگا کہ شفا، روحانی کا مرتبہ شفا، جسمانی سے بلند ہے۔ اگرچہ شفا، جسمانی بھی اپنی جگہ پر بہت زیادہ قابل قدر ہے۔ الغرض حضرت مولانا نا تو تو ہی رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کا یہ محض بہتان ہے کہ ان کے نزدیک ختم زمانی معاذ اللہ حضور کی شان کے لائق ہی نہیں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ کہا ہے کہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں میں تین مستقل کفر ہیں اور ترتیب بدل دینے سے معنی میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ چونکہ اس کا انتہائی شافی اور مفصل جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اس لئے جواب میں اس وقت میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

”تینوں عبارتوں کی میں کافی توضیح کر چکا ہوں۔ اس کے بعد وہ عبارات بالکل بے اعتبار ثابت ہوتی ہیں“

اب جب تک کہ آپ میرے اس مطلب کو دلائل سے غلط ثابت نہ کریں جو میں نے ان تینوں فقروں کا کجھ اللہ نہایت مدلل بیان کیا ہے۔ اس وقت تک مجھے اس بارہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی یہ بھی نہایت وضاحت سے بتلا چکا ہوں کہ ترتیب کے بدل دینے سے اصل مطلب بالکل بدل گیا۔

نیز آپ نے پہلے بیان میں اس کو تسلیم کیا ہے کہ اگر ناقص فقروں کی ترتیب بدل جائے تو مضمون بدل جاتا ہے اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ صفحہ ۱۲ و صفحہ ۲۸ کے فقرے مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحق بن میں ناقص اور

تمام ہی نقل کئے ہیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ ”بل“ احزاب کے لئے ہے اور اس کے بعد سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے۔ نہایت عجیب ہے۔ بندہ خدا غور سے دیکھا تو ہوتا۔ یہ دونوں فقرے محل جزاء میں ہیں اور ان کی شرط اور مرکب ہے۔ صفحہ ۱۴ کا فقرہ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

” عرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء و مرسلین

ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے “

کیا کوئی معمولی اردو دان بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ بلکہ سے بعد الی عبارت اسی پہلی شرط پر متضرع نہیں ہے۔ ؟ علیٰ ہذا بالکل یہی صورت صفحہ ۲۸ دئے فقرے کی ہے۔ بہر حال یہ دونوں فقرے ناتمام ہیں اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے ان کی ترتیب بدل کر ان کے مضمون کو بالکل مسخ کر دیا ہے۔ اس مرتبہ آپ نے فتاویٰ احرارین کا بھی ذکر کیا ہے۔ پہلے حسام احرارین کی بحث سے فارغ ہو لیجئے، پھر انشاء اللہ ثابت کر دیا جائے گا کہ فتاویٰ احرارین میں حسام سے بھی زیادہ زبردست خیانتیں کی گئی ہیں۔

ہاں اسی سلسلہ میں مجھے ایک بات اور بھی عرض کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ ”حسام احرارین“ میں تحذیر الناس کا جو فقرہ جس قدر نقل کیا گیا ہے وہ بجائے خود ایک مستقل جملہ ہے جس کا اول آخر سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ پھر ہر فقرہ میں علیحدہ علیحدہ مستقل کفر ہے تو آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیوں کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ انہوں نے ”حسام احرارین“ میں سب سے پہلے نقل کیا ہے اس کے الفاظ صرف یہ ہیں۔

” بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور

باقی رہتا ہے “

اس اتنے فقرے کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ حضور کے زمانہ اقدس میں کسی نبی کا کسی جگہ ہونا آپ کی خاتمت کے منافی نہیں۔ اور یہ آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ حضرت نانوتوی مرحوم نے تو بالفرض ہی کر کے لکھا ہے، آپ

کے اعلیٰ حضرت تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں چار اور نبیوں کا وجود بالفعل تسلیم کر رہے ہیں چنانچہ
ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ چہارم کے صفحہ ۶۱ پر ہے۔

”چار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جن پر ابھی ایک آن کے لئے بھی موت طالع نہیں ہوئی

دو آسمان پر، سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور زمین پر

سیدنا حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام“

پس اگر تحذیر الناس صفحہ ۱۴۷ کا وہ فقرہ بالکل مستقل طور پر موجب کفر ہے تو آپ کے اعلیٰ حضرت بھی اس

کی مہنوائی کی وجہ سے کافر ٹھہرے۔

شادم کہ از رقیبیاں دامن کشاں گزشتی

گو مشتبہ خاک باہم برباد رفتہ باشد

اس مرتبہ آپ نے پھر یہ فرمایا ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ ”خاتم النبیین“ سے صرف خاتم زمانی ہی

مراد ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آپ کا یہ دھوئی بالکل غلط ہے۔ جب حدیث پاک میں یہ آگیا کہ ہر امت قرآنی کے

لئے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی۔ تو پھر کس شخص کو یہ حق حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ ”خاتم النبیین“

کے صرف یہی ایک معنی ہیں، اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہاں آپ نے یہ بات نہایت عجیب فرمائی کہ ”خاتم النبیین“ پوری

آیت نہیں ہے بلکہ آیت کا ایک لفظ ہے۔ لہذا یہ اس حدیث کے تحت میں نہیں آتا، لیکن آپ نے یہ سوچا ہوتا کہ آیت

کے باطنی معنی جب ہی بنیں گے جب کہ اس کے مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں۔ اور علاوہ اس کے میں نے اپنی پہلی

ہی تحریر میں اس موقع پر آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ کا بھی حوالہ دیا تھا اگر آپ اس کو دیکھ

لیتے تو یہ کج بات نہ فرماتے۔ اس میں حضرت ابو العرداء رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

لا یفقه الرجل کل الفقہ حتی یجعل آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ

للقوان وجوہا۔ قرآن پاک کے لئے متعدد توجہیات نہ نکالے۔

اور پھر بحوالہ ”التقان“ اس کی شرح یہ لکھی ہے کہ فقیہ کامل وہ ہے جو

ان المراد ان يرعى اللفظ الواحد يحتل
معاني متعددة فيحمله عليها اذا كانت
غير متضادة ولا يقتصر به على معنى واحد۔

(العدة المحكية ص ۴۳)

ایک لفظ کو متعدد معانی کے لئے متحمل دیکھئے اور پھر وہ سب
معانی اس سے مراد لے اور کسی ایک ہی معنی پر منحصر نہ کرے۔
بشرطیکہ وہ معانی آپس میں متناقض نہ ہوں۔

پس مولانا نانوتوی مرحوم کا قصور صرف یہی ہے کہ انہوں نے لفظ ”خاتم النبیین“ کو دیکھا کہ وہ خاتم زمانی پر بھی
محمول ہو سکتا ہے اور اس سے خاتم مرتبی بھی مراد لیا جاسکتا ہے تو انہوں نے اس کو دونوں معنی پر محمول کیا اور اسی ایک
لفظ ”خاتم النبیین“ سے علاوہ خاتمت زمانی کے مولانا مرحوم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک بہت بڑی
فضیلت خاتمت مرتبی کی اور ثابت کی جس کی پوری تفصیل میں اپنے پہلے بیانات میں کر چکا ہوں اور سہولت فہم کے لئے
اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ۔

کسی بادشاہ کے ملک میں کوئی دوائی مرض پھیلا۔ بادشاہ کی طرف سے علاج معالجہ کے لئے یکے بعد دیگر بہت سے
طیب بھیجے گئے اور سب نے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق مریضوں کا علاج کیا لیکن مرض کا پورا استیصال نہ ہوا۔ اخیر
میں اس حکیم و کریم بادشاہ نے ایک سب سے بڑا اور زیادہ حافظ و ماہر طیب بھیجا جو اتفاق سے تمام پہلے طیبوں کا
استاد بھی ہے اور ملک کے تمام طیبوں نے فن طب اسی سے سیکھا بھی ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ
یہ ہمارا آخری طیب ہے اس کے بعد کوئی طیب نہیں بھیجا جائے گا۔ آئندہ جب کہیں مریض ہو تو وہ اس آخری طیب
کا نسخہ استعمال کرے اسی سے شفا ہوگی۔

الغرض وہ آخری طیب اور سب طیبوں کا استاد آیا اور اس نے اپنا شفاخانہ کھولا۔ جوق درجوق مریض،
اس کے شفاخانہ میں داخل ہو کر شفا یاب ہوتے۔ بادشاہ نے اپنے ایک فرمان خاص میں اس آخری طیب کو،
”خاتم الاطباء“ لکھا۔ اب عوام تو اس کا مطلب بس یہی سمجھتے ہیں کہ یہ طیب آخری طیب ہے اور سب طیبوں کے
بعد آیا ہے۔ مگر ایک دقیق النظر جماعت اور بھی ہے جو کہتی ہے کہ اس لفظ ”خاتم الاطباء“ کا مطلب بس اتنا ہی نہیں ہے
بلکہ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ پہلے جتنے طیب آئے تھے ان کی طب کا سلسلہ بھی اسی طیب پر ختم ہے۔ یعنی
ان سب نے بھی فن طب اسی سے سیکھا ہے اور یہی ان سب کا استاد ہے۔

پس علوم تو اس لفظ ”خاتم الاطباء“ سے صرف ایک ہی قسم کی خاتمت زبانی نکالتے ہیں۔ اور یہ باریک بینی جماعت اسی لفظ سے خاتمت کے ساتھ ایک دوسری قسم کی خاتمت اور نکالتی ہے۔ جس سے اس طبیب کی شان بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

پس بالکل یہی نقشہ ہمارے اور آپ کے اختلاف کا ہے۔ آپ لوگ لفظ ”خاتم النبیین“ سے صرف ایک قسم کی ختم نبوت یعنی محض زبانی نکالتے ہیں۔ اور معنی خاتمت کو بس اسی میں حصر کرتے ہیں۔ اور ہم لوگ اس خاتمت زبانی کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس لفظ سے ”خاتمت مرتبی“ بھی مراد لیتے ہیں۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور گویا نص قرآن سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الامت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور ہم غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے امتی ہیں۔ اسی طرح ایک حیثیت سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے امتی اور آپ کے فیض کے دست نگر ہیں۔

بہر حال حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا جرم اس باب میں صرف یہی ہے کہ وہ آپ لوگوں کے ادعائے حصر کو تسلیم نہیں کرتے۔ رہا آپ کا یہ خیال کہ اس حصر پر امت کا اجماع ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ خیال قطعاً غلط ہے اور اب میں نے عرض کیا ہے کہ۔

”حصر پر آپ ہرگز اجماع ثابت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے خلاف علمائے کلام کی تصریحات موجود ہیں چنانچہ علامہ بکر العلوم لکھنویؒ کے رسالہ ”فتح الرحمن“ سے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتضائے ختم رسالت صرف ختم زمانی میں منحصر نہیں۔ اور عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ ثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بہر آئیں خاتم شد اس است او کہ بجود مثل اوئے بود و نہ خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد و ست نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شارحین ثنوی نے اس مضمون و حضور کی خاتمت ذاتیہ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ حضور پر اجماع ہے اور اس کا منکر کافر ہے، بالکل غلط اور

باطل ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ عارف رومی رح کے ان اشعار اور ان کے ذیل میں شارحین ثنوی کی تصریحات دیکھنے کے بعد آپ یہ جرات نہ کریں گے کہ۔

”حضور پر ساری امت کا اجماع ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔“

کیونکہ عارف رومی رح نے ان اشعار میں حضور کی خاتمت کے ختم زمانی کے علاوہ ایک دوسرے معنی بھی بیان کئے ہیں جو قریب قریب بالکل وہی ہیں جو حضرت مولانا نانوتوی مرحوم نے تحذیر الناس میں بیان فرمائے ہیں۔ اور شارحین ثنوی بالخصوص علامہ بحر العلوم رح نے ان کو پوری وضاحت سے بیان کیا ہے۔ میرے پاس اس وقت کوئی ثنوی شریف کی شرح نہیں ہے۔ اگر آپ کے پاس ہو یا آپ کو دستیاب ہو سکے تو اس موقع کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اشعار ثنوی شریف کے چھٹے دفتر کے ابتدائی حصہ ہی میں ہیں۔ نیز آپ کی جماعت کے مشہور عالم بلکہ مستند مناظر شراح احمد صاحب کانپوری کے والد ماجد مولانا احمد حسن صاحب مرحوم نے ثنوی شریف پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں بھی علامہ بحر العلوم رح وغیرہ شارحین ثنوی کی وہ عبارات نقل کی ہیں اگر وہ آپ کو یہاں مل سکے تو اس کو دیکھ لیجئے۔ اس سے بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ محققین نے لفظ ”خاتم النبیین“ سے علاوہ ختم زمانی کے اور معنی بھی سمجھے ہیں۔ اور اس تحقیق میں سے مولانا نانوتوی مرحوم متغیر نہیں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے ان دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے ”حضرت صل اللہ علیہ وسلم کا لقب خاتم اس واسطے ہوا ہے کہ جو وہ کرم میں آپ کی مثل نہ کوئی ہوا نہ ہوگا جس طرح کہ جب کوئی استاد کسی فن میں خاص کمال حاصل کر لیتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فن تو تجھ ہی پر ختم ہے۔“ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۴) لے ۱۔ تکمیل فائدہ کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب ہی سے حاصل کر کے ہم وہ عبارات یہاں حاشیہ میں درج کرتے ہیں۔ ثنوی شریف کے مندرجہ بالا پہلے شعر ”بہر این خاتم شد است او کہ بجود“ الخ پر حاشیہ لکھتے ہوئے مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم شرح بحر العلوم سے نقل کرتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

اس مرتبہ پھر آپ نے قادیانیوں کی استاذی شکر گڑی کا ذکر کیا ہے۔ میں پہلے ہی اس کا جواب دے چکا ہوں کہ عبارات تحذیر الناس میں تحریف کر کے اس سے ختم زمانی کا انکار نکالنے میں آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب استاذ ہیں اور قادیانی شاگرد۔ انہوں نے یہ سبق آپ کے اعلیٰ حضرت ہی سے لیا ہے۔

”الغرض قادیانیوں کی استاذی اور شاگردی کا جواب آپ پاچکے، پھر اسی کی تکرار آپ ہی کی شان ہے۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یعنی آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم است و خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم لعقب اود شدہ بجمت انست کہ در جود و بختائش مثل او نیست و نخواہد بود کہ جود آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم عام است بہرہ کساں از عالم تا اینکه پیچ کس بکمال نبوت ولایت نرسد مگر از شکوۃ روحانیت او و اوصی اللہ علیہ وسلم مفیض کمالات برہمہ اولیاء و انبیاء است۔ ۱۲

(بحر العلوم)

عارف ردی کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں اور آپ کا لقب خاتم الرسل اس واسطے ہوا ہے کہ جود و کرم و عطائیں کوئی آپ کا مثل نہیں سے اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیونکہ آپ کی بخشش عالم کے تمام آدمیوں کے لئے عام ہے۔ حتیٰ کہ کوئی نبی اپنے کمال نبوت تک اور کوئی دلی کمال ولایت تک نہیں پہنچا مگر آپ کی روحانیت کے نور کے فیض سے۔ اور آپ ہی تمام انبیاء و اولیاء کو کمالات کا فیض پہنچانے والے ہیں (گویا افاضۃ النبیہ کے لئے واسطہ کبریٰ ہیں)۔

اس کے بعد ارقام فرماتے ہیں۔

اس کی تحقیق اس طرح پر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت تمام حقائق کو اور آپ کا کمال تمام کمالات کو اور آپ کی نبوت کا مرتبہ تمام مراتب نبوت کو جامع ہے اور جو بھی نبی ہوا ہے اس نے نبوت تشریع آپ کی روحانیت سے حاصل کی ہے۔

پس تمام انبیاء علیہم السلام کی تشریحات فی الحقیقت حضور (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

تحقیقش انست کہ حقیقت آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم جامع است بر جمیع حقائق را دکمال آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم بر جمیع کمالات را و مرتبہ نبوت آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم جامع است بر جمیع مراتب نبوت را، و پیچ نبی نہ بود مگر آنکہ نبوت تشریع گرفت از روحانیت اوصی اللہ علیہ وسلم پس شرائع ہما انبیاء شرائع آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم بود

اخیر میں میری گزارش ہے کہ۔

” جو چیزیں میں نے اپنے ابتدائی بیان میں پیش کی ہیں ان کے جواب سے عمدہ برا ہو جتنے بے کا

تیزی دکھانا جواب سے عاجزی کی دلیل ہے۔ میرے نزدیک بدزبانی مثال الجان سے دور ہے۔“

آپ کی ساری سخت کلامیوں کا میرے پاس یہی اول و آخر میں جواب ہے۔ میرے محض جو شیلے دوستوں

کا مجھ سے اصرار ہے کہ میں بھی آپ ہی کی زبان میں بات کر دوں بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دوں لیکن میں ان سے بھی عرض کرتا

ہوں کہ اس باب میں وہ مجھ سے قطعاً مایوس ہو جائیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ انبیاء و صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعتیں تھیں کہ ان انبیاء علیہم السلام نے ان کو حضور

آن سرور و شکوہ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم گرفتہ

کو پہنچایا۔

(بحر العلوم)

رسائید ند - ۱۲

پھر ثنوی شریف کے دوسرے شعر ” چونکہ وجہت برداستاد دست الخ “ کے حاشیہ میں شرح بحر العلوم

ہی کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

ازین جہت کہ استاد است و جواد است بر

انبیاء و اولیاء و در جود و افاضت مثل ندارد

اطلاق صفت ختم بر اوست۔

صفت ختم کا آپ پر اطلاق ہوا ہے۔

ناظرین کرام! بالخصوص مولوی حسرت علی صاحب بغور ملاحظہ فرمائیں۔ کیا یہ سب کچھ وہی نہیں ہے جو،

تحدیر الناس میں لکھا گیا ہے۔ اور کیا ان تصریحات کی موجودگی میں کوئی صاحب علم و فہم یہ کہہ سکتا ہے کہ ”خاتمیت

ذاتی“ اور ”خاتمیت مرتبی“ صرف مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ کی ایجاد ہے؟ اور کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کی

گنجائش ہے کہ ”مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی میں ہی سہ کرنے پر ساری امت کا اجماع ہے اور اس حصر کا منکر اور مخالف

مرتب غفرلہ

کافر ہے۔؟

میں آپ کی ہر بات کا انشاء اللہ جواب دوں گا لیکن آپ کی گالیوں کے ترکیب کی جواب سے عاجز ہوں۔ اور
بجدا مجھے اپنی اس عاجزی پر ناز ہے۔ میرے آقا و مولا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نزع بد زبانی کرنے کو
منافی کی علامت بتلایا ہے۔

میری تو دعا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمانوں کو اس ناپاک خصلت اور منافقانہ عادت سے محفوظ رکھے
آمین ثم آمین۔

۱۰ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آية المنافق ثلاث اذا عاهد
غدر واذا اخاصم فجر واذا حدث كذب او كما قال عليه السلام ۱۲ مرتب غفرلہ

نوٹ از مرتبہ

مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان کے ختم ہوتے ہی مولوی حسرت علی صاحب نے
اپنا مختصر تحریری جواب (جو اسی دوران میں بعجلت تیار کر لیا گیا تھا) مولانا محمد منظور
صاحب کے حوالے کیا اور تو ضیحی تقریر شروع کی۔ جو صفحہ آئندہ سے شروع ہے۔
یہاں بھی اقیانوس کے لئے حسب سابق تحریر کا حصہ حاشیہ چھوڑ کر لکھا جائے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب کا تفسیر بیان

حضرات گرامی ! مولوی منظور صاحب اپنے بیان میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ تحذیر الناس صفحہ ۳۲ کی عبارت میں جو ”عوام“ کا لفظ آیا ہے اس سے انبیاء علیہم السلام اور اسخین فی العلم کے ماسواہ اور لوگ مراد ہیں۔ میرا جواب یہ ہے۔

” عبارت تحذیر الناس میں اہل فہم کے مقابل عوام کا بولا گیا ہے۔ اس لئے عوام کے یہی معنی ہیں کہ نامسجد لوگ“

اور میں دلائل قاہرہ سے ثابت کر چکا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام صحابہ کرامؓ پھر تابعین عظام اور تمام علماء امت صحر ہی کے قائل ہیں تو جب نانوتوی صاحب نے سب صحر کرنے والوں کو عوام بتلایا تو یہی مطلب ہوا کہ ان کے نزدیک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سارے علماء امت سب معاذ اللہ ناجکھ اور بے وقوف ہیں۔ اور یہ کھلا کفر ہے۔

و عبارت اشد العذاب کا آپ جواب نہ دے سکے

میں نے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دہلوی کی کتاب اشد العذاب کی عبارت پیش کی تھی اور کہا تھا کہ ہماری طرف سے بھی نانوتوی صاحب کی ان عبارات کا جن میں بظاہر ختم نبوت کا اقرار ہے، یہی جواب ہے جو اس عبارت کا دہلوی صاحب نے قادیانیوں کو دیا ہے۔ آپ اس کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ کہا تو صرف یہ کہا ہے کہ مرزا کی عبارات انکار ختم نبوت اور دعوائے نبوت میں صریح ناقابل تاویل و توجہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تحذیر الناس کی عبارات بھی ایسی ہی صریح ہیں جن میں کوئی تاویل، توجیہ نہیں ہو سکتی اور جو علیین آپ نے اب تک کی ہیں ان کو رد کر چکا۔ پس مرزا قادیانی اور آپ کے نانوتوی صاحب دونوں ایک درجہ میں ہیں۔ آپ بار بار

کہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کو حضور کے لئے ثابت کیا ہے۔ میں نے پہلے بتایا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ۔

” قاسم نانوتوی نے خود لکھا ہے کہ ختم نبوت زمانی شایان شان اقدس نہیں تو ختم نبوت زمانی حضور کے لئے ثابت کرنا بقول نانوتوی صاحب حضور کی توہین ہے “

پھر وہ اس کو کیوں حضور کے لئے ثابت کرنے لگے۔ اور اگر ایسا کریں گے تو اپنے خیال کے مطابق حضور کی توہین کر کے خود کافر ہو جائیں گے۔

” تینوں عبارتوں کی میں توضیح کر چکا ہوں کہ ہر ایک عبارت میں ایک مستقل کفر ہے “

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ راگ گایا ہے کہ تحذیر الناس کے فقرہ کی ترتیب بدلنے سے کفری مضمون پیدا ہو گیا۔ یہ تو آپ جب کہتے جب کہ ہم تینوں فقرہ کو ملا کر کفر ثابت کرتے۔ ہمارا دعوے تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر ہر فقرہ میں ایک ایک مستقل کفر ہے۔ خواہ وہ کسی ترتیب سے لکھے جائیں۔ آپ میری باتوں کا جواب دیجئے بار بار یہ رٹنے سے کہ ترتیب بدلنے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ نانوتوی صاحب کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔

آپ نے کہا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳۰ کے فقرے میں نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کو نہیں بلکہ مفہوم ختمیت کو اسی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ حصر پر امت کا اجماع ہے تو نانوتوی صاحب نے چونکہ اس سے اختلاف کیا اور اس کو خیال عوام بتلایا لہذا وہ کافر ہوئے۔ اس کے جواب میں آپ نے مولوی عبدالحی صاحب کے رسالہ کا حوالہ دیا ہے کہ وہ حصر کے قائل نہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ مولوی عبدالحی حصر کے قائل ہوں یا نہ ہوں ساری امت حصر کی قائل ہے۔ دیکھئے۔ آپ کے مدرسہ دیوبند کے مفتی مولوی شفیع صاحب اپنے رسالہ ختم نبوت فی اللہ کے صفحہ ۸ پر امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شفا شریف سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

واجبت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهومه المراد به

دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في كفره لواء الطوائف كلها قطعاً

اجماعاً وسمخاً۔

اور پھر آپ کے یہ مفتی صاحب ہی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔

» اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا

مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں

کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے جو اس کا انکار کریں۔ اور قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے کہ

دیکھا مولوی صاحب یہ ہے سنی کا معجزہ۔ آپ اجماع کے انکار میں مولوی عبدالحی صاحب کی اڑھت

ہیں۔ میں نے خود آپ کے دیوبندی مفتی صاحب کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ » خاتم النبیین « کا مفہوم ختم زمانی

ہی میں منحصر ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

اس » ختم النبوت فی الآثار « میں اور بھی متعدد عباراتیں اس قسم کی ہیں جو اگر ضرورت ہوئی تو پھر پیش کر دیں

گا۔ بہر حال میں نے لکھا ہے۔

» مولوی عبدالحی صاحب اجماع مائیں یا نہ مائیں مگر آپ کے مفتی دیوبند نے تو اپنی متعدد

عبارات میں اسی حصر پر اجماع بتایا ہے تو مفتی دیوبند کے فتوے سے آپ یقیناً کافر ہیں «

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ نانو تو ہی صاحب نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم

السلام اور راسخین فی العلم عوام میں داخل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بحث تحذیر الناس کی ہے مکتوبات

کی نہیں۔

» مکتوبات میں نانو تو ہی نے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کو عوام سے نکالا ہوگا مگر

تحذیر الناس میں تو ان کو عوام بتا دیا «

» ثنوی شریف کے شعر تو آپ نے لکھ دیئے مگر ان کا ترجمہ لکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ثنوی شریف

میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصف کریم » خاتم النبیین « کے یہ معنی ہیں کہ حضور بالذات

نبی ہیں۔ تحذیر الناس کا ثنوی شریف پر قیاس۔ کفر کا ایمان پر قیاس ہے «

لے یہ خط کشفہ فقہ مولوی حسنت علی صاحب کی دستخطی اور ان کے قلم کی لکھی حوالی تحریریں اسی طرح لکھا ہوا ہے یا تو یہ اسٹامپ انکار ہے اور

یا حرف نفی رہ گیا ہے۔ مولوی حسنت علی صاحب اگر اس کے متعلق کوئی اطلاع دیں گے تو تصریح کر دی جائے گی۔ «

” میں بتا چکا کہ ختم نبوت کے معنی بدلنے میں قادیانیوں کا قدودہ نانوتوی صاحب کے سوا کوئی نہیں۔ آپ اس کا جواب نہیں دے سکے۔“

” آپ نے مجھ پر بد زبانی کا الزام لگایا ہے حالانکہ میں نے اپنی طرف سے ایک لفظ نہیں کہا بلکہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی کی عبارت پڑھ دی تھی۔ اگر اس کا نام بد زبانی ہے تو یہ مولوی در بھنگی صاحب کی بد زبانی ہے۔“

آپ نے اس مرتبہ ”خاتم النبیین“ کی مثال ”خاتم الاطباء“ سے دی ہے اس کا جواب سنئے !

” طب پر نبوت کا قیاس اور طبیب پر نبی کا قیاس باطل ہے۔ طب کسی چیز ہے، مگر نبوت میں کسب کو مطلق دخل نہیں۔“

آپ نے طب کی یہ مثال دے کر نبی اور نبوت دونوں کی توہین کی یہ آپ کا ایک اور نیا کفر ہے۔ دیکھئے مولوی صاحب ! میں پھر آپ سے کہتا ہوں آپ کفر کی حمایت سے باز آجائیے۔ جو کفر کی حمایت کرتا ہے وہ خود بھی کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آپ نانوتوی کے کفر کی حمایت کرنے کھڑے ہوئے تھے مگر دیکھئے اب تک کتنے کفر پر کلمے خود آپ سے صادر ہوئے۔ یہ کفر کی حمایت ہی کا نتیجہ ہے اس سے باز آجائیے اور مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن جائیے۔

آپ کے نانوتوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو بالذات کہتے ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض۔ اور آپ بھی اپنی تقریروں میں بار بار اس کو واضح کر چکے ہیں حالانکہ یہ محض الحاد ہے۔ اور خود آپ کے دیوبندی مفتی مولوی شفیع صاحب نے بھی اس کو باطل لکھا ہے۔

” ختم نبوت فی الآثار صفحہ ۹ پر ہے کہ نبوت کی تقسیم بالذات وبالعرض کی طرف باطل ہے

اسی کتاب کے صفحہ ۸ پر ہے کہ لفظ ”خاتم النبیین“ بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔

کہنے اب تو مدرسہ دیوبند ہی کے مفتی صاحب نے آپ کے اور آپ کے پیٹوا نانوتوی صاحب کے خلاف

اس گھر کو آگ لگ گئی اپنے چراغ ہے۔

فتویٰ دے دیا۔ ج

آپ نے ایک عجیب بات اس دفعہ یہ کہی ہے کہ اگر تحذیر الناس کے ہر فقرہ میں مستقل کفر پایا جائے گا تو اعلیٰ حضرت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کافر کہنا پڑے گا۔ کیونکہ صفحہ ۴۱ کے فقرہ میں صرف حضور کے زمانہ اقدس میں، اور انبیاء کے وجود کو حضور کی خاتمت کے لئے غیر محل کہا گیا ہے۔

حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بھی حضور کے عہدِ مقدس میں چار اور پیغمبروں کے وجود کے قابل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں آپ نے ملفوظاتِ مبارکہ کی عبارت پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔

”صفحہ ۴۱ کی عبارت سے پہلے ہی موجود ہے۔“ اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور۔ تو یہ

عبارت بھی کفر ہے۔“

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار نبیوں کے متعلق فرمایا

ہے کہ وہ ابھی تک موجود ہیں۔ وہ سب وہ ہیں جن کو نبوت حضور سے پہلے مل چکی ہے۔ اور نانو توئی نے نئے پیغمبروں

کی آمد کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ پس تحذیر الناس کو ملفوظاتِ مقدسہ پر قیاس کرنا کفر کو اسلام پر قیاس کرنا ہے۔

آپ نے اپنی کسی تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ قادیانی دوسرے بزرگانِ دین شیخ اکبر، ملا علی قاری رحمۃ اللہ

علیہ وغیرہ کے اقوالِ مبارکہ سے بھی استناد کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ۔

”بزرگانِ دین سے قادیانیوں کا استناد باطل ہے ورنہ آپ بتائے کس نے ختم نبوت کے

معنی بدلے۔“

ختم نبوت کے معنی سب سے پہلے نانو توئی نے بدلے اور نبوت کا دروازہ کھولنے کے لئے غلط، باطل اور زلل

روایتوں اور کہانیوں سے سند کپڑی۔ بھائیو! نانو توئی صاحب نے تحذیر الناس میں یہ روایت لکھی ہے کہ۔

”جیسی یہ زمین ہے ایسی ہی چھ زمینیں اور بھی ہیں۔ اور جس طرح یہاں مخلوق آباد ہے ویسی ہی

مخلوق ہر زمین میں آباد ہے۔ اور جیسے یہاں نبی آتے ہیں ویسے ہی وہاں بھی انبیاء جھوٹ ہوتے ہیں

ہیں حتیٰ کہ جس طرح یہاں آدم و نوح، موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم علیہ الصلوٰۃ والسلام گزرے ہیں اسی طرح

وہاں بھی ہوتے ہیں۔ اور جس طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایسے ہی ان زمینوں میں

بھی آپ کے مثل نبی آتے ہیں۔“

مسلمانو! تم نے اپنے باپ دادوں سے کبھی یہ حدیث سنی ہے؟ کبھی نہ سنی ہوگی مگر مولوی منظور صاحب

اور سارے دیوبندیوں کے پیشوا نانوتوی صاحب نے یہ جھوٹی حدیث اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھ دی اور حضور کے مقابلہ میں چھ نبی دوسری زمینوں میں اور بنا ڈالے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ

يَكُونُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ
 كَذَابُونَ يَأْتُونَكَ مِنْ الْاَحَادِيثِ
 بِمَالِهِمْ تَسْمَعُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاءَكُمْ فَاِيَاكُمْ
 وَاَيَا هُمْ لَا يَفْتَنُونَكُمْ وَلَا يَفْتَنُونَكُمْ
 اٰخِرِ زَمَانٍ مِّنْ كُفَّ اِلَيْهِ دَجَالٌ اَوْ كَذَابٌ
 گے جو تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں
 گے جن کو نہ تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ،
 دادوں نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم کو گمراہ
 نہ کر دیں اور فتنوں میں نہ ڈال دیں۔

اس حدیث پاک کی رو سے نانوتوی صاحب بھی انہی دجالوں، کذابوں میں سے ہیں جن کی خبر خدا کے محبوب مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر دی تھی۔

مولوی منظور صاحب! آپ کے نانوتوی صاحب پر یہ حضرت رسالت کا فتویٰ ہے جس میں ان کو کذاب و دجال بتلایا گیا ہے۔ آپ کہاں تک ان کی حمایت کریں گے؟ مولوی صاحب! اب بھی کفر کی حمایت سے باز آجائیے۔ اور کار فردل کا ساتھ چھوڑ دیجئے۔ ہمارا آپ کا سارا جھگڑا ابھی ختم ہو جائے گا۔
 اچھا اور سنتے!

آپ کے نانوتوی صاحب نے تو نئے غیبیوں کے آنے کو خاتمیت کے لئے غیر نفل ہی بتلایا تھا۔ مگر آپ کے دو مکررندہ پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے تو سریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو نبی منوانا شروع کر دیا ان کے ایک مرید نے لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھا اور انہوں نے اس کو اس سے نہیں روکا بلکہ اور اس کو تسلی دی۔ اس نے ان پر درود پڑھا اللھم صلی علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی کا ولیفہ جیا۔ اس پر بھی تھانوی صاحب اس سے راضی رہے۔ مگر ہوتے کہ ادھر ہم نبی ہو گئے، ہم پر درود پڑھا جانے لگا۔ اور اس ناپاک واقعہ کو اپنے رسالہ "الامداد" میں چھاپ بھی دیا اور اس پر اپنی رائے لکھی کہ۔

اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے۔

اس کا مطلب یہی ہوگا مٹھانوی کے جس مرید کو ان کے قبیح سنت ہونے کی تسلی حاصل کرنی ہو وہ ۔
 ” اشرف علی رسول اللہ “ کا وظیفہ پڑھے ۔ مٹھانوی صاحب پر درود پڑھے ۔ مسلمان ایمانی کلیجہ پر ہاتھ رکھ
 کر غور کریں کیا کسی ایمان والے کی زبان سے ایسی باتیں کسی حال میں بھی نکل سکتی ہیں ؟ کیا جن لوگوں کا یہ حال
 ہوان کا ایمان حضورؐ کی ختم نبوت پر ہو سکتا ہے ؟

مسلمانو ! نانوتوی صاحب نے نبوت کا دروازہ کھولا ۔ مرزا قادیانی کو موقع ملا ، اس نے نبوت کا چیلنج
 کر دیا ۔ مولوی اشرف علی صاحب نے جب دیکھا کہ میدان صاف ہے تو انہوں نے بھی اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو
 بنی اور رسول کہلوانا شروع کر دیا ۔ غرض یہ سب کچھ نانوتوی صاحب ہی کا طفیل ہے ۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے
 ” خاتم النبیین “ کے معنی بدلے اور لوگوں کو بتلایا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ میں اور اس کے
 بعد بھی اور نبی ہو سکتے ہیں ۔ اس سے آپ کی ختم نبوت میں کوئی خلل نہیں پڑتا ۔

مولوی صاحب آپ کتنی ہی تاویلیں تو جیہیں کریں ۔ جو لوگ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت
 کا انکار کر کے ختم نبوت کے اجماعی عقیدہ کو عوام یعنی نا سمجھ اور بے وقوف لوگوں کا خیال تباہ کرنے کا فریاد ہو چکے
 ان کو مسلمان ثابت نہیں کیا جاسکتا ۔

نوٹ از مرتب :- مولوی حسرت علی صاحب کی یہ عجیب و غریب اور معجون مرکب

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا ۔ کیا میرا دقت

ابھی باقی ہے ؟ جواب ملا ابھی کافی دقت ہے ۔ اس کے بعد آپ نے اس طرح

تقریر فرمائی ۔

سنی بھائیو ! مولوی منظور صاحب نے نانوتوی کی کفریہ عبارات میں اب تک جتنی تاویلیں کیں آپ نے دیکھ
 لیا کہ میں نے ان سب کے پرچے اڑا دیئے ۔ اور مولوی منظور صاحب میری باتوں کا کوئی جواب نہ دے سکے ۔
 اے مولوی صاحب ! آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں ، آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا ۔ لیجئے اسی
 سلسلہ میں چند باتیں اور کہتا ہوں غور سے سنئے اور ہو سکے تو جواب دیجئے ۔
 آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۳ کے فقرہ کی بابت یہ کہا تھا کہ اس میں ہر کو عوام کا خیال کہا گیا ہے ۔ میں نے

اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ حضور پر تمام امت کا اجماع ہے اور دلیل میں آپ کے مدد رسد دیو بند کے مفتی اعظم کی کتاب ختم النبوت فی الآثار کا حوالہ بھی میں دے چکا ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ جن لوگوں کے کلام میں صریحہ صحر اضافی ہے، بتلایے ! اس کا کیا ثبوت ہے۔ ۹

اس وقت ایک عبارت ختم النبوت فی الآثار کی میں اور پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے اس کے صفحہ ۶۰ پر ہے۔

” خود مکمل جل مجدد اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے۔ اور پھر اس کے رسول جن

پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں۔ اور پھر اس رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے سب گرد صحابہ کرام اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے

ہیں کہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے۔ نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ

”تادیل و تخصیص“

اس عبارت میں مفتی دیو بند نے صاف لکھا ہے کہ اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم اور تمام صحابہ اور سارے علمائے سلف نے ”خاتم النبیین“ کے یہی معنی سمجھے ہیں کہ سب سے آخری نبی اور اسی

معنی میں صحر کیا ہے۔ تو نانو تو می صاحب نے جب صحر کو نا سمجھ لوگوں کا خیال بتلایا تو گویا حق جل مجدہ اور

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سب علمائے سلف کو نا سمجھ اور بے وقوف کہا اور یہ کفر ہے تو نانو تو می

نمود مفتی دیو بند کے فتوے سے کافر ہو گئے۔

تحدیر الناس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے فقرہ کے جواب میں آپ نے بار بار یہی کہا ہے کہ ان میں ختم نبوت زمانی

کا ذکر نہیں ہے بلکہ ختم ذاتی کا ذکر ہے اور اسی کے متعلق یہ لکھا گیا ہے۔ کہ اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی ہو،

یا آپ کے بعد کوئی اور نبی آئے تو اس میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ تو یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ ان دونوں صورتوں

میں خاتمیت زمانی باقی نہیں رہے گی۔ اور آپ کے نانو تو می صاحب نے تحدیر الناس ہی میں یہ بھی جابجا لکھا ہے

کہ ختم زمانی ختم ذاتی کے لئے لازم ہے اور ختم ذاتی ملزوم۔ تو جب حضور کے زمانہ مبارک میں یا اس کے بعد نئے نبی

کے آنے سے حضور کی خاتمیت زمانیہ جاتی رہے گی جیسا کہ آپ کو تسلیم ہے اور نانو تو می صاحب نے لکھا ہے تو خاتمیت

ذاتی بھی باقی نہیں رہے گی۔ کیوں کہ لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نانو تو می صاحب

کی تحقیق پر مدح و حضور خاتم ذاتی رہے نہ خاتم زمانی۔

مولوی منظور صاحب : آپ کو بڑا علمیت کا دعویٰ ہے ذرا سب دیوبندی مولویوں سے مشورہ لے کر

ہی اس کا جواب دے دیجئے۔

مولوی صاحب : آپ نے تحذیر الناس کی عبارات پر کبھی مجھ سے مناظرہ نہیں کیا تھا دینا میرے سامنے کبھی

آپ تحذیر الناس کا نام بھی نہ لیتے۔ اچھا اور سنئے آپ بھی کیا یاد کریں گے کسی سے پالا پڑا تھا۔

صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے فقرہ میں آپ کی یہ تاویل جب چل سکتی تھی کہ وصف نبوت میں بالذات اور

بالعرض ہونے کی صلاحیت ہوتی۔ حالانکہ نبوت ایسی چیز ہی نہیں جو ذاتی اور عرضی کی طرف منقسم ہو سکے۔ وہ ہر نبی کو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا کسی واسطہ کے ملی ہے۔ میری بات تو آپ کیا مانیں گے۔ اس لئے میں اس کے ثبوت میں

بھی مفتی دیوبند کا ہی فتویٰ پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے اسی ختم النبوت فی الآثار کے صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں۔

”نبوت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کو عطا کر دے۔ یا ایک نبی خواہ وہ

نبوت میں کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتے ہوں، دوسرے کو نبی بنادیں۔ بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلا واسطہ

خداوند قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے“

مفتی دیوبند کی اس عبارت نے بالکل ہی فیصلہ کر دیا اور نانو تووی صاحب کی تحریفات اور آپ کی

تاویلات کا قلع قمع ہو گیا۔ مولوی صاحب یہ ہے صداقت کا کرشمہ کہ مدرسہ دیوبند کا مفتی اعظم بھی وہی کہتا ہے

جو ہم کہتے ہیں۔

کیا خوب کہ غیبر پر وہ کھولے

جادو ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

نوٹ از مرتب :-

مولوی حسنت علی صاحب کی اس عجیب و غریب تحریر کا مضمون جہاں تک ہو

سکا ہے انہی کے الفاظ اور انہیں کے مخصوص انداز میں ہم نے پیش کر دیا ہے لیکن اس تحریر کے ذریعہ مولوی حسنت علی صاحب کی جو کیفیت تھی۔ افسوس ہے کہ اس کا فوٹو پیش کرنے سے ہم قاصر ہیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی باری آئی۔ آپ نے اپنا مختصر تحریری جواب دہو مولوی

حسنت علی صاحب کی اس تقریر کے دوران میں لکھ دیا تھا جو تخط فرما کر مولوی حسنت علی صاحب کے حوالہ کیا۔ اور اپنے پُرہاز مسانت و وقار انداز میں اس طرح تقریر شروع کی۔

اس تحریر میں بھی ہم تحریر کا حصہ حسب التزام سابق حاشیتین چھوڑ کر ہی نقل کریں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چوتھا جوابی بیان حضرت

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

اقابل

محترم سامعین ! فاضل مخاطب مولوی حشمت علی صاحب کی عجیب و غریب تقریر آپ حضرات نے سنی۔

چونکہ تحذیر الناس کی بحث میں مولوی صاحب کا سارا اند دشتہ طم ہو چکا ہے اس لئے اس مرتبہ آپ نے اصل بحث سے گریز کر کے ایک دوسری مستقل بحث چھیڑ دی ہے۔ مگر مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں بعون اللہ تعالیٰ بغیر غلط بحث کئے ہی اس کا بھی جواب دوں گا اور الثناء اللہ العزیز اس بحث میں بھی بالآخر آپ لاجواب ہوں گے۔

پہلے میں آپ کے بیان تحریری کے جواب میں اپنا تحریری بیان مع توضیح کے پیش کرتا ہوں۔ سینے اس مرتبہ پھر آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تحذیر الناس صفحہ ۳۲ کی عبارت میں جو عوام کا لفظ ہے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مفسرین مراد ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ کو بار بار اس قدر لغو اور مہمل بات کہنے کی کیوں جرات ہوتی ہے۔

اس لفظ در عوام کے متعلق خود مولانا نانوتوی مرحوم کی تصریح میں ان کے مکتوبات کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں اور اب پھر میں نے عرض کیا ہے کہ۔

” مصنف تحذیر الناس نے لفظ عوام کے معنی خود بیان کر دیئے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور

راستخنین فی العلم کے علاوہ اور سب عوام ہیں “

الغرض ”عوام“ کے لفظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین وغیرہم ائمہ امت کو مراد لینا صرف

آپ کی ذہانت اور مزاج والا کی لطافت ہے حضرت نانوتوی مرحوم نے اپنی مراد خود بیان کر دی ہے ہاں ناحق کی تہمت کا

البتہ کچھ علاج نہیں۔

”اشد العذاب“ کی عبارت کا آپ نے پھر ذکر کیا ہے میں اس کا شافی جواب پہلے دے چکا ہوں جس کا رد آپ سے اب تک نہیں ہو سکا ہے۔ میرے دلائل کا جواب دیتے بغیر صرف زبان سے یہ دعویٰ کر دینا کہ تحذیر الناس کی عبارات بھی انکار ختم نبوت میں ایسی ہی صریح ہیں جیسی کہ مرزا قادیانی کی عبارات، ایسا ہی ہے جیسا کہ قادیانی صاحب حضرت ملا علی قاریؒ و شیخ اکبرؒ وغیرہ کی عبارات کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے ختم نبوت کا صراحتاً انکار کیا جاتا ہے (معاذ اللہ)۔

اس مرتبہ پھر آپ نے یہ کہا ہے کہ ”مولانا نانوتوی مرحوم کے نزدیک ختم نبوت زمانی شایان شان اقدس نہیں“ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ آپ کا خالص افتراء ہے جس میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ نہیں۔ یہی جواب میرا اب بھی ہے۔ اس مرتبہ آپ نے پھر یہ دعویٰ کیا ہے کہ تحذیر الناس کی ہر ایک عبارت میں ایک مستقل کفر ہے اور چونکہ تینوں فقرے بالکل مستقل جملے ہیں اس لئے ترتیب کے بدلنے سے ان کے مطلب میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اس کے جواب میں میں نے صرف یہ عرض کیا ہے۔

”تینوں عبارتوں کی تشریح میں کر چکا آپ میری تحریر کو دیکھ کر جواب دیجئے۔“

میں اپنے پہلے بیانات میں اس کو نہایت مدلل اور مفصل طور پر عرض کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس کے فقرہ کو ترتیب بدل کر لکھنے سے ان کے مطلب میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہو گیا۔ ورنہ اگر ان میں سے ہر فقرہ بچائے خود دیکھا جائے تو اپنے مضمون کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں اب تک جو دلائل میں نے پیش کئے ہیں آپ ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے ہیں۔ بلکہ جو مطلب میں نے ان تینوں فقرہ کو بیان کیا ہے تا حال آپ نے اس سے انکار بھی نہیں کیا ہے بلکہ صفحہ ۳ کے فقرے کا جو مطلب میں نے بیان کیا تھا کہ ”اُس میں حصہ کا انکار ہے اور اسی کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے“ سو اس کو تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اب میرا آپ کا اختلاف صرف یہی رہ جاتا ہے کہ کیا مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی ہی میں منحصر کرنا اور اس سے زیادہ کچھ مراد دلینا یہ بھی اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے کہ اس کا منکر کافر ہو آپ کا یہی دعویٰ ہے اور دلیل میں آپ نے ختم النبوت فی الآثار کے حوالہ سے صرف شفا ر قاضی عیاضؒ کی عبارت پیش کی ہے جو ہرگز اس کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس عبارت کا

مفاد صرف یہ ہے کہ فلاسفہ وغیرہ ملحدین سلسلہ نبوت کا بقا ثابت کر کے لئے جو تاویل یا تخصیص نص خاتم النبیین میں کرتے ہیں وہ سب مردود ہے اور اس کا ظاہری مفہوم بلا کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔ الغرض شفا کی یہ عبارت ان ملحدین کے مخالف ہے جو ختم نبوت زمانی کا انکار کرنے کے لئے نص خاتم النبیین میں بے جا تاویلات کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس کے سیاق سابق سے ظاہر ہے۔ اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خود ختم نبوت زمانی کے پرزور حامی ہیں بلکہ اس کے منکوحہ کو کافر اور خارج از اسلام کہتے ہیں۔ البتہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمتیت زمانی کے ساتھ وہ خاتمتیت مرتبی بھی ثابت کرتے ہیں۔ اور شفا کی عبارت ہرگز اس کے خلاف نہیں۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اس میں حصر بالنسبۃ الی تاویل لفظ لگایا ہے جیسا کہ میں اپنے پہلے کسی بیان میں عرض بھی کر چکا ہوں۔ چنانچہ اپنے تحریری بیان میں اسی کا حوالہ دیتے ہوئے میں نے لکھا ہے:

کہ ”ختم النبوت فی الآثار کا جواب پہلے عرض کر چکا ہوں آپ غور فرمائیے“

بہر حال آپ حصر پر گزراجماع نہیں ثابت کر سکتے اور جب کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ہر آیت قرآنی کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی۔ تو پھر کسی آیت کے متعلق کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس آیت کے بس ہی ایک معنی ہیں۔ نیز میں نے عرض کیا تھا کہ علامہ بکر العلوم لکھنوی ؒ نے اپنے رسالہ فتح الرحمن میں اس حصر کے خلاف تصریح کی ہے۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی سلسلہ میں میں نے ثمنوی شریف کے دو شعر بھی پیش کئے تھے جن میں ختم زمانی کے علاوہ خاتم کی ایک اور بھی تفسیر کی گئی ہے۔ آپ نے ان کے متعلق صرف یہ کہا ہے کہ ان کا ترجمہ نہیں لکھا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ۔

”ثمنوی شریف کا ترجمہ آپ نے نہ سمجھا ہو تو میں عرض کر دوں“

لیکن آپ اس کا اقرار کریں کہ میں ان شعروں کا ترجمہ اور مطلب نہیں سمجھ سکا۔ میں عرض کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ عارف رومی ؒ نے اپنے ان شعروں میں خاتم کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ قریباً وہی ہے جو حضرت مولانا نانوتوی مرحوم نے تحذیر الناس میں لکھا ہے اور جس کا ہم ان کی اصطلاح میں ختم ذاتی ہے۔ اس مرتبہ پھر آپ نے قادیانیوں کے امام اور مقتدی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جو اباً عرض ہے کہ۔

”قادیانیوں کا قد وہ کون ہے اس کا جواب عرض کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس سے ختم نبوت کا

انکار پہلے آپ کے اعلیٰ حضرت نے نکالا اور انہیں کے اتباع میں قادیانیوں نے“

آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ ”مسام الحریین“ کی لایف واشاعت سے پہلے کسی قادیانی نے تحذیر الناس کی عبارت سے ختم نبوت کا انکار کیا ہو۔ بہر حال اسلسلہ میں قادیانی جو کچھ کہتے ہیں وہ آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب سے سیکھ کر کہتے ہیں۔ پس اس خاص معاملہ میں قادیانیوں کے علاوہ پیشرو صرف آپ کے اعلیٰ حضرت ہیں۔ رہا آپ کا یہ خیال کہ خاتم النبیین کے معنی میں مرزائیوں نے مولانا نانوتوی کی اقتدار کی ہے یہ بالکل غلط ہے مولانا مرحوم کی تحقیق کی بنا پر تو قادیانیت بالکل ہی فنا ہو جاتی ہے جیسا کہ تحذیر الناس ص ۱۰۰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اور اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ قادیانی صاحبان عبارت تحذیر الناس سے سند پکڑتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔

” خاتم النبیین کے معنی میں قادیانیوں کا استدلال پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانجی بعدہ اور اکابر علماء اسلام مثلاً حضرت ملا علی قاری و شیخ اکبر و امام عبد الوہاب شمرانی وغیرہ کے اقوال سے ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا نانوتوی مرحوم کی عبارت سے بھی استدلال کیا ہے۔“

بہر حال اگر قادیانیوں کا کسی بزرگ کے کلام سے صحیح یا غلط استناد کرنا آپ کے نزدیک ان بزرگ کو قادیانیوں کا استاد بنانا ہے تو کیا آپ کے نزدیک یہ سب بزرگان دین قادیانیوں کے استاد ہیں ؟

تحذیر الناس کی عبارت قادیانیوں کے لئے جب مفید ہو سکتی تھیں جب کہ ان میں ختم زمانی سے انکار کیا گیا ہوتا اور خاتم النبیین کی تفسیر صرف خاتم مرتبی سے کی جاتی۔ حالانکہ میں بہ تفصیل عرض کر چکا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک خاتم النبیین کی دلالت ختم ذاتی اور زمانی دونوں پر ہے۔ اور ان کی تحقیق یہ ہے کہ اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے جس کی مثال بھی میں نے اپنی پچھلی تقریر میں خاتم الاطباء سے دی تھی۔ جس پر آپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ طب پر نبوت کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ تمثیل اور قیاس کا فرق بھی نہیں سمجھتے۔ پھر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بڑے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مثال سے نبی اور نبوت کی توہین ہوتی ہے بمعاذ اللہ مجھے آپ کی اس بے جا جرأت پر رہ رہ کے حیرت ہوتی ہے۔ سنتے۔

انبیاء علیہم السلام روحانی طبیب ہیں اور ان کی پاک تعلیمات روحانی امراض کے لئے خدا کے بتلانے ہوئے معالجات

ہیں۔ اسکا لیے قرآن کریم میں خدا کی وحی کو شفا فرمایا گیا ہے و منزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة
اور اس کے مقابلہ میں کفر اور نفاق کو مرض بتلایا گیا ہے۔ پچا تپہ منافقین کے معلق ام شاد ہے فی قلوبہم
مرض فزادہم اللہ مرضا۔ مہر حال نبوت کی تمثیل طب سے اور انبیاء علیہم السلام کی اطباء سے بالکل صحیح
ہے۔ اس پر اعتراض کرنا قرآن کریم اور علوم شرعیہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس مرتبہ ختم النبوت فی الآثار کے
صفحہ ۹۴ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف باطل قرار دی گئی ہے
میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

” ختم النبوت فی الآثار میں مرزائی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے نہ کہ تحذیر الناس کے مضمون کی

اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔“

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تحذیر الناس میں جو آنحضرت کی نبوت کو بالذات اور دوسرے انبیاء
علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض کہا گیا ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے کلام
نبوت براہ راست عطا فرماتے ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو درج محمدی کے واسطے سے۔

گویا کلمات نبوت ان کو بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتے اور اللہ سبحانہ ہی نے ان کو بھی نبی بنایا لیکن
اس افاضہ میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو واسطہ بنایا گیا۔ جس طرح کہ حق تعالیٰ نے آفتاب
کو براہ راست منور فرمایا اور دوسرے ستاروں کو اس کے واسطے سے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ دوسرے ستاروں کو خود
آفتاب نے نور بخش دیا ہو۔ عرض نور ان کو بھی حق تعالیٰ ہی سے ملا مگر آفتاب کے توسط سے۔ بلاشبہ ایسے ہی
کلمات نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے براہ راست عطا ہوئے کہ اس میں کسی مخلوق
کا توسط نہ تھا۔ اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور پر نور کی توسط سے، مگر دینے والا ان کو بھی حق تعالیٰ ہی ہے
حضور کو محض واسطہ فی الافاضہ بنایا گیا ہے ورنہ اس عطا میں آپ کو کوئی دخل نہیں۔ بس یہی خلاصہ ہے مصنف تحذیر الناس
کی تحقیق کا۔ اور ختم النبوت فی الآثار میں اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں۔ اور اسکے ص ۲۹ کی جس عبارت کا آپ نے حوالہ
دیا ہے اس میں صرف اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ کوئی نبی کسی دوسرے کو با اختیار بخوبی بنا سکتا ہو۔ اور منصب
نبوت دے سکتا ہو۔ اور یہ بے شک باطل ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس کی

تحقیق کا خود آپ بھی انکار نہیں کر سکتے، آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اپنی متعدد تصانیف میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ کائنات عالم میں جس کو بھی کوئی نعمت اور کوئی کمائی اور کوئی منصب عطا ہوا ہے وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے توسط سے عطا ہوا ہے۔ میں یہاں ان کی صرف ایک کتاب ”جزاۃ اللہ عددہ“ کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

”لصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا

کثیر، صغیر یا کبیر، جہانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک

اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر،

ملک یا انسان، جن یا عیوان بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی۔ اس کی کلی

انہی کے صبا ئے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے، اور

بٹے گی۔ یہ سر الوجود و اصل الوجود و خلیفۃ اللہ الاعظم دلی نعمت عالم ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جزاۃ اللہ عددہ، ص ۲۳۳

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ ہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی، روحانی ہو یا جسمانی، خواہ کسی مخلوق کو عطا

فرمائی گئی ہو، یا عطا فرمائی جائے۔ بہر حال وہ حضور ہی کے واسطے سے عطا ہوتی ہے اور عطا ہوگی۔ اور چونکہ نبوت

بھی حق تعالیٰ کی بہت بڑی دینی اور روحانی نعمت ہے۔ لہذا وہ بھی جس کسی کو عطا ہوتی ہے آپ کے اعلیٰ حضرت کے

اس اصول کی بنا پر حضور ہی کے واسطے سے عطا ہوتی ہے۔ اور یہی بعینہ مصنف تحذیر الناس کی تحقیق ہے۔ خواہ اپنی

اصطلاح میں آپ اس کا نام بالذات وبالعرض نہ رکھیں کچھ اور رکھ لیں۔ لیکن مضمون اور عقیدہ ایک ہی ہے اس

میں کوئی فرق نہیں۔ اور بحث عقیدہ کی ہے نہ کہ عنوان اصطلاحی کی۔

ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۸ کی عبارت کا مفصل جواب پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ مکرر عرض ہے کہ۔

”مرزائی چونکہ ظاہری معنی میں ختم زمانی کے قطعی منکر ہیں اس لئے ختم النبوت فی الآثار میں

ان کی ملحدانہ تاویلات و تخصیصات کا رد کیا گیا ہے“

بہر حال اس عبارت میں حصر بالنظر الی تاویلات الملاحدہ ہے اس کی نظر میں تصانیف علماء میں شائع

ذائع ہیں۔

آپ نے اپنے بیانات میں بار بار اس پتیز کا اظہار کیا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ و ۴ و ۵۸۶ سے جو فقرے حسام اکھرین میں نقل کئے گئے ہیں وہ بجائے خود مستقل مستقل جملے ہیں جن کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے اول و آخر کی عبارات دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی کے ساتھ آپ نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان میں سے ہر فقرے کا مضمون پہلے خود مستقل طور پر موجب کفر ہے۔

میں نے اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ اگر آپ کی یہ بات صحیح مان لی جائے تو آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیونکہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام اکھرین میں انہوں نے نقل کیا ہے اس کے وہ خود بھی قائل ہیں اس فقرے کے الفاظ صرف یہ ہیں۔

۱۔ یہاں ہم نظریں کی طمانیت کے لئے خود مولوی احمد رضا خان صاحب کے کلام سے اس کی ایک تفسیر پیش کرتے ہیں۔ فاضل موصوف۔
جزا! اللہ عدہ ص ۲۲۔ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ « علامہ حنفی اور میرک نے حضور کے فضائل کے بیان میں لکھا تھا کہ آپ کی امت کی توبہ صرف استغفار سے قبول ہو جاتی ہے، » (مختصاً) اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمیع الوسائل میں اعتراض کیا کہ اس کا قائل علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوا ہے اور لکھا کہ توبہ کے تین دکن ہیں۔ ایک ندامت گزشتہ محبت پر، اور ترک فی الحال، اور آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا پختہ ارادہ۔
فاضل بریلوی ملا علی قاریؒ کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں کہ المقصود المحصر بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقۃ من الامر یعنی علامہ اور میرک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس قبولیت توبہ کے لئے صرف استغفار ہی کی ضرورت ہے ندامت وغیرہ ارکان توبہ ضروری نہیں۔ بلکہ یہ حصر ان تکالیف شاقہ کے لحاظ سے ہے جو اگلی امتوں کو قبولیت توبہ کے لئے اٹھانی پڑتی تھیں گویا علامہ حنفی اور میرک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کی توبہ کی قبولیت کے لئے استغفار کافی ہے ان کو قتل النفس وغیرہ امور مذک کی ضرورت نہیں پس جس طرح حنفی اور میرک کے حصر کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حصر اضافی بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقۃ قرار دیا ہے اسی طرح شفاء اور غنم النبوت فی الآثار کی عبارات سے جو حصر مفہوم ہوتا ہے وہ بھی حصر اضافی بالنسبۃ الی تاویلات

” بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے ۔“

میں عرض کر چکا ہوں کہ اس اتنے فقرہ کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ حضور کے زمانہ اور اس میں کسی نبی کا کسی جگہ ہونا آپ کی خاتمت کے منافی نہیں۔ اور میں بتلا چکا ہوں کہ یہ بات آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی تسلیم ہے بلکہ مولانا نانوتوی مرحوم نے تو ” بالفرض “ ہی کر کے لکھا ہے۔ مگر آپ کے اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں تصریح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ چار پیغمبر آج بھی موجود ہیں جن پر ایک ان کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوتی۔ حضرت ادریسؑ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اور حضرت الیاسؑ و حضرت خضرؑ زمین پر۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ بہر حال میں نے عرض کیا تھا کہ اگر تحذیر الناس کے ہر فقرہ کو بجائے خود بالکل مستقل طور پر موجب کفر کہا جائے گا تو صفحہ ۱۴ کے منقولہ بالا فقرہ کی ہمنوائی کی وجہ سے آپ کے اعلیٰ حضرت بھی کافر ٹھہریں گے اس کا جواب آپ نے یہ دیا ہے کہ صفحہ ۱۴ کی اس عبارت سے پہلے تحذیر الناس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ۔

” اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور “

میرا جواب یہ ہے کہ بحث صرف ان الفاظ میں ہے جو حسام الحرمین میں نقل ہوئے۔ اور ان کے متعلق آپ بار بار یہ فرما چکے ہیں کہ ان میں کا ہر فقرہ بچائے خود موجب کفر ہے اب اعلیٰ حضرت کو کفر کی زد سے بچانے کے لئے یہ کہنا کہ صفحہ ۱۴ کے فقرہ سے پہلے یہ ہے اور پیچھے یہ ہے۔ میری بات تسلیم کر لینا اور اپنی زبان سے خود اپنے دعویٰ کی تردید کر دینا ہے۔ میرا تو دعویٰ ہی شروع سے یہ ہے کہ تحذیر الناس کی جو عبارات بھی قطع برید کر کے اور ترتیب بدل کے حسام الحرمین میں نقل کی گئی ہیں وہ ناقص اور نامتام ہیں اور جب تک کہ ہر عبارت کو اپنی جگہ پر رکھ کر اس کا اول و آخر نہ دیکھا جائے اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھا جاسکتا اور نہ اس پر کوئی شرعی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ صفحہ ۱۴ کی عبارت میں خود آپ نے بھی یہ تسلیم کر لیا کہ اس کا مطلب سمجھنے کے لئے اس سے پہلی عبارت دیکھنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

” تحذیر صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام الحرمین میں نقل کیا گیا ہے اس میں جدید نبی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔“

پس صفحہ ۱۴ کا منقولہ فقرہ اگر بقول آپ کے مستقل طور پر موجب کفر مانا جائے تو اس کی ہمنوائی کی وجہ سے

آپ کے اعلیٰ حضرت بھی ضرور کا فر ٹھہریں گے۔ آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت شیخ اکبر دعلامہ علی قاریؒ وغیرہ بزرگان دین سے قادیانیوں کا استناد باطل ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

” جس طرح قادیانیوں کا استدلال (ان) بزرگان دین کے اقوال سے باطل ہے ٹھیک اسی طرح عبارات تحذیر الناس سے بھی “

ہم قادیانیوں کو ان بزرگان دین کی طرف سے بھی جواب دیتے ہیں اور مصنف تحذیر الناس کی طرف سے بھی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ” مجھ پر اشتعال دلانے کا الزام اس لئے لگایا جا رہا ہے کہ افسران پولیس خطہ محسوس کر کے مناظرہ بند کر دیں۔ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

” اشتعال کا الزام لگایا گیا یا حقیقت کا اظہار کیا گیا یہ پتہ سب کے مشاہدہ میں ہے “

لیکن اسی کے ساتھ میں افسران پولیس کو پوری ذمہ داری کے ساتھ اطمینان دلاتا ہوں کہ میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب خواہ کتنی ہی اشتعال انگیزی سے کام لیں مگر انشاء اللہ نہ میں خود مشتعل ہوں گا اور نہ اپنے اسباب کو مشتعل ہونے دوں گا۔ بہر حال فریق مقابل کی انتہائی اشتعال انگیزیوں کے باوجود انشاء اللہ مناظرہ پورے امن و امان سے جاری رہے گا۔ ساتھ ہی مولوی حشمت علی صاحب سے بھی گزارش ہے کہ وہ افسران پولیس کو جس راستہ پر لا کر مناظرہ بند کرانا چاہتے ہیں انشاء اللہ وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے وہ مطمئن رہیں کہ میں ان کی کسی گالی کا جواب گالی سے نہ دوں گا بلکہ ان کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

تم شوق سے کو سوجھے میں ت کو دعا دوں

جو میرا برا چاہے خدا اس کا بھلا ہو

آپ نے اپنی اس تقریر میں انبیاء طبقات دالی حدیث کا بھی ذکر فرمایا ہے اور بڑی دلیری کے ساتھ اس کو غلط باطل اور زلل کمانی کہا ہے اور اس کے باطل اور جھوٹ ہونے کی بڑی ہر دست دلیل یہ پیش کی ہے کہ آپ کے وہ عامی معتقدین و متبعین جو اس جلسہ میں حاضر ہیں انہوں نے کبھی یہ حدیث اپنے باپ دادا سے نہیں سنی۔ اگر حدیثوں کے جعلی اور باطل ثابت ہونے کے لئے آپ کی یہی دلیل تسلیم کر لی جائے تو پھر سارے ذخیرہ حدیث کا خدا ہی حاکم ہے۔

فن حدیث کے بڑے بڑے دفتروں کو چھوڑ کر صرف صحاح متداولہ میں دس ہزار سے زیادہ حدیثیں ہیں جن میں سے

سو بھی ایسی نہ ہوں گی کہ جو آپ کے ان بھائیوں نے اپنے باپ دادا سے سنی ہوں۔ تو کیا آپ اسی زبردست
برہان سے صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی ان ہزار ہا حدیثوں کو غلط باطل اور جھوٹ کہہ دیں گے ؟

افسوس ! عشق رسول کا تو اتنا بلند دعویٰ اور احادیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ عداوت !!
کہ ایک ہی دار میں اس تمام مقدس ذخیرہ کو پار کر دیا۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کیا انبیائے طبقات کی اس حدیث
کے متعلق آپ کا معلومات بھی یہی ہیں ؟ اور آپ نے حدیث و تفسیر کی کتابوں میں کہیں یہ حدیث نہیں دیکھی ؟ اگر
ایسا ہی ہے تو آپ کی نادانگہیت قابل تعجب ہے اور حیرت ہے کہ اس لاعلمی کے باوجود آپ کیوں علمی چیزوں میں
دخل دینے کی جرات کرتے ہیں۔ اور اگر اس حدیث کے متعلق آپ کو صحیح معلومات حاصل ہیں اور صرف مسلمانوں کو دھوکہ
دینے کے لئے آپ نے یہ مغالطہ دینا چاہا ہے تو اور بھی زیادہ قابل افسوس ہے۔

سنئے اور بغور سنئے ! اس حدیث سے آپ اور آپ کے باپ دادا اگر فی الواقع ناواقف ہیں تو اس وجہ
سے کہ آپ کو اور ان کو کبھی مطالعہ حدیث و تفسیر کی توفیق عطا نہیں ہوئی ہوگی ورنہ اہل علم کو معلوم ہے کہ یہ حدیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور چچا زاد بھائی سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے جس کی بہت سے اجلہ محدثین نے تخریج اور تصحیح بھی کی ہے۔ حدیث و تفسیر کی متداول کتابوں میں
آپ صرف بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری اور علامہ سیوطیؒ کی تفسیر درمنثور کا بھی مطالعہ کرتے تو آپ کو اس
حدیث کی تخریجات و تصحیحات کا حال معلوم ہو سکتا تھا۔ نیز مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے
بھی اپنے بعض رسائل میں اس حدیث کے طرق کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ مولانا مرحوم کا رسالہ ”دافع الوسواس“
اس وقت میرے پاس موجود ہے اس میں انہوں نے اس اثر کی ردایتی حیثیت پر نہایت شرح و بسط سے کلام
کیا ہے اور محدثین کی تصریحات سے اس کا معتمد و مستند ہونا ثابت فرمایا ہے۔ سر دست میں اسی کی عبارت پیش
کرتا ہوں۔ دافع الوسواس صفحہ ۴۴ پر فرماتے ہیں۔

”اس کی تخریج کے دو طریق معتمد و مستند ہیں۔ ایک عن شریک عن عطاء عن

الجب الضحیٰ عن ابن عباس رضی (بہیقی) اور حاکم وغیرہ نے اس طریق سے اخراج کر کے صحیح

کہا اور ابن حجر نے فتح الباری میں بہیقی کے قول کو نقل کر کے سکوت کیا۔“

اس کے بعد اسی کی تائید میں علامہ زر قانی کے رسالہ "اجوبۃ الاسئلة" اور سیوطی کی تفسیر درغور سے دو عبارتیں نقل کی ہیں جن میں اس اثر کی تخریج صحیح کے مذکور ہے۔ میں بقصد اختصار ان روایات کو چھوڑتا ہوں اس کے بعد صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں۔

» اور مستدرک حاکم میں ہے۔ حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عبید بن غنام حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک عن عطاء عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ومن الارض مثل من قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنسبکم وادم کاد حکم ونوح کنوح و ابراهیم کابراہیم وعیسیٰ کعیسیٰ هذا حدیث صحیح الاسناد۔ انتہی

اور ذہبی نے اس طریق پر حکم حسن کا دیا۔ چنانچہ بدر الدین شبلی "آکام المرجان" میں بعد نقل عبارت حاکم کے لکھتے ہیں قال شیخنا الذہبی اسنادہ حسن دوسرا طریق عن شعبۃ عن عمرو بن مرة عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس حاکم نے اس طریق سے استخراج کر کے حکم صحت کا دیا عبارت ان کی یہ ہے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنا ابراہیم بن الحسین حدثنا آدم حدثنا شعبۃ

عن عمرو بن مرة عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس قال فی کل ارض نحو

ابراہیم هذا حدیث علی شرط البخاری ومسلم۔ انتہی

اور ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی چنانچہ شبلی لکھتے ہیں قال شیخنا الذہبی هذا حدیث

علی شرط البخاری ومسلم۔ انتہی ہر گاہ بتصریح یہی حدیث و ذہبی و اسکوت و اقرار ابن حجر و سیوطی و شبلی اس حدیث کی وثاقت ثابت ہو گئی۔ اس کے قابل استناد ہونے میں کیا گفتگو رہی ؟

(دافع الوساوس صفحہ ۵)

میں امید کرتا ہوں کہ ان تصریحات کے سننے کے بعد حاضرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ انبیائے طبقات والی حدیث

صحیح ہے اور جلیل القدر محدثین نے اس کی تصحیح و توثیق کی ہے۔ اور مولوی حشمت علی صاحب یا ان کے باپ دادول کی

اس سے ناواقفیت اپنی کم علمی کی وجہ سے ہے انہیں چاہئے کہ علمی بات میں دخل فیجئے کے لئے اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کر لیا کریں۔

تَعْلَمُ إِذَا كُنْتَ لَسْتَ بِعَالِمٍ فَاِنَّ الْعِلْمَ عِنْدَ أَهْلِ التَّعَلُّمِ
تَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ أَزِينٌ لِلْفَتَى مِنْ الْحِلَّةِ الْحَسَنَاءِ عِنْدَ التَّكَلُّمِ

نوٹ از مرتب :- حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی حسنت علی

صاحب نے دوران تقریر میں سوال کیا کہ مولوی عبدالحی صاحب ؓ کے جس رسالہ "دافع الوسواس" کی عبارت ابھی آپ نے پڑھی ہے کیا اس کے تمام مضامین کو آپ صحیح سمجھتے ہیں ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس کے جس حصے کا حوالہ میں نے دیا ہے وہ تو یقیناً صحیح ہے اس کے علاوہ پورا رسالہ اگرچہ میں نے دیکھا نہیں ہے لیکن مولانا عبدالحی صاحب کے علم و تدبیر پر اعتماد کر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس میں جو کچھ ہوگا انشاء اللہ صحیح ہی ہوگا۔ اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے اس رسالہ کے درمیان سے ایک عبارت پیش کی اور فرمایا کہ یہ عبارت خالص کفر ہے کیا آپ اس کو بھی صحیح سمجھتے ہیں ؟

مولانا نے فرمایا استغفر اللہ آپ اکابر اسلام کی تکفیر کے بارہ میں کس قدر جبری واقع ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب ؓ وہ بزرگ ہیں جن کے علم پر علمائے حجاز اور مصر و شام کو اعتماد تھا اور ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ؓ کے بعد انہیں کو یہ قابل فخر مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ ان کی تصنیفات ہندوستان کے باہر دیگر ممالک اسلامیہ میں چھاپی گئی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ کس دلیری سے مولانا کی تکفیر کر رہے ہیں۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ میں ان کی اس عبارت کو موجب کفر کہہ رہا ہوں خود ان کو کافر نہیں کہتا کیوں کہ انہوں نے اس سے توبہ کر لی تھی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی آپ کا ایک خالص افتراء ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ اس کے بعد مولانا نے مولوی حسنت علی صاحب سے اس کی تحریر مانگی کہ مولانا عبدالحی صاحب کی وہ عبارت خالص کفر ہے۔ چنانچہ مولوی

حشمت علی صاحب نے اپنے قلم سے دافع الوسواس کی عبارت لکھ کر حائف الفاظ میں لکھ دیا کہ " یہ صریح کفر ہے "۔
 انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس تحریر کے حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب ! آپ نے علامہ فرنگی محی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر کفر کا حکم تو لگا دیا لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ یہ عبارت قریب قریب ترجمہ ہے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موضوعات کبیر کی ایک عبارت کا۔ اور غضب یہ ہے کہ وہ عبارت اسی جگہ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل بھی کر دی ہے جس عبارت پر آپ کفر کا حکم لگا رہے ہیں۔ اس کے بعد متصلاً ہی مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عبارت ہے فرماتے ہیں۔

» چنانچہ ملا علی قاری ۷ رسالہ موضوعات میں زیر حدیث لوعاش ابراہیم لکان نبیا کے لکھتے ہیں ای لوعاش لکان من اتباعہ کیسی خضر والیاس فلا ینا قضا
 قوله تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یأتی بعدہ نبی ینسخ ملئہ ۷ انتہی
 بتلایئے ؟ مولانا عبدالحی صاحب ۷ کی اس عبارت اور ملا علی قاری ۷ کی اس عبارت میں کیا فرق ہے اور کیا
 اب آپ ملا علی قاری ۷ پر بھی کفر کا فتویٰ دیں گے ؟ نیز حضرت شیخ اکبر ابن عربی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں بھی اس کے ہم معنی عبارت موجود ہیں تو کیا آپ ان بزرگوں کو بھی کافر کہیں گے ؟ اور اگر ان
 عبارات کی آپ کوئی توجیہ کریں، تو دلی ہی توجیہ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں بھی ہو سکتی ہے۔

نوٹ ختم

اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرات ! آپ بھولے نہ ہوں گے کہ اصل بحث تحذیر الناس کی ان عبارات پر تھی جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ناجائز قطع و برید کے ساتھ حسام التحریر میں نقل کر کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے اصل بحث سے گریز کر کے دوسرا اعتراض مصنف تحذیر الناس پر یہ کیا کہ انہوں نے انبیاء و طبقات والی جھوٹی حدیث لکھ دی جو کبھی ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے نہیں سنی اس کا جواب بھی میں نے دے دیا اور بھلا اللہ جلیل القدر محدثین کی تصریحات سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ حدیث صحیح ہے اور اس کا انکار بھالت اور گمراہی ہے۔ مولوی حشمت علی صاحب اس کے جواب

میں کچھ نہیں کہہ سکے۔ بلکہ آپ نے مولوی عبدالحی صاحب کی ایک عبارت پیش کر کے از خود ہی کفر کا فتویٰ اس پر دے دیا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرے حصہ میں اکابر اسلام کی حمایت آئی ہے۔ چنانچہ میں مولانا عبدالحی صاحب کی طرف سے بھی جواب دہی کی۔

اگرچہ یہ دونوں چیزیں موضوع بحث سے بالکل خارج تھیں مگر چونکہ عبارات تحذیر الناس کے متعلق مولوی حسرت علی صاحب کا سارا اند دختہ ختم ہو چکا ہے اس لئے انہوں نے یہ خارجی بحثیں چھیڑیں اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بحث سے ایک تیسری بالکل غیر متعلق چیز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے متعلق بھی چھیڑ دی حالانکہ اگر آپ کو اس پر بحث کرنی تھی تو اس کو ایک مستقل موضوع بنایا جاسکتا تھا مگر اب چونکہ آپ نے اس کو شروع کر دیا اس لئے اتمانہ اللہ میں بھی جواب دیتا ہوں سنتے۔

اس واقعہ میں آپ نے اس قدر غلط بیانی اور ملمع کاری سے کام لیا ہے جسکی جرأت آپ ہی جیسوں کو ہو سکتی ہے۔ پہلی غلط بیانی تو آپ نے یہ فرمائی کہ جس شخص نے کلمہ شریف اور دود شریف میں حضرت مولانا تھانوی کا نام لیا وہ حضرت ممدوح کا مرید تھا، حالانکہ یہ غلط ہے۔ وہ شخص اس وقت مرید نہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ کلمہ پڑھنے کا واقعہ خواب کا تھا آپ نے اس کو ظاہر نہیں کیا ورنہ لوگ آپ کے علم کی داد دیتے کہ آپ خواب کی بات پر بھی کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تیسری بات یہ کہ درود میں غلطی اس شخص سے خطا لسانی کے طور پر بلا قصد و اختیار ہوئی تھی۔ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہتا تھا لیکن غلطی سے اس کی زبان سے حضور کے اسم گرامی کے بجائے مولانا تھانوی کا نام نکل گیا۔ گویا یہ کلمہ اس سے خطا لسانی کے طور پر سرزد ہوا۔ مگر آپ نے اس حقیقت کو بھی چھپایا۔ الغرض اس ذرا سے واقعہ میں آپ نے یہ تین غلط بیانیاں کیں۔ اور وہ بھی میرے سامنے۔ اگر یہ دھوکے کسی اور کو آپ دیتے تو شاید وہ دھوکہ کھا جاتا مجھ کو تو آپ خوب جانتے پہچانتے ہیں۔

عنقا شکا کس نشود دام باز چسپیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

میں آپ کے اس اتہام کا جواب دینے سے پہلے حاضرین کرام کو اصل واقعہ خود صاحب واقعہ کے الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ یہ صاحب پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے مولانا تھانوی کو ایک طویل خط لکھا ہے۔ اخیر میں

اپنے خواب کا واقعہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

” کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔

پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہئے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر توجہ کے صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بے دار ہو گیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر طاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب و بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا لیکن جب حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر خیال آیا تو اس بات ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بائیں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللہم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔“

حضرات! یہ ہے وہ واقعہ جس کو توڑ مروڑ کر مولوی حشمت علی صاحب نے آپ کے سامنے پیش کیا تھا اس میں جس قدر حصہ خواب کا ہے اس کے متعلق مجھے کچھ زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو آپ میں سے ہر شخص جانتا ہو گا کہ خواب کی باتوں پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ خواب میں اگر کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کٹتا، زنا کرے تو حد جاری نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ خواب میں کلمہ کفر کہنے سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس وقت مرفوع القلم ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں تصریح ہے۔

و تبطل عباراتہ من الاسلام
سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لانا یا مرتد ہو جانا یا
بیوی کو طلاق دینا یہ سب لغو اور بے کار ہے یعنی اس پر اصلی
والردۃ والطلاق۔

احکام جلد میں نہیں ہوتے۔

پس صاحب واقعہ سے خواب میں جو غلطی ہوئی اور کلمہ شریف میں حضور کے نام کے بجائے جو دوسرا نام اس کی زبان سے نکلا اس کی وجہ سے تو اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ خواب کی بات ہے اور خواب میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے۔

یہی دوسری غلطی جو درود شریف میں اس سے بجا لیا گیا اور حضور کے نام کے بجائے اس کی زبان سے دوسرا نام نکل گیا اس کے متعلق خود صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ۔

” خواب سے بے وار ہونے پر بھی بدستور میرے بدن میں بے حسی اور ناطقتی تھی۔ اسی حالت میں میں نے کلمہ شریف کی غلطی کی تلافی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہا لیکن اس میں بھی غیر اختیاری طور پر حضور کے نام کے بجائے دوسرا نام نکل گیا۔ اس وقت بے حسی اور ناطقتی کی وجہ سے زبان میرے قابو میں نہ تھی۔“

بحر حال درود میں غلطی اس شخص سے خطا و لسانی کے طور پر ہوتی اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کو خطا لسان ہی کہا جائے گا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

الخاطی من یجری علی لسانہ من غیر
فصل کلمۃ مکان کلمۃ
خاطی اس کو کہا جاتا ہے جس کی زبان سے کوئی کلمہ بلا قصد
کسی دوسرے کلمہ کے بچلتے نکل جائے۔

بعینہ یہی صورت اس واقعہ میں ہوئی کہ صاحب واقعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا حضور کے اسم گرامی کے بچلتے بلا قصد و اختیار دوسرا نام نکل گیا۔ گویا اس کی زبان چوک گئی۔ اور فقہ حنفی کی عام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایسی صورت میں آدمی کا فر نہیں ہوتا بلکہ خواب والے کی طرح مشرعیّت اس کو بھی معاف کر دیتی ہے۔ چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۲۸۵ پر ہے۔

ومن تکلم بہا مخطئاً او مکرہا لا
یکفر عند الكل
جس سے کلمہ کفر مخطئاً سرزد ہو گیا یا کسی نے زبردستی اس سے
کہلوا یا اور اس نے جان بچانے کے لئے صرف زبان سے
کہ دیا تو کسی کے نزدیک بھی اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

الخاطی اذا جرى على لسانه كلمة الكفر
خطأ بان كان يريد ان يتكلم بما ليس
بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر
خطأ لو يكن ذلك كفراً عند الكل

جب کہ خطا (زبان کی بچوگم) سے کلمہ کفر نکل جائے اس
طرح کہ کہنا ایسی بات چاہتا تھا جو کفر نہیں تھی اور
زبان سے نکل گیا کلمہ کفر خطا کے طور پر تو یہ بالاتفاق
موجب کفر نہیں۔

فقہ حنفی کی ان تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر کسی کی زبان سے بلا قصد و اختیار کلمات
کفریہ سرزد ہو جائیں جس طرح کہ زیر بحث واقعہ میں ہوئے تو ہرگز موجب کفر نہیں۔ پس صاحب واقعہ کو درود شریف
والی غیر قصد ہی غلطی کی وجہ سے کافر نہیں کہا جاسکتا اور وہ شرعاً مفسد سمجھا جائے گا۔ اور یہ بات خود اس کے بیان سے ظاہر
ہے کہ اس کے عقیدہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی فتور نہیں آیا اور خواب و بیداری کی دونوں حالتوں میں وہ اس کو غلطی اور
اداس کلمہ کو کفر ہی سمجھتا رہا۔

حضرات یہ ہے اس واقعہ کی حقیقت جس کے متعلق مولوی حشمت علی نے محاسبہ آخرت سے بالکل ٹڈی ہو کر کہا تھا
کہ مولوی تھانوی صاحب نے مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو نبی رسول منوانا شروع کر دیا ہے معاذ اللہ۔
اگر اس قسم کی جھوٹی تہمت رکھنا کسی پر جائز ہوتا تو ہم بھی اس کے جواب میں آپ کے کسی بزرگ کے متعلق کہہ سکتے تھے کہ
انہوں نے اپنے آپ کو خدا منوانا شروع کر دیا ہے والعیاذ باللہ۔

دہا یہ سوال کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے اس کی تعبیر میں یہ کیوں لکھا کہ ”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس
کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ تبع سنت ہے“ سوال تو یہ چیز بحث تکفیر سے بالکل خارج ہے علاوہ ازیں خود
مولانا مظلہ کی طرف سے اسی رسالہ ”الامداد“ میں اعلان ہو چکا ہے کہ محمد کو اپنی اس تعبیر پر اصرار نہیں۔ ہو سکتا ہے
کہ یہ خالص دوسرے شیطانی ہجو یا کسی مرض دماغی سے ناشی ہوا ہو۔ اور جو لوگ فن تعبیر سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں ان
کے لئے اس تعبیر کا سمجھنا مشکل بھی نہیں۔ اس فن کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں حضور
کی زیارت ہو لیکن کسی دوسرے شخص کی شکل میں تو یہ اشارہ ہوتا ہے اس شخص کے تبع سنت ہونے کی طرف۔ پس ایسے ہی
حضور کے اسم گرامی کے بجائے دوسرے نام نکلنے سے بھی اسی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اسی لحاظ سے حضرت مولانا

نے اس شخص کے خواب کی تعبیر یہ دی اور ابھی عرض کر چکا ہوں کہ مولانا کو تو اپنی اس تعبیر پر اصرار بھی نہیں۔

الغرض اس واقعہ کی وجہ سے حضرت مولانا کے متعلق یہ کہنا کہ معاذ اللہ وہ ایسا کلمہ پڑھواتے ہیں یا اپنے نام پر درود دھجواتے ہیں انتہائی بددیانتی اور سخت ترین افترا پر دازی ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ اور ہم سب ایسے شخص کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں جو بحالت صحت ہوش و حواس اپنے قصہ و اختیار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئے والے کسی شخص کو نبی و رسول مانے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس بیان کے بعد حاضرین کو بھی کوئی غلط فہمی نہ رہی ہوگی۔

اس کے بعد مولوی حسنت صاحب سے میرا ایک سوال ہے وہ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

» سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات فوائد الفوائد میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا آپ نے اس کی حقیقت کے امتحان کے لئے کہا میں تم کو اس شرط پر بیعت کر دوں گا کہ تم لا الہ الا اللہ شہبلی رسول اللہ کہو۔ اس شخص نے اسی طرح کلمہ پڑھ دیا۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیعت کر لیا اور فرمایا کہ میں نے یہ صرف تمہارے امتحان کے لئے کہا تھا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا ادنیٰ ترین غلام ہوں تاج نبوت صرف انہی کے لئے زیبا ہے۔

نیز اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کی مطبوعہ سیرت انوار خواجہ میں چھپا ہوا ہے اور تذکرہ کی بعض دوسری کتابوں میں بھی ملتا ہے۔ ان واقعات کے متعلق میرا صرف یہ سوال ہے کہ حضرت شبلی اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ واقعات غلط طور پر ان کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں تو سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں ان واقعات کو اب سے پچاس برس پہلے لکھا ہے جیسے کہ خواجہ امیر حسن علامہ سنہری رحمۃ اللہ علیہ کے فوائد الفوائد کے ترتیب دینے والے وغیرہ ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں اور جن مسلمانوں نے اب تک ان کتابوں میں یہ واقعات دیکھے اور اس کے بعد بھی حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خواجہ امیر حسن اور ان کتابوں کے لکھنے والے حضرات کو مسلمان سمجھا وہ لوگ آپ کے نزدیک مسلمان رہ گئے یا کافر ہو گئے؟

واضح رہے کہ میں یہ صرف آپ سے سوال کر رہا ہوں۔ اپنی کوئی رائے نہیں پیش کر رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی پوری تقریر کے جواب سے فارغ ہو چکا۔ خدا کرے کہ آپ سمجھ گئے ہوں اور قبول حق میں کوئی جذبہ مانع نہ ہو۔

مولوی حسمت علی صاحب چوتھا بیان

مناظرہ ”گیا“ کا تیسرا اجلاس ۳۰ ذیقعدہ کی شام کو مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے بیان پر ختم ہو گیا تھا۔ یکم ذی الحجہ کی رات کی طویل فرصت میں مولوی حسمت علی صاحب نے اپنا مندرجہ ذیل چوتھا بیان مرتب کیا اور صبح کو مناظرہ میں پیش کر دیا۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ بیان آپ نے رات بھر کی محنت سے تیار فرمایا ہے اور مقررہ وقت آدھ گھنٹہ میں میں اس کو پورے طور پر دیکھ بھی نہیں سکتا لہذا اس کے تحریری جواب کے لئے مجھے کم از کم دو گھنٹہ کا وقت ملنا چاہئے۔ مگر مولوی حسمت علی صاحب کسی طرح اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اور آپ نے یہ کہہ کر کہ ”بس آدھ گھنٹہ ہی میں آپ کو اس کا جواب دینا ہوگا“ اپنے اس تحریری بیان کی تلاوت پوری تیزی کے ساتھ شروع کر دی۔ اس تحریری بیان کی توضیح میں تقریر بالکل نہیں ہوئی۔ یہ تحریری بیان بلفظ درج ذیل ہے۔

(مرتب مخفرا)

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

آپ برابر مناظرہ سے فرار کر رہے ہیں۔ آپ کے جن دلائل و اہیہ پر میں اعتراض کر دیتا ہوں اس کو آپ بالکل فراموش کر جاتے ہیں۔ آپ کے اوپر جتنے سوالات اس وقت تک آپ پر نازل ہوئے اور آپ ان کے جوابوں سے عاجز و فاہل رہے ان کی فہرست مختصر اصراف اس لئے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ ان کے جواب دیں۔ اپنے مقابل کے اعتراضات کو اس کان سن کر اس کان اڑا دینا اور اپنی ہی رٹ لگائے جانا کیا آپ کی کمزوری و عاجزی نہیں ہے۔ آپ پانی پی پی کر جس قدر چاہیں اپنے الفاظ سے پیبک پر اثر ڈالیں مگر بفضلہ تعالیٰ ”گیا“ کی پیبک ایسی ناسمجھ اور بے وقوف نہیں ہے کہ اس کو غالب و مغلوب اور حق و باطل کے درمیان امتیاز نہ ہو سکے۔ سنتے۔

ہونے ہی کا انکار کیا گیا۔ تو ثابت ہو گیا کہ عبارت تحذیر الناس کا مضمون اصل وہی ہے کہ لا فضل فیہ اصلاً اور بالذات کا لفظ فریب اور محض دھوکا تھا۔ آپ اس کا جواب بھی نہ دے سکے۔

۶۔ میں نے لکھا تھا کہ قابل مدح ہونے کے لئے کسی وصف کا بالذات ہونا ضروری نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بالعرض ہے کسی کی نبوت بالذات نہیں مگر بھیجی انہی حضرات کی یہ تعریف کرنا قطعاً صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا فرمایا۔ مگر نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور کی یہ تعریف کرنا کہ سب سے کچھلے بنی ہیں قطعاً غلط و باطل ہے تو معلوم ہوا کہ نانوتوی کے نزدیک سب سے کچھلے بنی ہونے میں بالذات بالعرض کسی طرح کی کچھ فضیلت نہیں تو وہی مضمون ہو گیا کہ لا فضل فیہ اصلاً اور بالذات کا لفظ محض تقیہ رہ گیا۔ اس کا جواب بھی آپ نے نہ دیا۔

۷۔ میں نے لکھا تھا اصولاً منقول عنہ کا بعینہ نقل کرنا ضروری نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہئے۔ اس پر بھی آپ خاموش رہے۔

۸۔ میں نے خود نانوتوی کے اقرار سے بتایا تھا کہ جس طرح قد و قامت و شکل رنگ و حسب و نسب و کمون و غیرہ اوصاف کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں اسی طرح حضور کے سب سے کچھلے بنی ہونے کو بھی نبوت و فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ تو وہی مضمون ہو گیا کہ لا فضل فیہ اصلاً اس پر بھی آپ ساکت رہے۔

۹۔ میں نے کہا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا چھ خاتم النبیین ثابت کئے جائیں۔ احوال ایک چیز کو دو دیکھتا ہے۔ مگر نانوتوی صاحب نے ایک کے ساتھ خاتم النبیین دیکھے۔ سات زمینوں میں سات خاتم النبیین ثابت کرنا تحذیر الناس کا مقصود اصلی ہے۔ اسی کا سوال ہے اور یہی جواب ہے۔ چونکہ حضور کے سوا چھ خاتم النبیین ماننا حضور کے سب سے کچھلے بنی ہونے کے مخالف تھا اسی لئے نانوتوی صاحب کو مجبور ہونا پڑا کہ خاتم النبیین کے اس معنی کو کہ حضور سب سے کچھلے بنی ہیں نا سمجھ لوگوں کا خیال بتائیں اور خاتم النبیین کے بالکل ایک نئے معنی نبی بالذات گڑھیں۔ آپ سے اس کا جواب بھی نہ ہو سکا۔

۱۰۔ آپ نے دیوبندیوں کی تکفیر پر کہا تھا کہ کسی مسلمان کو کا فر کرنا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے اور خود کا فر ہونا

ہے۔ میں نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کوئی قادیانی آپ سے سوال کرے کہ قادیانی لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں پھر دیوبندی لوگ قادیانی کو کافر کیوں کہتے ہیں۔ اس کا جواب قادیانی کو دیں وہی ہماری طرف سے اپنے لئے سمجھ لیں۔ اس کا جواب آپ سے نہ ہوا۔

۱۱۔ آپ نے حسام البحر میں شریف پر اعتراض کیا تھا کہ جملوں کی ترتیب بدل کر قرآن کے بھی کفر نکالا جا سکتا ہے جیسے کوئی بے دین کہے **ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم** میں نے اس کا جواب دیا کہ اس بے دین نے پہلے جملے کی ابتدا دوسرے کی خبر سے اور دوسرے جملے کی ابتدا پہلے کی خبر کے ساتھ لگا دیا۔ اس سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ لیکن اگر ان دونوں جملوں کو تغیر نہ کیا جائے صرف ترتیب بدل کر یوں کہا جائے **ان الفجار لفی جحیم وان الابرار لفی نعیم** تو اب ہرگز کفر کی بوجہ نہیں۔ چند مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دینے سے ہرگز معنی نہیں بدل سکتے۔ تنذیر الناس کی تینوں عبارتیں تین مستقل جملے ہیں تو صرف ان کی باہمی ترتیب بدلنے سے کیوں کہ معنی بدل گئے۔ آپ اس کے جواب سے بھی صامت رہے۔

۱۲۔ آپ نے کہا تھا نانوتوی صاحب نے لفظ خاتم النبیین کو صرف اس معنی میں حصر کرنا کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں، اس کو حرام کا خیال بتایا ہے۔ میں نے جواب دیا آپ کے مسلم مقتدا مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند نے ختم نبوت فی الآثار کے صفحہ ۸ پر شفا بشریہ سے نقل کیا امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔ تو اجماع امت سے حصر ثابت ہو گیا اور اس اجماعی مسئلہ کو نانوتوی صاحب نے نا سمجھ لوگوں کا خیال اور سمجھ دار لوگوں کے نزدیک غلط بتایا تو نانوتوی کا کافر مرتد ہونا ثابت ہو گیا۔ آپ اس کا جواب نہ دے سکے۔

۱۳۔ میں نے کہا تھا کہ سب سے پہلے نانوتوی نے لفظ خاتم النبیین کے معنی بدل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا دروازہ کھولا۔ یہی سبق نانوتوی صاحب سے قادیانی نے سیکھ کر ختم نبوت کے معنی بدلے اور اپنے لئے نبوت ثابت کی۔ نانوتوی نے بالذات ہی اس کے معنی گڑھے اور قادیانی نے افضل النبیین گڑھ لئے۔ جو معنی ضروریات میں سے ہیں ان سے نانوتوی و قادیانی دونوں نے انکار کر دیا۔ آپ کھر کھانے والے استاد کو

مسلمان کہتے ہیں مگر کفر سیکھنے والے شاگرد کو کافر متہ کہتے ہیں۔ اس کا بھی آپ نے جواب نہ دیا۔

۱۴۔ آپ نے نانوتوی صاحب کی چند عبارتیں تحذیر الناس و مناظرۃ عجیبہ و غیرہ سے پڑھیں جن میں ختم نہانی کا اقرار ہے۔ اس کے جواب میں میں نے آپ کے مقتدا مولوی رضی حسن دھنگلی کی ”اشک العذاب صفحہ ۱۵“ سے عبارت پیش کی کہ مرزائی، دیوبندی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارت مرزا، نانوتوی صاحب کی پیش کرتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کا اقرار ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا، نانوتوی صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے۔ ایک مدت تک مسلمان تھے اور چونکہ وہ جانتے تھے ان وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے تو پہلی عبارت مفید نہیں جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھادیں کہ میں نے جو فلاں معنی (یعنی افضل النبیین، نبی بالذات، ختم نبوت کا غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا۔ یا علیہ السلام، حضور علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دے کر، تحذیر الناس صفحہ ۳ پر ناممجھتا کہ کافر ہوا تھا اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں۔ آپ اس کا کچھ جواب نہ دے سکے۔

۱۵۔ میں نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی عبارت سے نانوتوی کا اقرار پڑھا تھا کہ مجھ سے پہلے اکابر امت میں سے کسی کی سمجھ میں خاتم النبیین کے یہ معنی نہ آئے کہ حضور بالذات نبی ہیں۔ یہ تو میں نے خود بتا کر تیرا لیا ہے مجھ سے پہلے تمام امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں تو نانوتوی کے اقرار سے اسی ہصر پر اجماع امت ثابت ہو گیا۔ جس کو آپ بقول ”انوتی“ ناممجھ لوگوں کا خیال اور سمجھ دار لوگوں کے نزدیک غلط بتا دیا۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۱۶۔ میں نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۹۰ کی عبارت پڑھی تھی۔ خود مکمل جل مجہد اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے اور پھر اس کے رسول جن پر کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں اور پھر اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرام اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے نہ اس میں مجاہد مبالغہ ہے اور نہ تادیل و تخصیص۔ اس عبارت میں مفتی دیوبند نے اقرار کر لیا ہے کہ اللہ عزوجل نے خود قرآن پاک میں بتا دیا کہ،

خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی وحی سے فرمایا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ میں سب سے پچھلا نبی ہوں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہی سمجھتے رہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ تمام علماء امت کا اجماع عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں اور نانوتوی یہ سمجھے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ وہ نامکھ ہے، تو نانوتوی صاحب نے

تخذیر الناس صفحہ ۸۰ کی عبارت میں تمام علمائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود اللہ عزوجل کو معاذ اللہ نامکھ بتا دیا۔ کہنے یہ کتنا سخت کفر ہوا۔ تو آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۱۶۔ میں نے کہا تھا خود نانوتوی نے تخذیر الناس صفحہ ۸ پر لکھا۔

”شایان شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتمت مرتبی ہے نہ زمانی“

تو نانوتوی کے نزدیک سب سے پچھلا نبی ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے اور جو وصف خلاف شان اقدس ہو اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت کرنا حضور کی توہین ہے تو نانوتوی کے نزدیک ختم زمانی حضور کے لئے ثابت کرنا معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے تو زمانہ کے اعتبار سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا اگر بقول آپ کے نانوتوی صاحب نے تسلیم کیا ہے تو اپنی ہی تحریک بنا پر حضور کی توہین کی اور کافر ہو گئے۔ آپ سے اس کا بھی جواب نہ ہو سکا۔

۱۸۔ میں نے کہا تھا کہ حسام الحرمین شریف کی تصنیف سے ۵ برس پیشتر فتاویٰ الحرمین میں تخذیر الناس کی عبارت کفر

کو بالترتیب بچوالہ صفحات لکھ کر علمائے حرمین محترمین سے فتوائے کفر نانوتوی کی تصدیقات حاصل کی جا چکی ہیں۔

ملاحظہ ہو فتاویٰ الحرمین مطبع المہنت بریلی شریف صفحہ ۵۰ و ۵۱۔ تو ترتیب بدل دینے کا اعتراف سرے سے ہبائے

نثورا ہو گیا۔ آپ اس کا بھی کچھ جواب نہ دے سکے۔

۱۹۔ آپ نے کہا تھا کہ ہر آیت کے لئے ظہر و بطن و حد و مطلع ہے۔ میں نے جواب دیا لفظ خاتم النبیین کوئی ایک

آیت مستقلہ ہرگز نہیں بلکہ آیت کریمہ کا ایک لفظ ہے اور تمام امت کا اجماع ہے کہ اس لفظ کے کوئی باطن معنی

نہیں جو معنی اس نے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں صرف وہی مراد ہیں جس کا ثبوت آپ کے مقتدا مفتی دیوبند کی کتاب ختم النبوت فی الامار سے دیا جا چکا۔ اور اجماع کا منکر کافر ہے۔ آپ اس کا جواب بھی نہ دے سکے۔

۲۰۔ آپ نے کہا تھا نانوتوی نے خود بخود صفحہ ۱۰ پر منکر ختم زمانی کو کافر کہا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہے۔ نانوتوی نے خود صفحہ ۱۰ پر اقرار کیا کہ سب سے پچھلانی ہذا شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو معلوم ہوا خود نانوتوی حضور کے آخر الانبیاء ہونے کا منکر ہے تو یہ خود اپنے اوپر کافر و مرتد ہونے کا فتوے ہوا کیا اس کا جواب نہ دے سکے۔

۲۱۔ آپ نے کہا تھا "بلکہ" کا لفظ بتا رہے کہ صفحہ ۱۲ و ۲۸ کی عبارتیں مستقل جملے نہیں ہیں۔ میں نے جواب دیا بلکہ کا لفظ اضراب کے لئے ہے یہاں سے مستقل جملے شروع ہوتے ہیں۔ دونوں قضیے شرطیہ متصل ہیں دونوں کلامیں تام ہیں باقی کے جملوں کے جز نہیں۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۲۔ آپ نے میرے اعتراضوں سے مجبور ہو کر مولوی عبدالحی صاحب کا حوالہ دیا کہ انہوں نے بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتح الرحمن میں خاتم النبیین کے معنی سب سے پچھلے ہی نہیں لکھے بلکہ کچھ اور بتائے۔ اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر و عبد الکریم جلی و امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی خاتم النبیین کے معنی کچھ اور بیان کئے ہیں تو اب اس مسئلہ پر اجماع نہ رہا۔ میں نے جواب دیا کہ ان حضرات کی کتابیں تو اس وقت پیش نظر نہیں۔ فرض کر لیجئے کہ ان حضرات نے کچھ بھی لکھا ہو مگر آپ کے پیشوا تو اجماع بنا چکے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے ہی ہیں۔ مفتی دیوبند کے فتوے سے تو نانوتوی صاحب کافر ہے۔ آپ نے اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۳۔ آپ نے ثنوی شریف کے دو شعر ٹپھ کر یہ بتایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خاتم النبیین کے یہ معنی بتائے ہیں کہ حضور بالذات نبی ہیں۔ میں نے کہا ثنوی شریف کے ان دونوں شعروں سے اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ خاتم النبیین کے معنی بالذات نبی ہیں تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ آپ اس کا بھی جواب نہ دے سکے۔

۲۴۔ اشد الغضب کی عبارت پڑھنے پر آپ نے مجھے بدزبانی کا الزام دیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے تو اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہا دیوبندیوں کے مشہور مہذب مولوی رفیع حسن صاحب کی عبارت پڑھی ہے اسی کا نام بدزبانی ہے تو یہ مولوی رحمتی صاحب کی بدزبانی ہے۔ اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۵۔ آپ نے خاتم النبیین کی مثال خاتم الاطباء سے دی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثال میں طبیبوں کو پیش کیا۔ میں نے اس پر کہا کہ طب پر نبوت کا قیاس اور طبیب پر نبی کا قیاس باطل ہے طب کسی چیز سے گہر نبوت میں کسب کو مطلق دخل نہیں۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۶۔ میں نے ختم نبوت فی الآثار صفحہ ۹۴م کی عبارت پڑھی : ”نبوت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دوسرے کو عطا کرے یا ایک نبی خواہ وہ نبوت میں کتنا ہی بڑا مرتبہ رکھتے ہوں دوسرے کو نبی بنادیں بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلا واسطہ خداوند قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے“ تو مفتی دیوبند کے نزدیک کسی نبی کی نبوت بالعرض و بالواسطہ نہیں بتائیے۔ آپ کے نزدیک مفتی دیوبند کے ہیں یا باقی مدرسہ دیوبند (نافی قوی صاحب)۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۷۔ آپ نے کہا تحذیر الناس صفحہ ۱۴م کی عبارت اگر مستقل کفر ہو تو اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملفوظات میں تحریر فرمایا ہے کہ چار نبی ایسے زندہ ہیں جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری ہی نہ ہوئی بخضر و الیاس زین پر اور عیسیٰ و ادریس آسمان پر۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ میں نے جواب دیا صفحہ ۱۴م کی اسی عبارت سے پیشتر ہے۔ ”قتنام اگر بائیں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے تجویز کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا“ اس میں صاف بتا دیا کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لئے جائیں کہ حضور بالغات نبی ہیں جو نافق قوی صاحب نے گڑھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے خاتم نہ ہوں گے بلکہ بعد میں مبعوث ہونے والے نبیوں کے بھی خاتم ہوں گے۔ اس کے بعد ہی اس کی توضیح کے لئے وہ جملہ لکھا : ”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا دستوراً باقی رہتا ہے“ تو پہلے جملے سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ دوسرے جملے میں اور کوئی نبی ہو : ”کہ یہ معنی ہیں کہ اور کوئی نبی مبعوث ہو۔ اور وہ چاروں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور سے پیشتر مبعوث ہو چکے تو الملفوظ شریعت کے کلام پر یہ جملہ صادق ہی نہیں آسکتا۔ آپ نے اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۸۔ آپ نے کہا کہ جس طرح تحذیر الناس سے قادیانی استناد کرتے ہیں اسی طرح اگلے بزرگان دین کے کلاموں سے بھی استناد کرتے ہیں۔ (جن کے نام اوپر گزرے) تو کیا وہ حضرات اکابر بھی قادیانیوں کے استاد ہوں گے ؟ میں نے

جواب دیا ان حضرات میں سے کسی نے سب سے پچھلے نبی ہونے کو خلاف شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں بتایا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ معاذ اللہ سب سے پچھلے نبی ہونے کو فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ (۱) نانوتوی صاحب ان باتوں کے قائل ہیں جیسا کہ میں بتا چکا تو ان حضرات سے قادیانیوں کو کوئی واسطہ نہیں ان سے قادیانیوں کا امتنا و محض افتراء باطل تو قادیانیوں کے استاد صرف نانوتوی صاحب رہ گئے۔ آپ سے اس کا جواب نہ ہوا۔

۲۹ :- آپ نے لکھا ہے کہ نانوتوی صاحب نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور راسخین فی العلم کے علاوہ سب عوام ہیں۔ میں نے جواب دیا اپنے مکتوبات میں انہوں نے لکھا ہوگا مگر تحذیر الناس تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام امت جن کا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ سب کو معاذ اللہ عوام بتا دیا۔ اور عوام کے مقابلہ میں اہل فہم کا لفظ بول کر ان کو نا سمجھ بھی کر دیا۔ آپ سے اس کا بھی جواب نہ ہوا۔

۳۰ :- آپ سے بار بار اس کا مطالبہ کیا گیا کہ علمائے متقدمین و ائمہ سلف میں سے کسی نے آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین کے معنی بالذات نبی بتائے ہوں تو اس کا ثبوت دیجئے۔ آپ اس کا ثبوت نہ دے سکے۔

۳۱ :- میں ختم النبوت فی الآثار سے شفاء شریف کی عبارت پیش کی۔ اس پر آپ نے کہا کہ یہاں حصر اضافی مراد ہے تو یہ عبارت تحذیر الناس کے مخالف نہیں۔ میں نے کہا حصر اضافی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔

۳۲ :- میں نے کہا مفتی دیوبند نے عبارت شفاء شریف کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

”اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔“

اور نانوتوی کے گڑھے ہوئے معنی نبی بالذات ہرگز لفظ خاتم النبیین کے ظاہری معنی نہیں اور نہ خاتم النبیین کے ظاہر لفظ سے نبی بالذات کے معنی مفہوم ہوتے ہیں۔ تو آپ کے مقتدا مفتی دیوبند نے اس پر اجماع امت بتایا کہ خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات ہرگز نہیں۔ آپ نے اس کے جواب سے بھی سکوت فرمایا۔

۳۳ :- آپ نے نانوتوی کی عبارت پڑھی۔ بنا بر خاتمیت اور بات یہ ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم

آتا ہے " میں نے جواب دیا۔ اسی تحذیر الناس صفحہ ۸ پر ہے۔ "ختم نبوت" معنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔ ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہوا کہ نانوتوی کے گڑھے ہوئے معنی نبی بالذات ہونا لازم ہے اور سب سے کھیلانی ہونا اس کو لازم ہے اور صفحہ ۱۴ و ۲۸ پر یہ مضمون ہے کہ حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی معصوم نہ ہو سکتا تھا حضور کے خاتم ہونے میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی معصوم نہ ہو سکتا تھا والسلام سب سے کھیلانی ہرگز نہیں رہیں گے۔ تو لازم فنا ہو جانے کا اور لازم کے فنا ہونے سے ملزم بھی فنا ہو جاتا ہے۔ تو نانوتوی کی گڑھی ہوئی خاتمیت یعنی نبوت بالذات بھی باطل ہو گئی۔ تو نہ خاتمیت ذاتی رہی نہ خاتمیت زمانی اور حضور کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی نبی جدید کی تجویز باقی رہ گئی۔ اس کا بھی کوئی جواب آپ سے ممکن

نہو ۱۔

یہ تو میرے وہ ۳۳ سوالات قابرہ ہیں جو کل سے آپ پر قرض ہیں۔ آپ اپنی بقیہ باتوں پر

میرے سوالات و اعتراضات سننے کے لئے تیار ہو جائیے۔ اور ہو سکے تو ان کے جواب لائیے۔!

۳۴ :- آپ نے اپنی پہلی تقریر میں تحذیر الناس کا حاصل یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی۔ اور دونوں قسم کی خاتمیت لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ میں کل بتا چکا ہوں کہ نانوتوی کے نزدیک سب سے کھیلانی نبی ہونا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے تو کیا قرآن کریم اپنے محبوب و محبوب دانائے غیوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا وصف ثابت فرمائے گا جو حضور کے شایان شان نہیں۔

۳۵ :- آپ نے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کی عبارتوں کا یہ مطلب بتایا ہے کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ زمانی کا۔

مگر اس عبارت کی ابتدا یوں ہے۔ اگر خاتمیت بمعنی انصاف ذاتی ہو صفت نبوت لیجئے۔ جیسا اس سچیدان نے عرض کیا (ص ۲۸) اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا (ص ۱۴)۔ ان عبارتوں کا صاف مطلب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لئے جائیں کہ حضور سب سے کھیلانی نبی ہیں تو استحالہ لازم آئے گا جو صفحہ ۳ و ۸ پر مذکور ہیں۔ البتہ اگر اس معنی کو چھوڑ کر نانوتوی کے گڑھے ہوئے معنی بالذات نبی ہونا لئے جائیں تو حضور اپنے سے پہلے تمام نبیوں کے اور حضور کے بعد بھی جو نبی معصوم ہوں ان سب کے بھی خاتم ہوں گے۔ بتائیے کیا یہ کفر ہے یا نہیں؟

۳۶۔ آپ نے تحذیر الناس سے خاتمیت زمانی سے مطلق مانا جائے۔ یعنی نانو تو ی نے نزدیک خاتمیت ایک جنس ہے اور خاتمیت زمانی و ذاتی اس کی دو نوعیں ہیں۔ ذرا مہربانی فرما کر خاتمیت ذاتی و خاتمیت زمانی ان دونوں کی جنس و فصل بیان کر دیجئے اور خاتمیت کے وہ معانی عام بیان کیجئے جو ان دونوں پر صادق آئے ہوں۔

۳۷۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس سے دوسری دلیل یہ بیان کی کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقتی ہو۔ مگر آپ کے مقتدا مفتی دیوبند نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۶۰ پر۔ اللہ وہ قول جل جلالہ و علی اللہ علیہ وسلم وصحابة کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام علمائے سلف رحمہم اللہ قرآن کا اجماع اس مسئلہ پر نقل کیا ہے۔ کہ لفظ خاتم النبیین اپنے ظاہر اور حقیقی معنی پر محمول ہے اس میں نہ کوئی مجاز ہے نہ مبالغہ نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔ مفتی دیوبند اس پر اجماع بتا رہے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین میں مجاز نہیں، نانو تو ی کہتے ہیں اس میں مجازیت۔ بتائے دونوں میں کون سچا۔

۳۸۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس سے تیسری دلیل قائم کی کہ دونوں میں ہے ذاتی پر دلالت مطابقتی اور خاتمیت زمانی پر دلالت التزامی۔ اس پر سوال یہ ہے کہ دلالت التزامی کے لئے معنی خارج موضوع کہ کا معنی مطابقتی کا لازم ہونا شرط ہے یا نہیں۔ اگر ہے اور ضرور ہے تو اس پر کیا دلیل ہے کہ نبی بالذات کے لئے سب سے پچھلا نبی ہونا لازم ہے اور یہاں لزوم کو نسا معتبر ہوگا۔

۳۹۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس کی چوتھی دلیل لکھی کہ احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے یہ تو میں پہلے بتا چکا کہ قرآن پاک میں لفظ خاتم النبیین سے سب سے پچھلا نبی مراد لینا نانو تو ی کے نزدیک نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے تو سب سے پچھلے نبی ہونے کو احادیث متواترۃ المعنی سے منازکی فرضیت ثابت ہے۔ ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا کافر۔

۴۰۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس کی پانچویں دلیل لکھی کہ اجماع امت سے ثابت ہے مگر قرآن پاک سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے پچھلے نبی ہونے سے ثبات کو نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے تاکہ اجماع سے اس کو ثابت

۱۔ اصل تحریر میں یہ جملہ یوں ہی لکھا ہوا ہے۔ شاید کوئی لفظ رہ گیا۔

۲۔ خط کشیدہ فقرہ اصل تحریر میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لفظ رہ گئے۔ ۱۲ مرتب۔

ماننا کیا انوتوی صاحب کو مسلمان بنادے گا۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ روزے کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ماننا
 نامحجہ لوگوں کا خیال ہے۔ البتہ اجماع امت سے روزے کی فرضیت ضرور ثابت ہے۔ اس کے والا مسلمان ہوگا
 یا کافر؟

۴۱۔ آپ نے اپنی دوسری تقریر میں کہا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور نبوت مرزا کے اقرار کی وجہ سے قطعاً اجماعاً
 کافر ہیں۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ دیوبندی بھی ختم نبوت کے انکار اور مولوی اشرف علی صاحب کو نبی و رسول کہتے
 ہوئے دن بھر جاگتے ہیں ہوش کے ساتھ اللہ صلی علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی
 کو تسلی بخش جانے کے سبب سے قطعاً اجماعاً کافر ہیں۔

آپ کی تیسری تحریر میں کوئی بات قابل جواب باقی نہیں رہی۔

۴۲۔ آپ نے چوتھی تحریر میں لکھا ہے کہ ختم النبوت فی الآثار میں مرزائی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے نہ کہ تحذیر الناس
 کے مضمون کی۔ میں کہتا ہوں یہ اللہ عزوجل کا مسلمانان پر فضل و کرم ہے کہ اس نے دیکھی اللہ المومنین
 القتال کے جلوے دکھا دیئے اور آپ کے پیشوا مفتی دیوبند کے قلم سے قادیانیوں کے رد میں یہ مضمون لکھوا دیئے
 جن سے تحذیر الناس کے ہر ایک مضمون کا قہر رد ہو گیا۔ واللہ الحمد واللہ الحمد۔

۴۳۔ آپ نے اپنی توضیحی تقریر میں بتایا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے مرید نے جو ان کو نبی و رسول
 کہہ کر کلمہ درود پڑھا تو کلمہ خواب میں تھا اور درود بے اختیاری میں۔ مگر آپ سے میں کہتا ہوں کہ خواب کے حصہ
 پر تو میرا اعتراض ہی نہیں۔ میرا اعتراض تو اس پر ہے کہ اس مرید نے کہا کہ یہ کہتا ہوں کہ اللہ صلی علی
 سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بے دار ہوں خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں مجبوراً
 ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا : دیکھئے تھانوی صاحب کا مرید تصریح کر رہا
 ہے کہ اس روز دن بھر ایسا ہی کچھ خیال رہا کہ اشرف علی صاحب نبی اور رسول ہیں (معاذ اللہ) کیا ایسا عذر بے انتہائی
 شرعاً قابل تسلیم ہے۔

۴۴۔ کیا اگر کوئی شخص دن بھر کلمات کفریہ کہتا رہے اور پھر شام کو یہ عذر کر دے کہ میری زبان میرے اختیار میں
 نہ تھی میں تو چاہتا تھا کہ میں کفر نہ بکوں مگر میری زبان میرے اختیار میں نہ تھی تو کیا اس کا یہ عذر اس کو کفر سے

بچائے گا ؟

۴۔ اپنے گھر کی بھی آپ کو کچھ خبر ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۳۶ پر آپ کے نام ہی پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی شفا شریف سے نقل کرتے ہیں کہ

الوجه الثاني وهو ان يقول القائل لما قال في جهته صلى الله عليه وسلم غير قاصد للسب والازراء ولا معتقد له ولكنه تكلم بكلمة الكفر من لونه او سبه او تكذيبه او اضافته مالا يجوز عليه او نفى ما يجب له مما هو في حقه عليه السلام نقيصة دلالت قال او ياتي بسفه من القول او قبح من الكلام او نوع من السب وان ظهر بدليل حاله انه لم يعلمه ذمه ولم يقصد سبه اما لجهل او لصخر او سكر او قلة مراقبة وضبط اللسان او عجزمة او تمور في كلامه فحكم هذا الوجه حكم الوجه الاول - القتل دون تلثم .

یعنی شفا شریف میں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قائل نے جو کلمہ حضور کی شان میں بولا اس سے اس کو حضور کی توہین و تنقیص مقصود نہیں لیکن اس نے کلمہ کفر بولا یعنی معاذ اللہ حضور پر لعنت کی۔ یا حضور کو گالی دی۔ یا حضور کو جھوٹا کہا۔ یا حضور کی طرف ایسی چیز منسوب کی جو حضور کے شان میں نہیں۔ یا حضور سے ایسی چیز نفی کی جو آپ کے لئے واجب ہے ان باتوں میں سے جو حضور کے لئے عیب ہیں۔ یا کوئی بے ہودہ بات کہی۔ یا کوئی برا کلام بولا۔ اگرچہ اس کے حال کی دلیل سے ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے حضور کو برا کہنے کا ارادہ نہیں کیا اور حضور کی توہین کرنے کی نیت نہ کی۔ اس نے کلمہ کفر اپنی جہالت سے بکسب یا شدید مصیبت کی وجہ سے۔ یا کسی نشر کی وجہ سے۔ یا زبان کی بے اختیاری کی وجہ سے۔ یا گفتگو سے عاجز ہو کر۔ یا کلام میں جسارت کرنے کی وجہ سے تو اس صورت کا بھی حکم وہی پہلی صورت کا حکم ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ اس کو بغیر توقف کے قتل کر دیا جائے۔

آپ کے پیشوا گنگوہی صاحب تو کلمہ کفر بکنے میں زبان کی بے اختیاری کو عذر نہیں مانتے۔ اور آپ اسی بے اختیاری کو عذر بنا کر تھانوی صاحب کے مرید کو کفر سے بچا رہے ہیں۔ یہاں گنگوہی صاحب کے فتوے سے آپ کی تاویل باطل ہوئی یا نہیں اور آپ کفر کے حامی ہونے یا نہیں ؟

۴۶۔ آپ کے نزدیک کسی پیر کا اپنے مرید کی محبت اور صادق قلبی کا امتحان لینے کے لئے اپنے آپ کو رسول کہلوا کر اس سے اپنا کلمہ پڑھوانا کفر ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو صاف اس کی تحریر دیجئے۔ اور اگر کفر ہے تو اب آپ ہی بتائیے کہ حضرت شبلی و حضرت محبوب الہی و جامع الفوائد رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے ؟ ہمارے نزدیک تو یہ عبارت کسی بے دین کی لاشق کردہ ہے۔ کسی غیر نبی کو نبی کہنے والے کا کافر و مرتد ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ ضروریات دین کے خلاف کوئی بات سموع نہیں ہو سکتی۔ کسی عریض الحیاہ مسلوب ایمان نے یہ عبارت فوائد الفوائد میں ملا دی اور حضرات مذکورین کا دامن ولایت یقیناً اس افراد سے پاک ہے۔ رہے وہ مسلمان جنہوں نے فوائد الفوائد میں یہ عبارت دیکھی ان سب پر بھی ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ انہوں نے اس عبارت کو کسی بے دین کا احقاق سمجھا۔ آپ کے پاس کوئی دلیل ہرگز نہیں جس سے آپ ثابت کر سکیں کہ فوائد الفوائد کو دیکھنے والے تمام مسلمانوں نے اس عبارت کو سہق جانا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

۴۷۔ تھانوی صاحب کے مرید نے تو اس واقعہ کو غلطی بھی خیال کیا۔ مگر پیر صاحب اس کو غلطی بھی نہیں مانتے۔ بلکہ اس بات کو کہ مرید نے جاگتے میں ہوش کے ساتھ دن بھر اللہ صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی پڑھا۔ اس کو اس مرید کے لئے باعث تسلی بتا رہے ہیں تو پیر کی حالت مرید سے بھی بدتر ہوئی یا نہیں ؟

۴۸۔ اس واقعہ کو اپنے ماہوار اردو رسالہ میں چھاپ کر اپنے عام و خاص مریدوں میں شائع کر دیا تاکہ اور مرید بھی اس راستہ پر آئیں اور تھانوی صاحب کو معاذ اللہ رسول کہہ کر سوتے میں ان کا کلمہ اور جاگتے میں دن بھر ہوش کے ساتھ اپنے پیر کو نبی کہہ کر ان پر درود پڑھیں اور اس طرح اپنے پیر تھانوی کے قبیح سنت ہونے کی تسلی حاصل کریں۔

۴۹۔ آپ نے کہا تھا کہ تھانوی صاحب نے اس تعبیر سے رجوع کر لیا ہے۔ مگر جناب وہ "الاہداد" جمادی الاخریٰ

۱۳۳۶ھ صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں۔

د۔ باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں۔ اگر یہ خواب دسوسنہ شیطانی ہو یا کسی مرضِ دماغی سے ناشی رہا ہو (ہو) اور اس کی یہ تعبیر نہ ہو۔ لیکن غلط تعبیر دینا ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔

تعبیر خواب ہی کی ہوتی ہے۔ خواب پر ہمیں اعتراض نہیں۔ اصل کفر تو اس امر میں ہے کہ تھانوی صاحب کے مرید نے جلد گتے میں ہوش کے ساتھ دن بھر اللہ صلی علیہ وسلم سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی پڑھا اور تھانوی صاحب نے اس واقعہ بیداری کو غلط نہ مانا اس کو تسلی بخش بتایا۔ نہ اس سے رجوع کیا۔ ہو سکے تو اس الزام کو دفع کیجئے۔

۵۰۔ ۱۔ آپ نے کہا تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "جزائر اللہ عددہ" میں لکھا کہ ہر نعمت جو تمام عالم میں ملی یا ملتی ہے یا ملے گی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیٹی یا بیٹی ہے یا بیٹی گی۔ اس سے آپ نے نبوت کو بالذات بالعرض کی طرف منقسم کر دیا۔ مگر آپ کو بتاتا ہوں یہاں وہی نعمتیں وارد ہیں جن میں اس بات کی قابلیت ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ پر بیٹیں۔ اور نبوت ایسی چیز ہی نہیں کہ بارگاہ الہی سے کسی کو بالواسطہ مل سکے۔ اس مضمون کی تصریح آپ کے مقتدر مفتی دیوبند ختم النبوة فی الآثار کے صفحہ ۴۹ پر لکھ چکے ہیں۔

یہ تحریر میں ائمہ تین چار صاحبوں سے لکھوائی ہے اور تنگی وقت کی وجہ سے غور نظر نہیں ڈال سکا۔ لہذا اگر کوئی لفظی کمزوری رہ گئی ہو تو اس کی اصلاح کا سہی محفوظ ہے۔ اس تحریر میں بوجہ اختصار جہاں کہیں نانوتوی آیا ہو دیا ہے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ اور گنگوہی کے بدلے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور تھانوی کی جگہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سمجھا جائے۔

فیقر الباقع عبید الرحمن محمد شمس علی خاں قادری رضوی مجددی لکھنؤی غفرلہ

نوٹ از مرتب

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مولوی حشمت علی صاحب رات کے پورے وقت میں یہ بیان

لکھ کر لائے تھے اور نقل بھی ساتھ ہی تیار کر کے لائے تھے جو آتے ہی انہوں نے مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کر دی تھی۔
مولانا نے ان سے کہا کہ جو بیان آپ نے رات بھر کی عرق ریزی اور دماغ سوزی سے تیار کیا ہے اس کا جواب مقررہ وقت آدھ گھنٹہ میں نہیں دیا جاسکتا۔ لہذا کم از کم دو گھنٹہ کا وقت اس کے جواب کی تحریر کے لئے مجھے ملنا چاہئے۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب (جو کبھی کسی معقول بات کو ماننے کے لئے تیار ہوا ہی نہیں کرتے) اس کے لئے راضی نہیں ہوئے۔ اور آپ نے صاف کہہ دیا کہ آپ کو جو جواب دینا ہو بس آدھ گھنٹہ کے اندر ہی اندر دے دیں وقت مقررہ سے ایک منٹ زیادہ بھی آپ کو نہیں دیا جاسکتا۔ اور یہ کہہ کر منہ جو بالا بیان تحریر کی تلاوت شروع کر دی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے وقت کی تنگی کا لحاظ رکھتے ہوئے مولوی حشمت علی صاحب کی اس تلاوت کے دوران ہی میں مختصر تحریری جواب تیار کر لیا۔ جس میں صرف اجمالی اشارات پر اکتفا کیا اور اپنی نوبت کے پورے آدھ گھنٹہ میں اس کی تفصیل و توضیح میں تقریر فرمائی۔

ناظرین کرام حضرت مولانا کا یہ تحریری بیان مع توضیحی تقریر آگے ملاحظہ فرمائیں۔ ہم امتیاز کے لئے تحریری حصہ حسب سابق حاشیہ چھوڑ کر درج کریں گے۔

میں چونکہ اس بحث کی پوری تفصیل پہلے کرچکا ہوں اس لئے اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خاتمیت (ذاتی، زمانی، مکانی)

کی حفاظت ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس کا موضوع یہ نہیں ہے۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا چھ خاتم النبیین ثابت کرنا اس کا موضوع ہے۔ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے کہ۔

۵۔ "تحذیر الناس کا موضوع وہی ہے جو میں عرض کرچکا ہوں۔ طبقات الارض والی حدیث سے مسئلہ

خاتمیت پر بوجہ ہوتا تھا۔ اس کو حل کر کے تین حیثیتوں سے حضور کو خاتم ثابت کیا گیا ہے "

آپ نے علماء دیوبند کی تکفیر کو جائز ثابت کرنے کے لئے پھر قادیانیوں کی تکفیر کا ذکر کیا ہے حالانکہ میں اس کا بہت

مفصل جواب پہلے دے چکا ہوں۔ اور تبلا چکا ہوں کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اب بھی میرا یہی جواب ہے کہ۔

۶۔ "قادیانیوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جس کی تفصیل پہلے کی جا چکی ہے "

حاضر کلیم کو یاد ہو گا میں اپنے کل کے بیانات میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں کہ قادیانی ادعا ہے اسلام کے باوجود کیوں

قطعی تکفیر کے مستحق ہیں حضرت علماء دیوبند کو کافر کہنے والے کیوں خدا کے مجرم اور شرارت کے باغی ہیں۔ اب میں اس تمام بحث کے

اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

آپ نے پھر اس چیز کو دہرایا ہے کہ چونکہ تحذیر الناس کے وہ تینوں فقرے جو حسام اکھرین میں نقل کئے گئے ہیں مستقل جملے

ہیں۔ اس لئے ان کی ترتیب بدل جانے سے مطلب پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ میں اس کا مفصل جواب پہلے عرض کرچکا ہوں کہ خان صاحب

کے ترتیب بدل دینے سے مضمون میں کس قدر اور کیوں تبدیلی ہو گئی۔ چنانچہ اب بھی میں نے اسی کا سوال دیتے ہوئے عرض کیا

ہے کہ۔

۷۔ "میں ثابت کرچکا ہوں کہ تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ و ۱۵ کے فقروں کا ابتدائی حصہ جو ان سے خاص

تعلق رکھتا تھا وہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے نقل کرنے سے چھوڑ دیا جس کی وجہ سے یقیناً معنی بدل گئے "

بہر حال یہ بات تو بالکل بدیہی ہے کہ حسام اکھرین میں تحذیر الناس کے جو فقرے ترتیب پلٹ کر لکھے گئے ہیں ان

کے معنی میں غیر معمولی تبدیلی ہو گئی۔ اور اس کا فیصلہ تو بڑی آسانی سے حکم کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کسی صاحب فہم کے سامنے

حسام اکھرین اور تحذیر الناس رکھ دی جائے وہ فیصلہ کر دے گا کہ حسام اکھرین میں جس طرح ترتیب بدل کر تحذیر الناس کی عبارات

نقل کی گئی ہیں اس سے معنی میں تبدیلی ہوئی یا نہیں ؟ مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کسی غیر جانبدار حکم پر ہرگز راضی نہ ہوں گے کیوں کہ آپ خود جانتے ہیں کہ فیصلہ آپ کے خلاف اور میرے حق میں ہوگا۔ کیونکہ مجھ اشد میں ہی حق پر ہوں۔

آپ نے پھر اس کو دہرایا ہے کہ مفہوم غایتیت کو ختم زمانی ہی میں محصور کرنے کا اجماع ہے۔ اور پھر آپ نے شفا کی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے جو ختم النبوت فی الآثار کا صفحہ ۸ پر منقول ہے۔ میں آپ کے اس خیال کا مفصل اور مدلل رد کر چکا ہوں۔ اور بتلا چکا ہوں کہ شفا کی عبارت میں فی الحقیقت ملحدین کی تاویلات و تخصیصات کی نفی مقصود ہے۔ نہ کہ وہ جو اس کے آپ مدعی ہیں جبکہ اس عبارت کا سیاق و سباق شاہد ہے۔ آپ ابھی تک میرے اس جواب پر کوئی نقض نہیں کر سکے اور پھر اسی چیز کو دہرا رہے ہیں۔ میں نے یہاں پھر جواب میں وہی عرض کیا ہے کہ۔

۸۔ ” میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ حصر پر ہرگز اجماع نہیں، ختم النبوت فی الآثار کی عبارت کو بغور دیکھئے اس میں ملحدین کی تاویلات و تخصیصات کا انکار کیا گیا ہے۔“

اور فیصلہ کی ایک آسان صورت یہ بھی ہے کہ ختم النبوت فی الآثار کے مصنف بکھرا شدہ زندہ ہیں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ نے شفا کی عبارت کیا سمجھ کر نقل کی ہے۔ مگر یقین ہے کہ آپ اس پر بھی آمادہ نہ ہوں گے کیوں کہ خود آپ کو اپنی کمزوری کا یقین ہے۔

قادیانی کی استاد شاگردی کا پھر آپ نے تذکرہ کیا ہے حالانکہ شروع سے اب تک قریباً ہر بیان میں میں نے آپ کو اس کا جواب دیا ہے اور میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ تحذیر الناس سے انکار ختم نبوت زمانی نکالنے کا سبق مرزائیوں نے آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہی سے سیکھا ہے۔ پس اس باب میں مرزائیوں کے استاد فاضل بریلوی ہی ہیں نہ کوئی اور۔

نیز میں اپنے گزشتہ بیانات میں یہ بھی واضح کر چکا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس ج کے عقیدے اور تحذیر الناس کی تصریحات کی رو سے مرزا قادیانی اور سارے مرزائی کا فرٹھرتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ آپ برابر یہی کہے جارہے ہیں کہ اس بارے میں قادیانی مصنف تحذیر الناس کے شاگرد ہیں۔ بہر حال اس کے جواب میں، میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

۹۔ ” استاد شاگردی کا جواب بھی آپ پاچکے ہیں، مجھے بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں۔“

آپ نے پھر اس مرتبہ ”اشد العذاب صفحہ ۱۵“ کی عبارت لکھی ہے حالانکہ میں پوری تفصیل کے ساتھ اس پر کلام کر چکا ہوں کہ ہمارے آپ کے موجودہ مقدمہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا جواب پانے کے بعد بھی پھر اسی کا ذکر کرنا اور جواب الجواب سے خاموش

رہنا عاجزی کی دلیل ہے۔ اس لئے میں نے اس کے جواب میں صرف یہی عرض کیا ہے کہ۔

۱۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مظلہ کی عبارت کا آپ کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر بار بار اسی کا

ذکر کرنا عاجزی کی دلیل ہے ۛ

چونکہ میں پہلے یہ بحث تفصیل سے کر چکا ہوں اس لئے یہاں اسی اجمالی جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی عبارت کا پھر حوالہ دیا ہے اور بڑی دیدہ دلیری سے چلن کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے

کہ اس میں خود مصنف تحذیر الناس نے اقرار کیا ہے کہ مجھ سے پہلے تمام امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عقیدہ تھا کہ خاتم

النبین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں ۛ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ افتراء اور

بہتان کے باب میں نہایت بیباک اور بڑے بہادر ہیں۔ میں اپنے کل کے بعض بیانات میں تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی پوری عبارت پڑھ

کر آپ کو اور تمام حاضرین کو دکھلا چکا ہوں کہ وہاں اس مضمون کا نام و نشان بھی نہیں جس کے آپ مدعی ہیں۔ بلکہ وہاں تو سرے

سے ”خاتم النبیین“ کی تفسیر ہی میں بحث نہیں، وہ سارا کلام تو اثر ابن عباسؓ کی تاویلات پر ہے، اس جواب کے پا جانے، اور

افتراء و بہتان کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد بھی اسی چیز کو پھر زبان پر لانا فی الحقیقت بڑی دیدہ دلیری ہے۔ بخدا اگر میری زبان سے

ایسی غلط بات نکل جاتی تو مجھ کو تو کبھی مدت العمر اس کے زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوتی، لیکن آپ ماشاء اللہ اس باب میں بڑے بہادر

ہیں۔ کہ خواہ کیسی ہی کمزوری اور قابل شرم بات منہ سے نکل جائے اور اس کی کمزوری اور لغویت معلوم بھی ہو جائے مگر اس کے

اہرانے سے آپ کو ذرا غلامت لاحق نہیں ہوتی۔ بیچ ہے۔

ایں کار از تو آید و مردان چہیں کنند

بہر حال اس کے جواب میں میں نے صرف اتنا عرض کیا ہے کہ۔

۱۱۔ ”صفحہ ۲۹ والی عبارت کا جواب اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ میری پہلی تحریریں دیکھتے“

آپ نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۹۰ کی ایک عبارت کا بھی حوالہ دیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اور

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام و تابعین عظام و علماء اعلام سب ہی نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ”خاتم النبیین“ کا مفہوم ضر

فہم بانی میں منحصر ہے۔“ حالانکہ اس عبارت میں اس چیز کا خفیف نشان بھی نہیں، وہاں تو صرف یہ بیان کیا جا رہا ہے

کہ ”بہر آیات قرآنہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، ارشادات تابعین اور تصریحات علماء سلف سے یہ چیز پایہ ثبوت کو پہنچ چکی

کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی ”آخر النبیین“ ہیں تو پھر کسی کو حق نہیں کہ وہ ان معروف معنی کو چھوڑ کر ”خاتم المحدثین“ اور خاتم المفسرین“ وغیرہ پر قیاس کر کے مجازی معنی لے۔ اور یہ بیشک صحیح ہے۔ لیکن مصنف تحذیر الناس نے ذال شہور معنی کو چھوڑا ہے نہ حقیقت کا انکار کر کے کسی مجاز کو اختیار کیا ہے۔ بلکہ ان کا مدعا تو یہ ہے کہ ختم زمانی کے ساتھ ختم معنی بھی اس کا مدلول ہے۔ اور اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمت ثابت ہوتی ہے اور اس کے خلاف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ آثار صحابہ میں، نہ ارشادات تابعین میں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

۱۲۔ قرآن مجید اور احادیث کریمہ اور اقوال صحابہ و تابعین و ارشادات علماء و اسخین میں کہیں مذکور

نہیں کہ حضور کی خاتمت صرف ختم زمانی میں منحصر ہے ؟

بلکہ میں صریح حدیث پیش کر چکا ہوں کہ ہر آیت کے لئے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی۔ نیز حضرت ابو الدرداء صہابی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی الدولۃ المکیہ کے حوالے سے نقل کر چکا ہوں کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل فقیہ نہیں نہیں ہوتا جب تک کہ آیات قرآن کے لئے متعدد محامل نہ نکال سکے۔ پس کسی ایک آیت کے متعلق بھی یہ دعویٰ درست نہیں ہو سکتا کہ اس کے بس ہی ایک معنی ہیں۔

اس مرتبہ آپ نے پھر اس افسوسناک بہتان کا اعادہ کیا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک خاتمت زمانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے اور اس واسطے اس کا ثابت کرنا حضور کی توہین ہے (معاذ اللہ)۔ میں پہلے ہی آپ کے اس بہتان کا رد کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ اس میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں۔ اور تحذیر صفحہ ۸ کے جس ناقص فقرہ پر آپ اس بہتان کی بنیاد رکھ رہے ہیں میں اس کا صحیح مطلب بھی پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اور ثابت کر چکا ہوں کہ اس فقرہ کا مطلب بیان کرنے میں آپ افسوسناک خیانت اور شرمناک تحریف سے کام لے رہے ہیں۔ بہر حال چونکہ اس چیز پر میں اپنے پہلے بیانات میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں۔ لہذا اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس واسطے یہاں اس کے جواب میں میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

۱۳۔ تحذیر صفحہ ۸ کی عبارت میں آپ سخت خیانت سے کام لے رہے ہیں اس جگہ تو صاف مذکور ہے کہ حضور کی

خاتمت ذاتی و زمانی دونوں قسم کو عادی ہے۔ پھر اس عبارت کے خاتمہ پر صفحہ ۱۰ والی عبارت آپ میری تحریر

میں ملاحظہ فرمائیے جس میں ختم نبوت زمانی کے منکر کو بدلائل قاہرہ کا فر ثابت کیا گیا ہے ؟

بہر حال چونکہ صفحہ ۸ کی وہ پوری عبارت اور اس کا صحیح مطلب میں کل آچکے اور تمام حاضرین جلسہ کے سامنے پیش کر چکا ہوں اور دلائل کی روشنی میں آپ کی غلط گوئی اور بہتان طرازی ثابت کر چکا ہوں اس لئے یہاں اسی مختصر جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر ”فتاویٰ اکھرمین“ کا ذکر کیا ہے اور پھر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں تحذیر الناس کی عبارات کو بالترتیب بحوالہ صفحات لکھ کر کفر کا حکم لگایا گیا ہے اور علماءِ اکھرمین نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ میں اس کے جواب میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اس وقت بحث حسام اکھرمین کی ہے اور اسی کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ اس میں تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں خیانت اور تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ فتاویٰ اکھرمین کے متعلق میری بحث نہیں ہے۔ الغرض اب بھی میری ہی جوا ہے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ہے۔

۱۴۔ ”آپ حسام اکھرمین کی خیانت تسلیم کر لیجئے، پھر فتاویٰ اکھرمین کا بھی نہایت مسکت جواب پیش کر دیا جائے گا“

اور انشاء اللہ ثابت کر دیا جائے گا کہ اس میں حسام اکھرمین سے بھی زیادہ سنگین تحریف اور احمقانہ خیانت ہے۔

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ لغو بات کہی ہے کہ ”چونکہ“ خاتم النبیین ”مستقل آیت نہیں ہے بلکہ آیت کا ایک لفظ ہے اس لئے وہ حدیث“ لکل آية منها ظہر و بطن“ کے تحت میں نہیں آتا“ میں اس کے جواب میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ کسی آیت کے باطنی معنی اسی طرح لئے جاسکیں گے کہ اس کے مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ مفردات تو سب ظاہری معنوں پر محمول ہوں اور آیت کے معنی باطنی بن جائیں۔

غلاوہ الزہری میں نے اپنے پہلے کسی بیان میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب ”الدولة المکیة“ کی عبارت پیش کی تھی جس میں تصریح ہے کہ کامل تفسیر یہی ہے۔۔۔۔۔۔ کہ قرآن کریم کے ایک لفظ کو متعدد معانی پر محمول کیا جائے چنانچہ یہاں بھی میں نے اسی جواب پر اقتصار کیا ہے اور عرض کیا ہے کہ۔

۱۵۔ ”الدولة المکیة صفحہ ۳۴ کی عبارت میں یہ لفظ موجود ہیں۔“ قد ضربه بعضهم بان

السراد ان یرى اللفظ الواحد یمثل معانی متعددة فیحمله علیہا اذا

كانت غیر متصادمة۔ الخ“ لہذا صرف لفظ خاتم النبیین سے دونوں معنی (ختم ذاتی و زمانی)

نکالنا کمالِ تہقُّق ہے۔

اور یہ کہنا کہ لفظ خاتم النبیین کے مفہوم ختمِ زمانی میں منحصر ہونے پر امت کا اجماع ہو چکا ہے محض ادعا و باطل ہے جس کا بار بار روکیا جا چکا ہے۔

میں نے اپنے کسی بیان میں تحذیر الناس صفحہ ۱۰ کی عبارت پیش کی تھی جس میں مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث اور اجماع امت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ختم نبوتِ زمانی ثابت کر کے اس کے منکر کو صریح الفاظ میں کافر لکھا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہا ہے کہ ”یہ تو خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہے“ شوقِ تکفیر کی اس سے زیادہ افسوسناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ کسی کتاب کے مختلف صفحات کے مختلف فقرہ کو آگے پیچھے کر کے ایک مسلسل عبارت بنا کر اس سے زبردستی ختم نبوتِ زمانی کا انکار نکالا جائے۔

اور اسی کتاب میں جہاں صراحتہ ختم نبوتِ زمانی کا اثبات بلکہ اس کے منکر کی تکفیر بھی مذکور ہو جس سے مصنف کتاب کا مسک اس بارہ میں واضح ہوتا ہو اس کو کفر و ارتداد کا اقرار کہا جائے یا للعجب! بہر حال یہاں اس کے جواب میں میں نے صرف اتنا عرض کیا ہے کہ۔

— ۱۴ — ”مولانا صفحہ ۱۰ کی عبارت ان کے مسک کو واضح کر رہی ہے اس کو اقرار کفر قرار دینا انتہائی

دیدہ دلیری ہے“

آپ نے اس چیز کا اعادہ کیا ہے کہ صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقرہ میں ”بلکہ“ کا لفظ چونکہ اضرب کے لئے ہے اس لئے وہاں سے مستقل جملے شروع ہوتے ہیں۔ اور دونوں قسے شرطیہ متصلہ ہیں جن کا ماقبل سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ میں پہلے تفصیل بتا چکا ہوں کہ یہ دونوں جملے محلِ جزا میں ہیں اور ان کی شرط اوپر مذکور ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے نقل کرنے سے چھوڑ دیا ہے اور ”بلکہ“ کا لفظ عاطف ہے اور اسی کے ذریعہ سے اس کا مابعد ماقبل سے ربط کھارہا ہے۔ بہر حال چونکہ میں اپنے پہلے بیانات میں اس مضمون پر تفصیل روشنی ڈال چکا ہوں اس لیے یہاں میں نے صرف اتنا ہی عرض کیا ہے کہ

— ۱۵ — ”بلکہ کا لفظ خود اس پر دال ہے کہ لاسخی کا سابق سے خاص تعلق ہے“

اگر آپ کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی ہو تو کسی اچھے اُردو دان کے سامنے دونوں عبارتیں صفحہ ۱۴ و ۲۸ کی رکھ دیجئے اور اس سے فیصلہ کرا لیجئے کہ ان میں ”بلکہ“ کے مابعد کو ماقبل سے خاص ربط ہے یا نہیں اور ”بلکہ“ سے پہلی عبارت چھوڑ دینے سے مضمون

ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

میں نے آپ نے اس دعوے کے ابطال کے لئے کہ ”معنی خاتم النبیین“ ختم نہائی میں مختصر ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ”دافع الوسواس“ سے علامہ بحر العلومؒ کی کتاب ”فتح الرحمن“ کا حوالہ دیا تھا کہ اس میں اس حصہ کے خلاف تصریح موجود ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ خواہ انہوں نے کچھ لکھا ہو مگر، ختم النبوة فی الآثار میں تو اس حصہ پر اجماع تسلیم کر لیا گیا ہے۔ لہذا اس کے مصنف (مولانا محمد شفیع صاحب) کے لئے تو مصنف تحذیر الناس کا فر ہو ہی گئے۔ مجھے آپ کی اس جرأت پر رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے۔ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ جس حصہ کے آپ مدعی ہیں ختم النبوت فی الآثار میں اس کا نام و نشان بھی نہیں اور نہ کوئی اور ہی اس اجماع کا ثبوت ہے۔ مگر آپ وہی سبق رٹتے جاتے ہیں۔ بہر حال میں نے یہاں پھر عرض کیا ہے کہ۔

۱۸۔ ”دعوائے اجماع کا جواب بار بار دیا جا چکا ہے آپ قیامت تک حصہ پر اجماع کا ثبوت پیش

نہیں کر سکتے ؟

میں نے آپ کے اسی دعوائے اجماع کے ابطال کے لئے مولانا ردی علیہ الرحمۃ کی مثنوی سے دو شعر بھی پیش کئے تھے اور اپنے پہلے کسی بیان میں ان کے مطلب پر بھی روشنی ڈالی تھی اور بتلایا تھا کہ ان اشعار میں حضورؐ کی خاتمیت کی جو تفسیر کی گئی ہے وہ معنی معروف (ختم زمانی) کے علاوہ ہے۔ اور قریب قریب وہی ہے جس کا نام مصنف تحذیر الناس کی اصطلاح میں ختم ذاتی ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان شعروں میں ”خاتم النبیین“ کے معنی نبی بالذات ملے گئے ہیں تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ ان اشعار کو میں نے اپنے جس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی خاتم زمانی کے معنی میں مختصر نہیں اور میرے اس مدعا کا ثبوت ان شعروں سے بالکل واضح ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ عارف ردیؒ نے ان اشعار میں ”خاتم“ کی جو تفسیر کی ہے وہ مولانا نانوتوی مرحوم کی تحقیق سے بہت قریب ہے۔ جس کی تفسیر مثنوی کی شرح میں دیکھی جاسکتی ہے۔ لیکن آپ کا حال یہ ہے کہ میں کوئی بدیہی سے بدیہی چیز بھی کہوں تو آپ اس کے انکار پر تیار ہیں۔ لہذا اس کا فیصلہ کہ مثنوی کے اشعار سے میرا مدعا پورا ہوتا ہے یا نہیں

حکم ہی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے اور میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

۱۹۔ ”ثنوی شریف کے دونوں شعروں سے میرا مدعا یقیناً ثابت ہے۔ میں اسے ثنوی کا کلام دیکھنے اور کسی کو

حکم بنا کر فیصلہ کر لیجئے۔“

میں نے خاتم النبیین کی تفسیر کے بارہ میں مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ علیہ کی تحقیق کو

آسان کر کے سمجھانے کے لئے ”خاتم الاطہار“ کی مثال دی تھی، آپ نے ازراہ خوش فہمی اس مثال کو قیاس سمجھا اور اپنے

پہلے کسی بیان میں کہا کہ اس قیاس سے نبی اور نبوت کی توہین ہوئی لہذا یہ کفر ہو گیا۔ میں نے اسی وقت جواب دیا تھا کہ یہ

آپ کی خوش فہمی ہے اور کفر دوستی کہ آپ مثال کو قیاس سمجھ رہے ہیں اور اس پر زور شور سے کفر کا حکم لگا رہے ہیں ورنہ

مثال اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے۔ چونکہ اس پر بھی میں پہلے کافی روشنی ڈال چکا ہوں اور آپ کے اس مغالطہ کا اچھی طرح قلعی کھول

چکا ہوں۔ اس لئے یہاں اس کے جواب میں صرف اتنا ہی عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ۔

۲۰۔ ”میری مثال بالکل واضح ہے فہم عالی کا قصور ہے۔“

آپ نے پہلے بھی کہا اور اب بھی کہا ہے کہ نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف باطل ہے اور اس کے نبوت

میں ختم النبوت فی الآثار کی ایک عبارت پیش کی تھی۔ میں پہلے ہی اس کا مفصل جواب عرض کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ

یہ بھی سراسر آپ کی خوش فہمی کا کرشمہ ہے ورنہ ختم النبوت فی الآثار اور تحذیر الناس کے مضمون میں کوئی تضاد اور تناقض

نہیں۔ ختم النبوت میں جس مرزائی عقیدہ کا ابطال کیا گیا ہے اس کا تحذیر الناس میں نام و نشان بھی نہیں۔ اور تحذیر الناس

میں جو تحقیق کی گئی ہے اس سے ختم النبوت میں کمین تعرض نہیں۔ اصل یہ ہے کہ ابھی تک آپ نے نبوت بالذات اور نبوت بالعرض

کے معنی ہی نہیں سمجھے ہیں۔ چنانچہ میں نے یہاں صرف یہی عرض کیا ہے کہ۔

۲۱۔ ”آپ نے نبوت بالذات اور بالعرض کو شاید ابھی سمجھا ہی نہیں تحذیر الناس دیکھئے اور سمجھئے۔“

اور ہاں میں تو اپنے بیان میں یہ بھی بتلا چکا ہوں کہ اس بارے میں مولانا نانوتوی مرحوم کی جو تحقیق ہے کہ حضور سرور

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بالعرض۔ اس سے خود آپ بھی انکار نہیں

کر سکتے۔ کیوں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس پر تو تسلیم کیا ہے۔ اور میں ”جزاء اللہ عدوہ“ کے حوالہ سے ان کی وہ عبارت

بھی کل پڑھ کر سنا چکا ہوں۔ اللہ کی شان ہے آپ کہتے تھے کہ اس تقسیم کو مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے غلط اور باطل

قرار دیا ہے۔ اور میں نے ثابت کیا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت خود اس تحقیق سے متعلق ہیں۔ جزاء اللہ عدہ کی عبارت کے متعلق آپ کا یہ ادعا کہ اس میں نبوت کے علاوہ دوسری نعمتوں کا ذکر ہے، محض باطل ہے، اس میں تو عبادت یہ الفاظ ہیں۔

”ہر نعمت قلیل ہو یا کثیر، صغیر ہو یا کبیر، جسمانی ہو یا روحانی، دینی ہو یا دنیوی الخ“

ان عموماً در عموماً کے بعد کس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں نبوت داخل نہیں ہے۔

آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار اس چیز پر زور دیا تھا کہ تحذیر الناس کے جو فقرے فقہ حسام اکرمین میں نقل کئے گئے ہیں وہ بالکل مستقل جملے ہیں، جن کا مطلب سمجھنے کے لئے ماقبل و مابعد کی عبارت دیکھنے کی ضرورت نہیں اور ان میں سے ہر فقرہ مستقل طور پر موجب کفر ہے۔ اس کے جواب میں میں نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ اگر آپ کی یہ چیز صحیح تسلیم کر لی جائے تو آپ کے اعلیٰ حضرت بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیوں کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام اکرمین میں منقول ہے اس کے مضمون کے وہ خود بھی قائل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے ان کے ملفوظات کا حوالہ پیش کیا تھا۔ اس کے جواب میں آپ نے پہلے بھی کہا تھا اور اس مرتبہ بھی اسی کو دہرایا ہے۔ کہ صفحہ ۱۴ کے اس فقرے سے پہلے یہ عبارت ہے کہ ”آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا“۔ تو اس پہلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے جملے میں ”نبی ہونے“ سے جدید نبی کا مبعوث ہونا مراد ہے۔ اور ملفوظات میں جن چار نبیوں کا وجود اس دور میں بھی تسلیم کیا گیا ہے وہ سب حضور سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں۔ اس لئے ملفوظ کے کلام اور تحذیر الناس کے مضمون میں فرق ہو گیا۔

میں آپ کی اس بات کا جواب پہلے ہی دے چکا ہوں کہ یہ تو جواب نہیں ہوا بلکہ میرے دعوے کو تسلیم کر لیا گیا، میرا دعویٰ تو شروع ہی سے یہ ہے کہ حسام اکرمین میں جو فقرے تحذیر الناس کے نقل کئے گئے ہیں وہ نامتام ہیں اور جب تک کہ ان کا ماقبل و مابعد نہ دیکھ لیا جائے ان کا پورا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا اور نہ ان پر کوئی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ اب آپ نے اپنے اعلیٰ حضرت کو کفر سے بچانے کے لئے خود ہی تسلیم کر لیا کہ ۱۴ صفحہ کے فقرے کا صحیح مطلب معلوم ہونا اس سے پہلی عبارت کے دیکھنے پر موقوف ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جتنا فقرہ حسام اکرمین میں نقل کیا گیا ہے اس میں نبی کے ساتھ جدید یا قدیم کا کوئی قید نہیں۔ پس اگر اس کو ماقبل سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے اور اسی پر حکم کفر لگایا جائے۔ تو آپ کے اعلیٰ حضرت ضرور کافر ٹھہریں گے اسی لئے میں نے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

۲۲۔ ”جیسا کہ عرض کر چکا ہوں صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام میں نقل کیا گیا ہے اس کی دو سے مولوی احمد رضا خان صاحب

ضرور کا فرٹھیں گے

آپ نے کہا تھا کہ قادیانی بقاء نبوت پر تحذیر الناس کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں، میں نے اس کا جواب دیا کہ ہاں وہ مخذولین جس طرح قرآن و حدیث اور بہت سے اکابر امت (حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ، علامہ عبد الوہاب شعرائیؒ، حضرت شیخ اکبرؒ، ملا علی قاریؒ، حضرت شاہ دلی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم) کے کلام سے غلط طور پر اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے اعلیٰ حضرت سے سیکھ کر تحذیر الناس کی عبارات سے بھی وہ بقاء نبوت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ ان حضرات اکابر سے ان کا استدلال محض افتراء باطل ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا اور پھر کہتا ہوں کہ ایسے ہی تحذیر الناس کی عبارات سے بھی ان کا استدلال محض افتراء باطل ہے کیوں کہ ان کا استدلال ان ہی عبارات سے ہے جن پر میری آپ کی بحث ہو رہی ہے اور میں لعن اللہ بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں انکار ختم نبوت کی بوجہ بھی نہیں ہے۔ بہر حال مرانیوں کے استدلال کے متعلق میرا جواب پھر یہی ہے کہ۔

— ۱۲۳ — ”قادیانیوں کا استدلال تحذیر الناس سے پہلے اور بزرگان دین کے اقوال سے ہے“

آپ قادیانی لٹریچر کو دیکھیں اس میں جہاں کہیں اس بحث پر کلام ہوگا۔ وہاں پہلے آیات قرآنی، احادیث نبوی، آثار صحابہ، اقوال سلف سے استدلال کیا گیا ہوگا اور سب سے آخر میں تحذیر الناس کا ذکر ہوگا۔

”اس کے علاوہ جو چیزیں آپ نے فرمائی ہیں بحمد اللہ ان سب کا جواب میری تحریروں میں موجود ہے“

میں وقت کی تنگی کی وجہ سے فردا ہر ایک کے متعلق اپنی اس تحریر میں مختصر اشارات بھی نہ کر سکا۔ اور زمانی تفصیل کے لئے بھی وقت کم رہ گیا ہے اس لئے محض سرسری طور پر آپ کے بیان کے باقی اجزاء کے متعلق کچھ اشارات کرتا ہوں۔ تحذیر کے لفظ عوام کا مصداق میں خود مصنف کی تصریح کی روشنی میں متعین کر چکا ہوں اور اس سلسلہ میں آپ کے جو شبہات تھے ان کا مفصل جواب اپنے گزشتہ بیانات میں دے چکا ہوں البتہ مہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

میں عارف رومی کے وہ اشعار پیش کر چکا ہوں جن میں انہوں نے خاتم کے معنی قریب قریب وہی کئے ہیں جس کو تحذیر الناس میں ”نبی بالذات“ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے آپ غنوی کی شروح دیکھ کر مطمئن کر سکتے ہیں۔ میں ختم النبوة فی الآثار اور شفاء کی عبارات پر مفصل کلام کر چکا ہوں اور مدلل طور پر بتلا چکا ہوں کہ ان میں وہ حصر نہیں جس کے آپ مدعی ہیں شفاء کی عبارت کا سیاق و سباق اس پر شاہد ہے اور ختم النبوت کے مصنف زندہ ہیں ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔

نبوت بالذات کے لئے ختم زمانی کے لزوم پر آپ نے جو اعتراض کیا ہے وہ بالکل مہل ہے۔ آپ بتلائیں کہ کیا آپ کو یہ لزوم تسلیم نہیں ہے؟ — ہاں بے شک تحذیر الناس میں یہی کہا گیا ہے کہ اگر خاتم النبیین کے معنی صرف خاتم زمانی لئے جائیں گے اور اس کو اسی پر پتھر کیا جائے گا تو وہ خبر بیاں لازم آئیں گی جو تحذیر میں مفصلاً مذکور ہیں لیکن اگر اس کو ختم زمانی اور نبوت بالذات سے عام رکھا جائے گا (جیسا کہ مصنف تحذیر کا مدعا ہے) تو ان میں سے کوئی خبر اب بھی لازم نہیں آئے گی۔ نہ معلوم اس میں کیا بات قابل اعتراض آپ کو نظر آتی ہے۔

ختم کے جو معنی لغت میں ہیں یعنی ”انتہاء“ وہ جس طرح ختم زمانی پر صادق آتے ہیں اسی طرح موصوف بالذات پر بھی۔ کیوں کہ ہر ما بالعرض کا سلسلہ ما بالذات پر منتہی ہوتا ہے۔ پس خاتم دونوں سے عام ہو گا۔ اور یہ دونوں اس کے تحت میں مندرج ہوں گے۔ اور تحذیر الناس کی عبارت میں جو نوع کا لفظ آیا ہے اس سے اسی قدر مراد ہے۔

ختم النبوت میں محباز کی نفی کی گئی نہ کہ اس عموم مجاز کی جو حقیقی معنی پر بھی حاوی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں عموم مجاز کی صورت کو بطور احتمال نقل کیا گیا ہے نہ یہ کہ وہ مصنف تحذیر الناس کا مختار ہے۔ ایسے ہی دلالت التزامی کی صورت بھی احتمال ہی کے طور پر لکھی گئی ہے اور لزوم کی تقریر خود تحذیر ہی میں موجود ہے وہیں دیکھ لیجئے۔ اور سمجھ میں آئے تو دریافت کر لیجئے۔ دلالت التزامی میں جو لزوم معتبر ہے وہ کتب فن میں بتلا دیا گیا ہے اگر آپ یہ اقرار کریں کہ مجھے معلوم نہیں تو میں ہی بتلا دوں گا۔

آپ نے نماز روزہ کی جو مثالیں سوال کی شکل میں پیش کی ہیں۔ ان کو مسند زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ان کی بنیاد اس پر ہے کہ نماز روزہ کے فرضیت کے قرآن سے ثابت ہونے کا انکار کیا جائے۔ اور تحذیر الناس میں ختم زمانی کے قرآن سے ثابت ہونے کا انکار نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو چند طریقوں سے قرآن سے ثابت مانتے ہوئے تواتر اور اجماع سے بھی ثابت کیا گیا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ یہ واقعی حقیقت اور عین ایمان ہے۔

اب تحذیر الناس کی بحث کے متعلق آپ کے بیان کا کوئی جز ایسا باقی نہیں رہا جس کا جواب نہ ہو چکا ہو۔ اگرچہ مجھے انس کا افسوس ہے کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے بعض چیزوں کی ضروری تفصیل بھی رہ گئی لیکن اگر ضرورت داعی ہوئی تو انشاء اللہ کسی آئندہ نوبت میں ان کی بھی تفصیل کر دی جائے گی۔

غواب والی بحث اہل موضوع سے خارج ہے۔ تاہم میں اس کا کافی جواب اپنی پہلی تقریر میں دے چکا ہوں اور ضرورت پڑی تو آئندہ اس کے متعلق کچھ اور عرض کروں گا۔ اس وقت تو صرف یہی عرض ہے کہ۔

” وہ بحث خارج از بحث ہے تاہم اس کا جواب سیف بیانی کے صحاح میں ملاحظہ فرمائیے۔“

اس میں اس بحث کی کافی سے زیادہ تفصیل کر دی گئی ہے جس کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

” پھر آخر میں بطور تلخیص مدعا عرض ہے کہ تحذیر الناس کے زیر بحث تینوں فقروں میں سے کسی ایک سے بھی ختم نبوت کا

انکار ہرگز نہیں نکلتا — صفحہ ۳ کے فقرے میں مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ نے حصر کرنے کی

خاتمیت زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے ورنہ خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی خود ان کے

نزدیک آیت ”خاتم النبیین“ کا مدلول ہے۔ جیسا کہ تحذیر الناس صفحہ ۸ و ۹ پر پورے شرح و بسط کے

ساتھ مذکور ہے، نیز میں نے اپنے سہ سے پہلے بیان میں تحذیر صفحہ ۱۰ اسے جو عبارات نقل کی ہیں اس کے

ان الفاظ پر غور فرمائیے — ”ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ ہارون من

موسی الا انه لا نبی بعدی اذ کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ ”خاتم النبیین“ سے

ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی — اس عبارت سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے

نزدیک ختم نبوت زمانی بھی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ پس صرف شوق تکثیر پورا کرنے کے لئے مصنف

کی تصریحات کے خلاف اس کی عبارت کا مطلب بیان کرنا سخت ظلم و بددیانتی ہے۔“

۱۰ اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے حسام البحر میں اس فقرے سے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ مصنف تحذیر الناس خاتمیت زمانی

یعنی حضور کے آخری نبی ہونے کے بالکل منکر ہیں اور ان کے نزدیک مصنفنا سچے علوم کا خیال آج اور اسی پر انہوں نے تکفیر کی بنیاد رکھی

ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ نے یہ تسلیم کر لیا کہ صفحہ ۳ کی اس عبارت میں حصر ہی کا انکار ہے اور اسی کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے
 رہا آپ کا یہ ادعا کہ حصر کا انکار گھڑا ہے، یہ محض غلط اور باطل ہے جس کو میں پہلے ہی تفصیل عرض کر چکا ہوں۔

” علیٰ ہذا صفحہ ۱۴ و ۲۰ کے دونوں فقروں کا تعلق صرف خاتمیت ذاتیہ سے ہے اور ان کا مطلب

اسی یہی ہے کہ اگر بالفرض حضور کے زمانہ اقدس میں کہیں اور کوئی نبی ہو تو آپ کی خاتمیت ذاتیہ علیٰ حالہا

باقی رہے گی۔ اور زمانہ نبوی میں یا اس کے بعد کسی اور نبی کا ہونا آپ کی شان خاتمیت ذاتیہ کے منافی ہے

یا نہیں؟ تو اگر خدا نے نظر انصاف دی ہو، اس کا جواب بھی ان ہی فقروں کے ان حصوں سے معلوم ہو

سکتا ہے جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے اندراہ خیانت حذف کر دیا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو معلوم

ہو جائے گا کہ خود مصنف تحذیر الناس کے نزدیک بھی یہ چیز ختم نبوت زمانی کے منافی ہے۔ اور اگر کوئی بد بخت اس کا قائل ہو تو وہ مصنف تحذیر الناس کی تصریحات کے مطابق یقیناً کافراً اور خارج از اسلام ہے۔

تحذیر الناس صفحہ ۱۰ کی عبارت میں اپنے پہلے بیانات میں پیش کر چکا ہوں وہ میرے اس دعوے کے لئے شاہد

عمل ہے۔ "اور کیا اس تحذیر الناس میں جابجا سد باب مدعیان نبوت کے الفاظ آپ کو نظر نہیں آتے؟" اور پھر تحذیر الناس ہی کی خصوصیت نہیں۔ مولانا مرحوم کی دوسری تصنیفات میں بھی ختم نبوت زمانی کا اقرار و افہام

اور اس کے منکروں کا اگھار صراحت سے موجود ہے۔

چنانچہ آپ کی مشہور کتاب مناظرہ مجیبہ کی سب سے پہلی سطر یہ ہے، حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت

زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول مخلوقات ہیں؟ نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۶

پر فرماتے ہیں خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں، سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو

ہمارے منہ میں بھی زبان ہے؟ پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں۔ ہاں یہ مسلم کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے؟

پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر ہے؟ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں قائل کرے اس

کو کافر سمجھتا ہوں؟

کیا ان کھلی اور واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی کا یہ کہنا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی نبی کا آنا

مصنف تحذیر الناس جائز سمجھتے ہیں نہایت افسوسناک بہتان نہیں ہے؟ بہر حال تحذیر الناس کے قیوں فقرے بالکل بے غبار

ہیں اور مصنف تحذیر الناس مرحوم ختم زمانی کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں لیکن خدا کا خوف اور نظر انصاف چاہئے۔ ع

بہتر بحث ہم عداوت بزرگ تر عیب است

ہاں مصنف تحذیر الناس کا جرم صرف اس قدر ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانی کے

ساتھ خاتمیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔ لیکن یہ جرم تنہا ان کا نہیں بلکہ بہت سے اکابر امت ان سے پہلے اس کی تصریحات

فرما چکے ہیں۔ علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ بحر العلوم کے رسالہ "فتح الرحمن" سے ناقل ہیں کہ "مقتضائے ختم

رسالت دو چیز است، یکے آنکہ بعد دے رسول نہ باشد، دیگر آنکہ شرع آں عام باشد"

۵۲۸
نیز حضور کا اول مخلوقات ہونا بھی اسی کی طرف میسر ہے۔ اور جمع الغوائد میں ہے۔

عن العریاض بن ساریۃ رفعہ الی عند اللہ لخصام البیضان
ان آدم لمنجدل فی حلینہ النخ۔

حدیث کے معنی جب ہی صحیح ہو سکتے ہیں جب کہ آپ کے لئے خاتیت ذاتیہ بھی تسلیم کی جائے۔
چونکہ وقت ختم ہو گیا اس لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس کی توضیح و تائید میں جو کچھ
عرض کرنا تھا وہ انشاء اللہ آئندہ عرض کر دوں گا۔

محکمہ منظور لغمانی عفا اللہ عنہ

مولوی حسنت علی صاحب کا پانچواں بیان

مولوی صاحب موصوف نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کی تقریر کے دوران ہی میں اپنا یہ تحریری بیان تیار کر لیا تھا جو تقریر شروع کرنے سے پہلے ہی حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کر دیا لیکن اس مرتبہ اس کی توضیح میں کوئی تقریر نہیں کی۔ حتیٰ کہ اس کو خود پڑھ کر سنایا بھی نہیں بلکہ اس سے الگ اور آزاد ہو کر تقریر کی۔ تحریری بیان بعینہ درج ذیل ہے۔ (از مرتب غفرلہ)



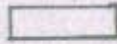
۶۸۶/۹۲۔ ۱: کا جواب مجمع کے قلوب دے رہے ہیں، آپ میرے سوالات کے نمبر وار جواب دیجئے خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ ۲: کار دقاہر میں نے کر دیا۔ ۳: کار د بھی میری تحریر میں موجود ہے۔ ۴: کے پرچے بھی میں نے اٹا دیئے۔ ۵: کا جواب بھی لا جواب ہو چکا۔ ۶: کا جواب بھی لا جواب رہا۔ ۷: کی دھجیاں بھی میں نے اڑا دیں۔ ۸: اجماع کا ثبوت آپ کے مقتدا مفتی دیوبند کی کتاب سے دے چکا۔ ۹: کار د بھی میں نے کر دیا۔ الحمد للہ۔ ۱۰: میں میرا ایک اعتراض آپ نے تسلیم کر لیا۔ ۱۱: کا دندان شکن جواب دیا جا چکا۔ ۱۲: کا جواب ختم النبوت فی الآثار ص ۶۰ سے دیا گیا۔ ۱۳: کار د قاہر بھی کر دیا گیا۔ ۱۴: کا مسکت جواب ہو چکا فتاویٰ اکھر میں پر ایک لفظ بولنے کی آپ کو ہمت نہ ہوئی۔ ۱۵: کا جواب یہ ہے کہ اللفظ الواحد میں استخراق نہیں چونکہ ضروریات دین میں سے ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے کچھلے نبی ہیں تو یہ لفظ مبارک اس مضمون سے مستثنیٰ رہے گا۔ ۱۶: کا جواب میرے اعتراضات میں ہو چکا۔ ۱۷: کا جواب بھی ہو چکا کہ ”بلکہ“ اضراب کے لئے ہے۔ ۱۸: کا جواب ہو چکا میں نے آپ کے گھر سے اجماع ثابت کر دیا۔ ۱۹: ثانوی شریف سے اپنا مدعا باطل ثابت

کونے سے اپنی عاجزی محسوس کر کے حکمت پر مثال دیا۔ ۱۲۰۔ آپ کی مثال میں نے باطل کردی آپ البطل کا جواب نہ دے سکے۔ ۱۲۱۔ نبوت کی بالذات وبالواسطہ کی طرف تقسیم معنی دینا نہ ختم النبوت فی الاما پر باطل کہہ چکے۔ ۱۲۲۔ کا جواب میں لکھ چکا ہو سکے تو جواب دیجئے۔ ۱۲۳۔ کا جواب میں لکھ چکا اس کا رد کرنا آپ کی طاقت سے باہر ہے۔ سیفِ یمانی کا رد کتاب رد سیفِ یمانی موجود ہے۔

اس کے بعد آپ نے جو کچھ اپنے مدعا کی توضیح میں لکھا اس سب کا رد قاہر میرے سوالات میں موجود ہے ہو سکے تو جواب دیجئے۔ حدیث شریف میں ہرگز خاتم النبیین کے معنی بنی بالذات نہیں بتائے۔

فقیر البقیع عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری ضوی مجددی لکھنوی غفرلہ

الامداد کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کا رد میں اپنے سوالات میں کر چکا۔



مولوی حشمت علی صاحب نے یہ بیان تحریری حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے پاس بھیج دیا اور اس کے بعد مندرجہ

ذیل تقریر کی۔ (از مرتب غفرلہ)

حضرات گرامی ! میں نے اپنے پہلے بیان میں مولوی منظور صاحب پر پچاس سوالات کا ہرہ نازل کئے تھے۔ مولوی صاحب نے ان میں سے صرف ۲۲ - ۲۳ نمبروں کا جواب دیا ہے اور وہ جواب بھی ایسا ہے جس کا جواب البجواب بھی میں اپنے اسی بیان میں لکھ چکا ہوں۔ اور باقی نمبروں کو مولوی صاحب نے چھوڑا تک نہیں، اور محتانوی صاحب کے کفر کے متعلق تو آپ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکے نہ لکھ سکے اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ میں نے ان کا کفر سارے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کے فتوے سے ثابت کیا ہے۔ میں پھر اس چیز کو تفصیل کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت بھولے نہ ہوں گے میں نے بتلایا تھا کہ محتانوی صاحب کے ایک مرید نے خواب میں ان کا کلمہ پڑھا اور پھر بیداری کی حالت میں محتانوی صاحب پر درود پڑھی جس میں محتانوی صاحب کو نبی و رسول کہا، اس نے یہ واقعہ محتانوی صاحب کو لکھ کر بھیجا انہوں نے اس خالص کفر و فتنہ کو تسلی بخش بتایا جس کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے کیوں کہ رضا بالکفر بھی کفر ہے۔

مولوی منظور صاحب نے اپنی کسی پہلی تقریر میں اس کے جواب میں کہا تھا کہ اس شخص نے کلمہ شریف چورنگہ بجا لیت

نواب پڑھا تھا۔ اس لئے اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ نواب میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں لیکن میرا اعتراض خواب والی غلطی پر نہیں ہے بلکہ حالت بیداری میں اس نے تھاغوی صاحب کو بتایا کہ کران پر درود پڑھی اور دن بھر پڑھتا رہا۔ اس پر میرا اعتراض ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ سے وہ ضرور کافر ہو گیا۔ مولوی منظور صاحب نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ وہ شخص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہتا تھا مگر بلا قصد اور بے اختیاری کے طور پر اس کی زبان سے حضور کے اسم گرامی کی بجائے مولوی اشرف علی صاحب کا نام نکل گیا تو چونکہ یہ غلطی اس سے بے اختیاری طور پر ہو گئی اس لئے وہ کافر نہیں ہوا۔

اس کے جواب میں میں نے سارے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کا فتوے پیش کیا جس میں انہوں نے شفا شریف کے حوالہ سے صاف لکھا ہے کہ کفر کہنے میں زبان کی بے اختیاری کا عذر مسموع نہیں بلکہ وہ شخص کافر ٹھہرایا جائے گا۔ اور بلا تامل قتل کیا جائے گا۔ اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے میں شفا شریف کی وہ عبارت پھر فتاویٰ رشیدیہ سے پڑھ کر سناتا ہوں۔

د اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے کتاب الشفاء کی وہ عبارت فتاویٰ رشیدیہ سے پڑھ کر سنائی جو ان کے پہلے بیان کے ذیل میں درج ہو چکی ہے اور اس کی توضیح و تشریح میں دیر تک تقریر کی اور اس بات پر بہت زور دیا کہ اس میں کلمات کفر کے متعلق بے اختیاری کے عذر کو ناقابل قبول لکھا ہے لہذا تھاغوی صاحب کے اس مرتبہ کا یہ عذر کہ میں حضور اقدس علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا میری زبان سے بلا قصد و اختیار حضور اقدس کے اسم گرامی کی بجائے مولوی اشرف علی صاحب کا نام نکل گیا قابل پذیرائی نہیں بلکہ وہ اس کی وجہ سے ضرور کافر ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل دو چیزیں اور کہیں:-
(مرتب غفلت)

میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اگر کوئی شخص دن بھر کلمات کفر کہتا رہے اور پھر شام کو یہ عذر کر دے کہ میری زبان میرے اختیار میں نہ تھی میں تو چاہتا تھا کہ میں کفر نہ کہوں مگر میری زبان میرے بس میں نہ تھی تو کیا اس کا یہ عذر اس کو کفر سے بچائے گا آپ نے اس کے جواب میں بھی کچھ نہیں کہا۔

اچھا اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے بلکہ دن بھر طلاق دیتا رہے اور پھر کہے کہ میری زبان سے بلا اختیار طلاق کا لفظ نکل گیا ہے میرا قصد طلاق دینے کا نہ تھا تو کیا اس کی بیوی پر آپ کے نزدیک طلاق نہ

اچھا ایک سوال اور سنئے۔ فرض کیجئے کہ کوئی شخص دن بھر آپ کے مولوی تھانوی صاحب کو گالیاں بکتا رہے ان کو کتنا رہے اور شام کو یہ عذر کرے کہ میں تو آپ کی تعریف کرنا چاہتا تھا مگر بڑے غصے سے منہ سے گالیاں نکلا کیں۔ تو کیا آپ کے تھانوی صاحب اس کے عذر کو مان لیں گے۔ اور کیا آپ بھی اس کو معاف کر دیں گے؟ سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کبھی بھی اس کو معاف نہیں کریں گے تو کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت تھانوی صاحب سے بھی کم نہ ہوگی؟ مولوی صاحب! میری ان تمام باتوں کا جواب آپ کے ذمہ قرض ہے بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ میرے ان سوالات کا ہرہ کا جواب دیجئے یا کھرے توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

نوٹ از مرتب غفرلہ

مولوی حسرت علی صاحب اس تقریر میں نہایت بھنجھلائے ہوئے معلوم ہوتے تھے طرز بیان نہایت دل آزار تھا۔ نیز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زید فضلہ کے متعلق اس تقریر میں آپ نے نہایت اشتعال انگیز اور دل خراش سو قیانہ کلمات بکثرت اور بے حساب استعمال کئے جس سے اہلسنت کے مجمع میں بار بار برہمی پیدا ہوتی تھی اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے ذمہ داران امن اور زعمائے اہلسنت کو غیر معمولی جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔ ہم نے بالقصد مولوی حسرت علی صاحب کے ان دل آزار اور جگہ خراش الفاظ کو یہاں نقل نہیں کیا ہے کہ ناظرین کو ان سے سوائے تگدہ کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس گالی بازی اور اشتعال انگیزی سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح مناظرہ کی بلا ان کے سر سے اٹل جائے اور اس میں شک نہیں کہ کسی حد تک وہ اس ارادہ میں کامیاب بھی ہو گئے۔

مولوی حسرت علی صاحب کی اس تقریر کے ختم پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنا مندرجہ ذیل تحریری جوابی بیان مولوی حسرت علی صاحب کے حوالہ کیا اور اس کے بعد تقریر کا جواب تقریر میں دیا۔

مرتب غفرلہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا چھٹا جوابی بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ نے اپنی اس تحریر میں انہیں باتوں کو دہرایا ہے جن کا جواب نہایت کافی و دشانی دیا جا چکا ہے
زبانی باتوں کا جواب زبانی سننے کا۔

آپ تحذیر الناس کی بحث چھوڑ چکے احمد شہد حق واضح ہو گیا۔ ہر دیکھنے اور سننے والا دیکھتا اور سنتا
ہے، اب سارا زور آپ کا صرف خواب والے قصہ پر صرف ہو رہا ہے۔ حالانکہ اوّل اس کو تحذیر الناس
کی بحث سے تعلق نہیں، اور اگر آپ کے خیال کے مطابق کوئی تعلق بھی ہو (حالانکہ یغلط ہے) تو بھی اس پر
سارا وقت صرف کرنا اور اصل موضوع کی نسبت کچھ نہ کہنا ایسی کھلی ہوئی عاجزی ہے جس میں اشتباہ
کا کوئی گنجائش نہیں۔

اپنی اس تحریر میں آپ کا یہ لکھنا کہ حدیث میں ہرگز "خاتم النبیین" کے معنی نبی بالذات نہیں
بتائے آپ کے کمال شوکش فہمی کی بین دلیل ہے۔ جناب عالی! پوری حدیث پڑھ کر کچھ لکھا کیجئے۔ اگر
خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات نہیں ہیں تو اس حدیث کا صحیح مفہوم لکھیے۔

نیز فتح الرحمن کی عبارت پر کچھ توجہ کیجئے۔ کیا علامہ بکر العلومؒ بھی آپ کے نزدیک کافر ہیں؟ عالمگیری
وغیرہ کتب فقہ میں غلطی کی تکفیر سے جو منع کیا گیا ہے وہ آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟
محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ

مولوی حسرت علی صاحب کے تحریری بیان کے جواب میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے مندرجہ بالا
مختصر تحریری بیان پیش کرنے کے بعد ذیل کی تقریر فرمائی۔ مرتب غفرلہ۔

حاضرین کرام ! مولوی حسنت علی صاحب نے مجھے اور میرے اہواج کو مشتعل کرنے کے لئے جو سخت اور دل آزار کلمات استعمال کئے ہیں میں ان پر کوئی نوٹس لینا نہیں چاہتا اور اپنے دوستوں سے بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ بھی صبر و تحمل سے کام لیں تو قرآن پاک میں ان کے لئے بشارت عظمیٰ ہے

وَلَسَمِعَ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَالَّذِينَ أُشْرِكُوا أَدْعَى كَثِيرًا مِمَّا
تَصَبَّرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

اور بے شک تم اہل کتاب اور مشرکین سے بڑی اذیت کی باتیں
سنو گے۔ اور اگر تم نے صبر و تقویٰ سے کام لیا تو بڑے
اہم کاموں میں سے ہے (آل عمران: ۱۸۶)

اس لئے میں اپنے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ان کی گالیوں کے جواب میں یہاں سے
ان کو گالیاں نہیں دی جائیں گی نہ ان کے کسی بزرگ کو برا کہا جائے گا۔

وَقُلْ لِلَّهِ الْمُلْكُ سِرَاتِنَا

فَلَسْنَا بِشَتَا مِيدٍ لِّلْمُتَشَتِّمِ

بہر حال ان کی یہ توقع غلط ہے کہ وہ اس گالی بازی اور اشتعال انگیزی سے مناظرہ کو درہم برہم کرنے میں کامیاب ہو
سکیں گے وہ راوران کے اساتذہ بھی، مجھے بارہا آزمایا چکے ہیں کہ میں ان کی گالیوں کا کبھی تہ کی بہ تہ کی جواب نہ دے کر تا بلکہ ان کے
لئے سیار و ہدایت اور شرافت و انسانیت کی دعا کیا کرتا ہوں۔ اس لئے اب بھی صرف یہی عرض کرتا ہوں کہ

تم مشوق سے کہو مجھے میں تم کو دعا دوں

جو میرا بڑا چاہے خدا ! اس کا بھلا کر

اس ضروری گزارش کے بعد میں اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں سینے:

آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ میں نے پچاس سوال کئے تھے جن میں سے صرف ۲۲ کا جواب دیا گیا ہے
آپ کو اس بارے میں سخت غلط فہمی ہوئی میرے گزشتہ تحریری بیان میں اگرچہ صرف ۲۳ نمبر ہیں۔ لیکن ان ہی میں آپ کے
تمام ان پہلے سوالات کا جواب آگیا ہے جن کا تعلق اصل موضوع سے تھا۔ کیوں کہ اس کے بعض نمبروں میں آپ کے کئی کئی سوالات
کا جواب دے دیا گیا ہے۔ مثلاً اس کے دوسرے نمبر میں آپ کے ابتدائی تین چار نمبروں کا جواب دیا گیا ہے۔ ایسے ہی تیسرے
نمبر میں بھی آپ کے تین نمبروں کا جواب دے دیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا الجہ کے بعض نمبروں میں بھی آپ کے کئی کئی نمبروں کا جواب جمع

کر دیا گیا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تحریر میں جواب کی پوری تفصیل نہیں کی جاسکی اور نہ کی جاسکتی تھی کیوں کہ آپ نے اپنا بیان تحریری بیس گھنٹے کی فرصت میں تیار کیا تھا اور مجھے اس کے جواب کے لئے آپ نے ایک گھنٹہ کا وقت بھی نہیں دیا۔ اس لئے میں تحریر میں صرف اجمالی اشارات کر سکا لیکن پھر بھی اپنی توضیحی تقریر میں بقدر ضرورت میں نے ہر چیز کی تفصیل کر دی تھی اور آپ کی تحریر کے جن چند آخری نمبروں کا اجمالی جواب بھی تنگی وقت کی وجہ سے تحریر میں نہیں آسکا تھا ان کا جواب بھی میں تقریر میں دے چکا ہوں آپ ذرا غور کر کے بتلائیں کہ آپ کی کون سی بات جواب سے باقی ہے۔ میں انشاء اللہ آپ کو بتلا دوں گا کہ اس کا میں یہ جواب دے چکا ہوں۔ — بہر حال اصل موضوع بحث (بحث تحذیر الناس) کے متعلق آپ کی کسی بات کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں رہا۔ اور الحمد للہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کے اعلیٰ حضرت کا فتوئے کفر محض غلط اور سراسر باطل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ خواب والے قصہ کے متعلق اپنی پچھلی تقریر میں وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے میں کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ اور اس سلسلہ کے آپ کے سوالات باقی رہ گئے تھے۔ میں نے آئندہ اس پر بھی روشنی ڈالنے کا وعدہ کیا تھا۔ اچھا ہوا کہ اس بحث پر آپ جو کچھ کہہ سکتے تھے وہ سب اس مرتبہ کہہ چکے۔ اب جواب سنئے ! حاضرین کو ام بھی بغور سنیں۔ میں واقعہ کے صحیح نوعیت پہلے بہ تفصیل بتلا چکا ہوں اور اس بارے میں خود صاحب واقعہ کا بیان پیش کر چکا ہوں جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ۔

” وہ شخص سو رہا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا چاہتا ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے اس کی زبان سے مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا نام نکل جاتا ہے۔ اس کو خواب ہی میں اس سنگین غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اس کی تلافی کے لئے پھر صحیح کلمہ پڑھنا چاہا۔ مگر پھر مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ ہی کا نام نکلا۔ چند بار خواب ہی میں ایسا ہوا۔ اس کے بعد خواب ہی میں ایسا محسوس ہوا کہ اس پر ایک خاص قسم کی رقت طاری ہوئی اور نہایت زور سے اس کی ایک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر گیا۔ اور اس کو محسوس ہوا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ وہاں تک یہ سب کچھ حالت خواب ہی میں ہوا، اس کے بعد اسی حال میں وہ خواب سے بیدار ہوا لیکن بدن میں بے حسی اور نا طاقتی کا اثر بدستور تھا۔ (جیسے کہ اس قسم کے وحشت انگیز اور پریشان کن خواب کے بعد کچھ دیر تک نیم خوابی کیفیت رہا کرتی ہے) اسی حالت میں اس کو کلمہ شریف کی خواب والی غلطی کا خیال آیا تو اس نے تدارک

کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ لیکن اس میں بھی یہی غلطی ہوئی کہ حضور اقدس کے اسم گرامی کے بجائے زبان سے اشرف علی نکل گیا۔ لیکن یہ غلطی بھی اس سے بلا ارادہ اضطراری طور پر ایسی حالت میں ہوئی جب کہ اس پر بے حسی اور ناواقفیت کی کیفیت طاری تھی۔ وہ خواب کی کلمہ والی غلطی کے تدارک کے لئے حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا لیکن اس بے خودی کے عالم میں اس کی زبان جسے اضطراری طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے "اشرف علی" نکل گیا۔

کلمہ شریف میں اس سے جو غلطی بحالت خواب ہوئی اس کے متعلق میں پہلے مدلل طور پر عرض کر چکا ہوں کہ وہ شریعت میں بالکل محاف ہے۔ کیوں کہ خواب کی حالت میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے اور خواب کی کسی بات پر بھی شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ خواب میں زنا کرنے والے کو سزا نہیں دی جاتی۔ خواب میں سچری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ خواب میں طلاق دینے سے بیوی مطلقہ نہیں ہو جاتی وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال اس بارے میں جو دلائل میں نے پیش کئے تھے الحمد للہ انہوں نے آپ کو بالکل مجبور کر دیا اور آپ کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ کلمہ شریف کی غلطی پر ہم کو اعتراض نہیں ہے۔ واللہ الحمد ولہ الحجة السامیة۔

درود شریف والی دوسری غلطی جو خواب سے بیدار ہونے کے بعد اسی بے حسی اور ناواقفیت کی حالت میں اس سے بقصد غیر اختیاری طور پر ہوئی، اس کے متعلق بھی میں نے آپ کو تفصیل بتلایا تھا کہ اصطلاح فقہاء میں اس کو "خطا" کہا جاتا ہے اور اس کے ثبوت میں فتاویٰ قاضی خان کی یہ عبارت بھی میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔

« الخاطی من یجری علی لسان من غیر قصد کلمة مکان کلمة »

اور یہ بھی میں آپ کو بتلا چکا ہوں کہ اس طرح بلا قصد خطا۔ لسانی کے طور پر اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکل جائے تو وہ موجب کفر نہیں۔ اور اس کے ثبوت میں شامی، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان کی واضح تصریحات میں پیش کر چکا ہوں جن کے جواب میں آپ ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکے اور آئندہ کہہ سکتے ہیں۔ اب ایک عبارت پیش کرتا ہوں، اصول اہم فخر الاسلام کی شرح "کشف الاسرار" میں ہے۔

بالتکلم بکلمة الکفر فی حالة السكر لا یحکم بالردة کما لا یحکم بالکفر فی حالة النشہ کی حالت میں کلمہ کفر نکل جانے کی وجہ سے مرتد ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا جس طرح کہ خطا اور جنون کی حالت میں ارتداد

جو عام کتب فقہ میں صراحتہ مذکور ہیں۔

آپ نے ایک بات یہ بھی دریافت کی ہے کہ اگر کوئی شخص تم کو گالیاں دے اور پھر زبان کی بے اختیار کلامی کا عذر کرے تو کیا

اس کو تم معاف کر دو گے ؟

میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک اگر قرآن اس کے عذر کی تکذیب نہ کریں گے تو ضرور ہم اس کو معاف کر دیں گے مثلاً کوئی

شخص نیند سے اٹھایا جائے اور وہ اسی نیم خوابی کی حالت میں ہم کو گالیاں دے اور بعد میں یہ عذر کرے کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ

آپ سے میری لڑائی ہو رہی ہے اور میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور بالکل بلا قصد میری

زبان سے گالی نکل گئی اور اب میں بہت پشیمان ہوں۔ تو بے شک ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے اور اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو اللہ کے

نزدیک بھی اس کا یہ عذر ضرور قبول ہوگا۔

لیجئے اس بحث میں بھی اب آپ کی کوئی بات قابل جواب باقی نہیں رہی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اس کے بعد میں اصل موضوع (بحث تحذیر الناس) کی طرف پھر متوجہ ہوتا ہوں۔



معزز حاضرین ! کل سے اس وقت تک عبارات تحذیر الناس کے متعلق جو بحث ہوئی ہے۔ اس میں مولوی حسرت علی صاحب

بنے بے کار اور غیر متعلق باتوں میں بحث کو اکٹھا کرنے کی بہت زیادہ کوشش کی ہے اور مجھے بھی ان کی باتوں کا جواب دینا پڑا۔ اس لئے

بہت ممکن ہے کہ بعض سامعین کو اس سے الجھن پیدا ہو گئی ہو اور اصل بحث ان کے ذہن میں نہ رہا ہو۔ اس واسطے میں پھر اب

تک کی ساری بحث کا خلاصہ منعقد کر کے پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ حاضرین کرام غلط بحث میں مبتلا نہ ہوں۔

اصل بحث یہ تھی کہ "مسام الخرمین" میں مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم

صاحب رحمۃ اللہ مرقدہ پر جو کفر کا فتوے دیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ؟ — میرا دعوئے تھا کہ وہ محض غلط اور سراسر باطل ہے کیونکہ

اس کی بنیاد اس پر ہے کہ مصنف تحذیر الناس نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور یہ خالص ہتھان

اور محض افتراء ہے اور اس کے ثبوت کے لئے انہوں نے جو چند سطر کی ایک عبارت تحذیر الناس کے حوالہ سے نقل کی ہے وہ اس طرح

تحذیر الناس میں کہیں موجود نہیں ہے بلکہ وہ فاضل بریلوی کی مجددانہ تحریف کا نتیجہ ہے۔ میں اپنے پہلے بیانات میں اس چیز کو

بہ تفصیل اور کھلم کھلا نہایت واضح دلائل کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں کہ اس پوری عبارت کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کرنا اور

اس کی بنا پر اس کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا محض فریب ہے۔ فی الحقیقت وہ عبارت تحذیر الناس کے مختلف صفحات کے متفرق فقروں میں قطع و برید کر کے اور ان کو ایک خاص سبب کے ساتھ جوڑ کر بنائی گئی ہے اس طرح کہ پہلا فقرہ اس میں صفحہ ۱۴ کا لیا گیا ہے۔ دوسرا فقرہ صفحہ ۲۸ کا۔ پھر تیسرا فقرہ صفحہ ۳۰ کا۔ اور چارواں اس میں کوئی خفیہ سا بھی اشارہ نہیں کیا کہ یہ عبارت اس طرح مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو لکھ گچھے کر کے بنائی گئی ہے بلکہ جیساکہ میں نے عرض کیا کہ ان سب کو ملا کر ایک مسلسل عبارت بنادی گئی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس طور پر جو شخص سرسری نظر سے اس عبارت کو دیکھے گا وہ یہی سمجھے گا۔ کہ اس کا لکھنے والا ختم نبوت زمانی کا قائل نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان فقرات کو علیحدہ علیحدہ اپنی جگہ پر دیکھے تو اس کو اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

میں تفصیل ان فقروں کا علیحدہ علیحدہ صحیح مطلب سیاق و سباق کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ ان میں سے پہلے اور دوسرے فقروں (یعنی صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقروں) کا تعلق حضور اقدس علیہ السلام کی خاتمیت ذاتیہ ہے اور ان کا مطلب صرف یہ ہے کہ ختم ذاتی حضور کا ایسا وصف ہے کہ آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد بھی کسی نبی کا ہونا اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ بہر حال ان دونوں فقروں کا ختم زمانی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور تیسرا فقرہ جو صفحہ ۳۰ کا ہے اس کا منشا صرف یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے اس سے علوم صرف ایک قسم کی خاتمیت یعنی ختم زمانی ہی مراد لیتے ہیں اور اس سے حضور کی بالذات فضیلت نہیں نکلتی، حالانکہ مقام مدح کا مقتضایہ ہے کہ فضائل ذاتیہ ضرور بیان ہوں۔ اس چیز کو مفصل اور مدلل لکھنے کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے اپنے خاص ذوق کے مطابق آیت خاتم النبیین کی تفسیر کی ہے اور بتلایا ہے کہ اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور علیہ السلام کے لئے خاتمیت ذاتیہ بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانیہ بھی (جیسا کہ اس تمام مضمون کی تفصیل میں اپنے پہلے بیانات میں پیش کر چکا ہوں)۔

الغرض صفحہ ۳۰ والے اس فقرے میں بھی ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہے بلکہ علوم کے حصر کا انکار ہے۔ بہر حال تحذیر الناس کے یہ تینوں فقرے اگر اپنی اپنی جگہ پر سیاق و سباق کی روشنی میں دیکھے جائیں تو ان میں ختم زمانی کے انکار کے وہم کی بھی گنجائش نہیں اور مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو جس طرح لکھ گچھے کر کے ایک مسلسل عبارت بنا کر ”حسام الحرمین“ میں لکھا ہے اس سے ضرور ظاہر ہی نظر میں ختم نبوت زمانی کا انکار نکلتا ہے۔ لیکن عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ صرف موصوف ہی کی تحریف اور قلم کاری کا نتیجہ ہے جس سے مصنف تحذیر الناس مرحوم کا دامن بالکل پاک ہے۔

مولوی حسنت علی صاحب نے میری اس بحث کے جواب میں ایک بات تو یہ کہی تھی کہ ”تخذیر الناس کے قیوں فقر“
 چونکہ مستقل مسئلہ جملے ہیں اس لئے ان کی ترتیب بدل دینے سے مطلب نہیں بدلا۔ ان کی اس بات کا مفصل جواب میں دے چکا
 ہوں اور اپنی پچھلی تقریر میں میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس کا فیصلہ بہت آسانی کے ساتھ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی تعلیم یافتہ
 اور معاملہ فہم صاحب کو حکم بنا لیا جائے اور تخذیر الناس اور حسام الحرمین ان کے سامنے رکھ دی جائیں اور ان سے فیصلہ کرایا
 جائے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس طرح ترتیب بدل کر تخذیر الناس کی عبارت لکھی ہے آیا اس سے مطلب بدل گیا یا
 نہیں؟ مگر آپ اس کے لئے ابھی تک تیار نہیں ہوتے اور نہ انشاء اللہ تیار ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ خود آپ کو ضرور اپنی بہت
 دھرمی کا یقین ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ہر منصف کا فیصلہ آپ کے خلاف اور میرے موافق ہو گا۔

ایک بات آپ نے اس سلسلہ میں یہ بھی کہی تھی کہ ”فتاویٰ الحرمین“ میں ان فقرہ کو علیحدہ علیحدہ بالترتیب لکھ کر
 بھی علمائے حرمین سے فتوے کفر لیا جا چکا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ اس وقت بحث ”حسام الحرمین“ کی
 ہے۔ آپ اس کی خیانت اور غلطی تسلیم کر لیجئے اس کے بعد انشاء اللہ ”فتاویٰ الحرمین“ کے متعلق بھی ثابت کر دیا جائے گا کہ
 اس میں آپ کے اعلیٰ حضرت مجدد ملت نے اس سے بھی زیادہ شرمناک خیانت اور افتراء پر دازی سے کام لیا ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت آپ کو یہ خیال ہے کہ ”فتاویٰ الحرمین“ میں تخذیر الناس کی عبارت ٹھیک ٹھیک
 بلا کسی خیانت و تحریف کے نقل کی گئی ہیں تو آپ ”حسام الحرمین“ کی بحث کو ہمیں ختم کر کے ”فتاویٰ الحرمین“ پر مستقل طور
 پر بحث کر لیجئے انشاء اللہ ابھی آپ کو اور سارے حاضرین کو حقیقت حال معلوم ہو جانے گی مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کے لئے تیار
 نہ ہوں گے۔ کیوں کہ آپ خود جانتے ہیں کہ ”فتاویٰ الحرمین“ میں کیسی افسوسناک خیانت اور شرمناک افتراء پر دازی
 سے کام لیا گیا ہے۔

۱۔ احمد رشید مولانا کی یہ حقانی پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی اور اس کے بعد کی تقریر میں مولوی حسنت علی صاحب نے
 ”فتاویٰ الحرمین“ کا نام تک نہیں لیا اور اسی لئے اس کی تحریف و خیانت کا راز اس مناظرہ میں دکھل سکا لہذا ہم اب ناظرین کے
 سامنے اس کی حقیقت بھی کھولتے ہیں، تخذیر الناس کا مضمون ہمارے ناظرین کے ذہن نشین ہو چکا ہو گا۔ اب ذرا دیکھئے کہ فاضل طبری
 ”فتاویٰ الحرمین“ میں کیسا سفید جھوٹ بول رہے ہیں آپ اس کے صفحہ ۹۲ پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق
 (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اسی سلسلہ میں آپ نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ ان تینوں فقروں میں سے ہر فقرہ بکائے خود موجب کفر ہے اس کا بھی میں اپنی پہلی تقریروں میں پورا پورا رد کر چکا ہوں، اور تمام فقروں کا مطلب علیحدہ علیحدہ بیان کر کے ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ، لکھتے ہیں۔

صنف رسالۃ فی تجدید معنی ختم النبوة
بطل فیہا معنی کون الخاتم آخر الانبیاء وزعم
انہ من مخيلات العوام وان لیست فیہ فضیلة
للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فان التقدم والتاخر
الزمانی لیس من الفضل فی شیء فکیف یصح
المدح بہ فی قوله تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم
النبین ؑ وانما معناه ان نبینا صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نبی بالذات وسانئ الانبیاء
بالعرض وسلسلة ما بالعرض انما تنتہی
علی ما بالذات قال فعلى هذا المعنی
لا تختص خاتمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم
بالنسبة الی الانبیاء السابقین بل
ان کان فرضاً فی زمنہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نبی آخر فی موضع مالکات
خاتمیتہ بحالہما قال بل انہ ولد بعدہ
صلی اللہ علیہ وسلم نبی فرضاً لعل یخل
ذالک بالخاتمۃ المحمدیۃ اصلاً فکیف

اس (مولوی محمد قاسم نانوتوی) نے ایک رسالہ معنی ختم نبوت
کی تجدید میں تصنیف کیا جس میں خاتم کے معنی آخر الانبیاء
کو باطل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عوام کے خیالات میں سے ہے
اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی فضیلت نہیں
ہے کیوں کہ تقدم اور تاخر زمانی کا فضیلت سے کوئی تعلق نہیں
تو اللہ تعالیٰ کے قول ولکن رسول اللہ وخاتم
النبین میں اس سے آپ کی مدح کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے
اور اس کے معنی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور باقی تمام انبیاء بالعرض، اور
بالعرض کا سلسلہ ما بالذات ہی پر ختم ہوتا ہے کہا ہے کہ پس
اس معنی کی بنا پر حضور کی خاتمیت انبیاء سابقین ہی کی نسبت
نہ ہوگی بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں (صلی اللہ علیہ وسلم)
کسی کچھ کوئی اور نبی ہو تو آپ کی خاتمیت بدستور رہے گی۔
کہا ہے بلکہ اگر آپ کے بعد بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) بالفرض
کوئی نبی پیدا ہو تو اس سے خاتمیت محمدیہ میں بالکل بھی خلل
نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے زمانہ ہی میں کوئی دوسرا نبی زمین
کے کسی اور طبقہ میں مانا جائے ؟

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

سے ہر فقرہ بالکل بے غبار ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے صفحہ ۱۲ اور ۲۸ کے دونوں فقروں کے متعلق جو کچھ میں نے کہا تھا اس کا کوئی جواب ابھی تک آپ کی طرف سے نہیں ہوا ہے۔ البتہ صفحہ ۲۸ کے فقرے کے متعلق آپ نے تسلیم کر لینے کے بعد کہ اس میں صحر ہی کا انکار ہے اپنی کئی تقریروں میں اس پر زور دیا ہے کہ اس صحر کا انکار بھی کفر ہے اور اس کے ثبوت میں آپ نے صرف —

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔ اذا جوز فی عصرہ نبی

اخروی طبقۃ اخروی من الارض۔

ناظرین بالاصاف ! تحذیر الناس کی تصریحات کو پیش نظر رکھ کر غور فرمائیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”فتاویٰ الحرمین“ کی اس عبارت میں جو مضمون نقل کیا ہے کیا اس کو تحذیر الناس کا مضمون قرار دینا محض بہتان نہیں ہے ؟ ناظرین کی بصیرت کے لئے ہم چند اشارات بھی کئے دیتے ہیں۔

۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں لکھا ہے کہ ”تحذیر الناس میں خاتم کے معنی آخر الانبیاء ہونے کو باطل کیا گیا ہے“ حالانکہ تحذیر الناس میں عوام کے صحر کو باطل کیا ہے اور خاتم کے معنی کو ختم زمانی و ختم ذاتی دونوں کو حاوی بتلایا ہے جیسا کہ ناظرین کرام اسی روئداد میں مدلل طور پر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۲۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں دعویٰ کیا ہے کہ مصنف تحذیر الناس نے لکھا ہے کہ ”آخر الانبیاء ہونے میں کوئی فضیلت نہیں“ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ تحذیر الناس میں صرف یہ لکھا گیا ہے کہ ”تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسا کہ ناظرین روئداد مولانا کی سابقہ تحریروں اور تقریروں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۳۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں لکھا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک ”خاتم النبیین“ کے معنی صرف یہی ہیں کہ حضور نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء بالعرض اس کے سوا کچھ اور نہیں“ حالانکہ یہ بالکل افتراء ہے اس بارہ میں مصنف تحذیر الناس کا مسک یہ ہے کہ ”خاتم“ جنس ہے اور خاتم زمانی و مرتبی اس کی دو نوعیں ہیں اور آیت ”خاتم النبیین“ سے دونوں قسم کی خاتمت بیک وقت مراد ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۹ و ۱۰ پر یہ مضمون پورے شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے جس کا خلاصہ ناظرین روئداد کے گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

ختم النبوت فی الآثار کے حوالہ سے شفا کی ایک عبارت پیش کی ہے میں بار بار اس کا جواب دے چکا ہوں اور سیاق و سباق کے قرآن سے ثابت کر چکا ہوں کہ اس میں اس حصہ کا شائبہ بھی نہیں ہے جس کے آپ صلی علیہ وسلم نے ابھی تک میری اس بات کا کوئی رد نہیں کیا ہے۔ ہاں ایک آخری بات اس کے متعلق میں نے یہ بھی کہی تھی کہ ختم النبوت فی الآثار کے مصنف مولانا محمد شفیع صاحب اجماع اللہ حیات میں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ نے شفا کی عبارت کیا سمجھ کر نقل کی ہے، مگر آپ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اور ذمہ تیار ہو سکتے ہیں کیوں کہ اپنی ناسحق کوشی کا آپ کو خود علم ہے۔ مگر تعجب ہے آپ کی اس عبارت پر کہ اب بھی آپ ختم النبوت فی الآثار کا نام لئے چلے جاتے ہیں۔ میں نے آپ کے اس ادعا پر حصہ کو باطل کرنے کے لئے علامہ محمد جبر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ۔

” مقتضا ختم رسالت دو چیز است یکے انکہ بعد دے رسول نباشد و دیگر انکہ شرح آن عام باشد “

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ حضور کی خاتمت صرف ختم زمانی میں منحصر نہیں ہے آپ نے اس عبارت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیا علامہ محمد جبر العلوم بھی انکار بصر کی وجہ سے آپ کے نزدیک کافی ہیں؟

اسی سلسلہ میں میں نے عارف رومیؒ کے دو شعر بھی پیش کئے تھے جن میں انہوں نے حضور کی خاتمت کو قریب قریب اسی معنی پر محمول کیا ہے جس کا نام مصنف تحذیر الناس کی اصطلاح میں ختم ذاتی اور نبوت بالذات ہے آپ ابھی تک ان کا بھی کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اللہ اکبر! تحذیر الناس صفحہ ۲۷ کے مختصر مضمون میں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی صاحب نے یہ تین تحریفیں کیں اور اس کو مسخ کر کے ایسا بنادیا کہ جو شخص اب اس کو دیکھے گا ناواقفی کی وجہ سے اس کے مصنف کو ختم نبوت زمانی کا منکر سمجھے گا۔

اور پھر اسی مسخ شدہ مضمون سے بلا حوالہ صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقرہ کو جوڑ دیا جس سے اب ہر ناظر ان کا مطلب یہ سمجھے گا کہ مصنف تحذیر الناس چونکہ معاذ اللہ ختم نبوت زمانی کے بالکل منکر ہیں اس لئے ان کے نزدیک حضور اقدس کے زمانے میں اور آپ کے زمانے کے بعد بھی اور نبی آسکتے ہیں۔ حالانکہ مصنف تحذیر الناس نے تحذیر الناس ہی میں ایسے شخص کو کافر لکھا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۰۰۰۰۰ نبی ہونے کا منکر ہو اور آپ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کو جائز قرار دے۔ شاید ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ علامہ نے ربانی کو بدنام کرنے اور ان کو کافر بنانے کے لئے ہر ناجائز اور خلاف دین استعارہ کوئی کر لیا ہے۔ اللہم اعذنا من مشرورہم ۲ مرتب غفرلہ

لے ثنوی مولانا رومیؒ کے یہ دونوں شعر اور ان کی پوری تشریح روئے ہذا کے صفحہ پر گزر چکی ہے ۱۲ ص۔

جواب نہیں دے سکے۔ کیا عارفِ دومی و بھی الکابر صحر کی وجہ سے آپ کے نزدیک کافر ہیں ؟

اسی سلسلہ میں میں نے اپنے پہلے بیان میں ”جمع الفوائد“ سے یہ حدیث بھی پیش کی تھی ”انف عند الله لخاتم النبیین وان ادم لمنجد في طينته“ یعنی میں اللہ کے یہاں اس وقت خاتم النبیین ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا۔

میرا مقصد اس حدیث کے پیش کرنے سے یہ تھا کہ اس کا ظاہر اور متبادر مطلب یہی ہے کہ آدم کی تخلیق کے وقت آپ اللہ کے یہاں ”خاتم النبیین“ ہو چکے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت ختمِ زمانی کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ بل اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آپ اس وقت وصفِ نبوت کے بالذات موصوف یعنی خاتمِ ذاتی تھے تو بغیر کسی دشواری کے معنی صحیح ہو جاتے ہیں۔ اور اگر حدیث کے معنی یہ کئے جائیں کہ آپ اس وقت علمِ الہی اور تقدیرِ انزل میں ”خاتم النبیین“ ہو چکے تھے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی خصوصیت خاصہ باقی نہیں رہتی کیوں کہ علمِ الہی اور تقدیرِ انزل میں تو ساری ہی کائنات تھی۔ بہر حال حدیث کے معنی جب ہی درست ہوں گے جب یہ مانا جائے کہ آپ اس وقت بالفعل ”خاتم النبیین“ تھے اور یہ بات جب ہی راست آسکتی ہے جبکہ ”خاتم النبیین“ کے مفہوم کو ختمِ زمانی میں حصر نہ کیا جائے اور اس سے ”نبوت بالذات“ مراد لی جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس پر کچھ زیادہ غور کریں گے۔

آپ کے ادعا پر صحر کے ابطال کے لئے میں نے ایک صریح حدیث یہ پیش کی تھی ”لکل ایتة منها ظہر و بطن و لکل حد مطلع“ یعنی قرآن کی ہر آیت کے ایک ظاہر ہی معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی۔ الخ“ اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ ”خاتم النبیین“ کوئی مستقل آیت نہیں ہے بلکہ وہ آیت کا ایک جز ہے لہذا وہ اس حدیث کے تحت میں نہیں آتا۔ میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ کسی آیت کے باطنی معنی جب ہی بن سکتے ہیں جب کہ اس کی مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں، آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ نیز میں نے آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب ”الدولة المحمديّة“ سے ایک عبارت پیش کی جس میں صراحت مذکور ہے کہ ”فقہ کامل وہی ہو سکتا ہے جو قرآن پاک کے ایک ایک لفظ کو چند چند معانی پر محمول کرے“

اس کے جواب میں آپ نے ایک عجیب و غریب بات یہ فرمائی ہے کہ اس عبارت میں ”اللفظ الواحد“ میں الف لام استغراق کا نہیں ہے۔ حالانکہ غالباً وہ عبارت آپ نے اصل کتاب میں ابھی تک دیکھی بھی نہیں ہے ورنہ آپ

ایسی لغو بات نہ کہتے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس مدعا کے ثبوت کے لئے وہ عبارت نقل کی ہے وہ حبیب ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ الف لام کو استغراق کے لئے مانا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ تمام کلمات قرآنی کے متعدد محامل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال آپ کے دعوائے تحصر کے خلاف جو دلائل میں نے اب تک قائم کئے ہیں وہ کچھ اندک سبب صحیح و سالم ہیں اور ان کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ پس حصہ کا دعویٰ محض باطل اور آپ ہی جیسے حوالم کا خیال خام ہے اور یہ کہنا تو، افسوسناک جہالت اور خطرناک جسارت پر مبنی ہے کہ یہ حصہ ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی ایک معتبر دینی کتاب میں بھی یہ نہیں دکھلا سکتے کہ مفہوم خاتم النبیین کا ختم زمانی میں حصہ ضروریات دین میں سے ہے۔ معلوم نہیں آپ کو ”ضروریات دینی“ کسے معنی بھی معلوم ہیں یا نہیں۔ معزز حاضرین! یہ ہے کل سے اب تک کی ساری بحث کا خلاصہ اور یہی ہے اصل موضوع بحث۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ ان تمام باتوں کو یاد رکھیں گے اور ایمان و انصاف سے فیصلہ کریں گے۔

مولوی حسنت علی صاحب کا چھٹا بیان اور مناظرہ کا خاتمہ

۴۸۶ - میں نے تحذیر الناس کی بحث ہرگز نہیں چھوڑی، میرے ۴۳ سوالات و اساتذہ اشکاف تحذیر الناس

پر نازل ہیں، ان سوالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ اصل بحث کو چھوڑ دیا، کتنا سفید جھوٹ ہے۔

نواب والا واقعہ تو محض استطراداً بطور تائید و توضیح پیش کیا گیا، حدیث شریف ”کت عند اللہ

خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینہ“ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں کہ حضور

نبی بالذات ہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ میرے وصف کریم ختم نبوت کا ملکوت اعلیٰ میں اعلان ہو چکا تھا اور

اس وقت تک آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کا خمیر بھی تیار نہیں ہو چکا تھا۔

”فتح الرحمن“ کی عبارت لکھ کر اس کے نیچے لکھ دیجئے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے پھر ہم جواب دیں گے ابھی تک

تو آپ نے عبارت بھی نہیں پیش کی۔

عالمگیری کو آپ صحیح مانتے ہیں یا فتاویٰ رشیدیہ کو؟

فیقر الوفا عبد الرضا محمد حسنت علی خان قادری رضوی مجددی لکھنوی غفرلہ

دافع الوسواس آپ کے نزدیک بالکل حق و صحیح ہے تو صفحہ ۱۲ کو دیکھ کر یہ عبارت لکھ دیجئے کہ دفع الوسواس میں

میں جو کچھ لکھا ہے سب حق ہے پھر ہم سے جواب لیجئے۔ محمد حسنت علی خان غفرلہ

۱۔ ”فتح الرحمن“ کی عبارت حضرت مولانا محمد منظور صاحب اپنے پانچویں تحریری بیان میں نقل فرما چکے ہیں۔ تاہم

کرام نے بھی ملاحظہ فرمائی ہوگی۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب کی حواس باطنی کا یہ عالم تھا کہ حریف کی تحریر و تقریر کی بھی خبر نہ تھی۔

۲۔ ”دافع الوسواس“ صفحہ ۱۲ کی عبارت کے متعلق مولانا نعمانی صاحب کا جواب رد مذاکرے صفحہ ۳۸ پر درج ہے۔

نوٹ از مرتب غفرلہ

مولوی حسنت علی صاحب نے یہ تحریری بیان، جو مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقریر

ہی کے دھان میں لکھ لیا تھا، مولانا موصوف کے حوالہ کیا اور اس کے بعد ذیل کی عجیب و غریب تقریر کی۔

بھائیو! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب میری باتوں کے جواب سے بالکل عاجز ہیں اور جن باتوں کا جواب میں پہلے ہی دے چکا ہوں انہیں کورٹے جا رہے ہیں۔ ارے مولوی صاحب! جو کچھ آپ نے کہا ہے اس سب کے پرچے تو میں پہلے ہی ادا چکا ہوں۔ آپ پر میرے پچاس سے زیادہ مطالبات سوار ہیں، پہلے ان کو اپنے اوپر سے اتار لیے۔ اور نانوتوی اور محتانوی کے کفر پر جو براہین قاہرہ میں نے قائم کئے ہیں ان کا جواب دیجئے۔

میں اپنے پہلے ہی بیان میں ثابت کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس کے تینوں فقرے متن مستقل جملے ہیں اور ان میں تین مستقل کفر ہیں، اور وہ خواہ کسی ترتیب سے لکھے جائیں ان کے مطلب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اب کہتے ہیں نانوتوی صاحب ختم نبوت زمانی کے قائل تھے۔ یہ ان پر آپ کا افتراء ہے۔ وہ تو تحذیر الناس صفحہ ۸ پر صاف لکھ چکے ہیں کہ ”ختم نبوت زمانی یعنی حضور کا سب سے پچھلا نبی ہونا آپ کے شایان شان ہی نہیں۔“ مولوی منظور صاحب دیسے نواب بہت بھولے بھتے ہیں مگر آپ سے یہ جیتے جاگتے جھوٹ بولتے خوب لگتے ہیں۔

محتانوی صاحب اور ان کے مرید کو کفر سے بچانے کے لئے آپ نے کہا ہے کہ محتانوی صاحب کے مرید نے بیداری میں ان پر درود ایک ہی دو دفعہ پڑھا تھا۔ یہ بھی آپ کا سفید جھوٹ ہے وہ تو خود کہتا ہے کہ اس دن، دن بھر اس کی یہی حالت رہی اور وہ محتانوی صاحب پر درود کا وظیفہ جیتا رہا۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس سے بے اختیار ہی میں ہوا۔ کہیں دنیا میں آپ نے ایسی بے اختیاری دیکھی سنی ہے کہ آدمی جاگ رہا ہو، ہوش میں ہو اور وہ دن بھر ایک بات کہنی چاہے اور اس کے منہ سے نکلے بلکہ

۱۔ مولوی حسنت علی صاحب کے اس صدی فی صدی افتراء کا جواب مولانا منظور صاحب کی تفسیری تقریر کے ضمن میں روداد ہذا کے صفحہ ۵۴ پر گزر چکا ہے۔ ۲۔ منہ۔ ۳۔ یہ بھی مولوی حسنت علی صاحب کا خالص جھوٹ ہے صاحبہ القہر کا بیان اس کے الفاظ میں مولانا کے چوتھے بیان کے ذیل میں روداد ہذا کے صفحہ ۵۵ پر گزر چکا ہے اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ درود والی غلطی اس سے دن بھر ہوتی رہی بلکہ اس میں تو دوسری دفعہ کا ذکر بھی نہیں ہے۔ ۱۲۔ مرتب غفرلہ۔

اس کی بجائے دوسری بات نکل نکل جائے۔ کیا زبان اس کے منہ میں کوئی لگ چڑیا تھی جو بغیر اختیار خود بولتی جا رہی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کے دل میں پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت نہیں تھی۔ بلکہ اس کے بجائے محتانوی کی محبت و خناس بیٹھا ہوا تھا اس لئے اس کے منہ سے محتانوی ہی کا نام نکلتا تھا۔ اور محتانوی کے اسی مرید پر کیا تھوڑے سب دباؤوں کا یہی حال ہوتا ہے، دیوبند کے مدرسہ میں پڑھایا ہی یہ جانتا ہے۔ خود آپ کا یہی حال ہے کل جب ہم نے مناظرہ کے بعد حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا شروع کیا تو آپ نے شرکت نہیں کی اور اس طرح لکھتے رہے۔

اس موقع پر کتا بن سنبھالنے کی بول چال مولوی حشمت علی صاحب نے کی تھی وہ فلوٹکھینچنے کے لائق تھی اور صریح یہ ہے کہ اگر مولوی حشمت علی صاحب کے وطن لکھنؤ شریف کے نقال اس وقت دہاں ہوتے تو شاید وہ بھی اس سین کی داد دیتے مولوی حشمت علی صاحب کی اس نقالانہ حرکت پر سب ہی کو ہنسی آگئی۔ یہاں تک کہ مولانا محمد منظور صاحب بھی اپنی انتہائی اور شرہ آفاق مناسبت کے باوجود ضبط نہ کر سکے اور مسکراہٹ آہی گئی۔ اس پر مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا۔

”اے مولوی منظور؟ دانت کیا نکالتے ہو میری طرف دیکھو میں تمہارا خیم ہوں“ حاضرین اہلسنت میں سے بعض پر غیظ و خروش نوجوان مولوی حشمت علی صاحب کی اس _____ کا جواب دینا چاہتے تھے اور انہوں نے حضرت مولانا نعمانی صاحب سے بہت اصرار کے ساتھ درخواست بھی کی لیکن مولانا موصوف نے ان کو بیکر روکا اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ۔
 اُس قسم کے الفاظ سے آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں بھی مشتعل ہو کر اس کا ترکی بہ ترکی جواب دوں اور کہوں کہ میں آپ ہی کا نہیں بلکہ آپ کے استادوں کا بھی خیم ہوں، کیوں کہ میں نے آپ کے ساتھ سے بھی مناظرہ کیا ہے۔ اور پھر اس کے جواب میں آپ اور سخت لفظ بولیں پھر میں اس کا اس سے زیادہ سخت جواب دوں اور عام لوگوں میں اشتعال پیدا ہو جائے

لے یہ وہ بہتان عظیم ہے جس کا جواب انشاء اللہ مولوی حشمت علی صاحب کو مرنے کے بعد قبر میں اور حشر میں ملے گا قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عند مسئولا۔ قرآن مجید۔ مرتب
 لے کیا مولوی حشمت علی صاحب کو یہ آیت قرآنیہ پہنچتی تھی اللہ علی الصکاذبین ”یہی ہماری طرف سے اس افسرانہ بہتان کا جواب ہے۔ ۱۲۔ مرتب۔“

اور ذمہ داران اس خطرہ محسوس کر کے مناظرہ بند کر دیں۔ لیکن یقین کیجئے کہ آپ اس ایوان میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ شوق سے گالیاں دیں، سخت سے سخت لفظ بولیں مگر میں اس کے جواب میں آپ کے لئے صرف ہدایت و شرافت کی دعا کروں گا اور انشاء اللہ امن و امان قائم رہے گا اور آپ کے علی الرغم مناظرہ جاری رہے گا۔ مولوی حسرت علی صاحب نے اس کے جواب میں پھر مولانا کی شان میں ایک نہایت کریمہ لفظ استعمال کیا (پھر کو یہاں ہم نقل بھی نہیں کر سکتے) اور کہا کہ میں تو مناظرہ بند کرانا نہیں چاہتا لیکن آپ اپنی ان باتوں سے مناظرہ بند کر دانا ضرور چاہتے ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب اس کا کوئی جواب نہ دینے پائے تھے کہ جناب سب انسپکٹر صاحب پولیس نے جو دہاں انتظامی ڈیوٹی پر تھے اپنی کسی سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ۔

”اب میں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کہ جیسے الفاظ آپ استعمال کرتے ہیں اگر آپ کے مقابل (مولانا

محمد منظور صاحب) بھی ایسے ہی لفظ استعمال کریں تو ضرور ہم کو مناظرہ بند کرنا پڑے گا۔“

یہ سب انسپکٹر صاحب کا کھلا فیصلہ تھا جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ مناظرہ بند کرانے کی روش آپ کی ہے نہ مولانا محمد منظور صاحب کی۔ جس دن یہ واقعہ پیش آیا ہے وہ مناظرہ کا دوسرا دن تھا اور گیارہ بج چکے تھے۔ سب انسپکٹر صاحب کے اس فیصلہ پر کچھ کا اجلاس برخاست ہو گیا اور فریقین اپنے اپنے قیام گاہ پر چلے گئے۔

بارہ بج کے بعد ایس، ڈی، او (سٹی مجسٹریٹ صاحب) کی طرف فریقین کو بلا یا گیا۔ اہلسنت کی طرف سے مولانا

محمد منظور صاحب اور جناب انجم صاحب بدیر رسالہ ”ندیم“ گیا صدر مجلس مناظرہ مخانب اہلسنت تشریف لے گئے۔

ایس، ڈی، او صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ کے متعلق ہمارے پاس جو رپورٹ پہنچی ہے وہ خطرناک ہے اور نقص امن کا اندیشہ

ہے اس لئے ہمارا خیال ہے کہ یہ سلسلہ بند کر دیا جائے۔ مولانا محمد منظور صاحب اور جناب انجم صاحب نے مناظرہ کی ضرورت

ظاہر کرتے ہوئے حفظ امن کی طرف سے اطمینان دلایا اور فرمایا کہ ہم اس کی پوری پوری کوشش کریں گے کہ کوئی ناخوشگوار

صورت پیش نہ آئے اور عمال حکومت کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ اور ہم کو قوی امید ہے کہ ہم اس کوشش میں کامیاب ہو

جائیں گے۔ یہ گفتگو کچھ دیر تک رہی یہاں تک کہ ایس، ڈی، او صاحب کو حفظ امن کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اور

انہوں نے مناظرہ جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ حضرات دہاں سے فائز المرام واپس تشریف لے آئے اور یہ کارروائی

عام طور پر لوگوں کے علم میں بھی آگئی۔

ان حضرات کے بعد فریق ثانی کی طرف سے مولوی حسنت علی صاحب اور ان کے بعض انصار و اعموان نے ایس ڈی او صاحب سے ملاقات کی۔ تفصیل کے ساتھ ہم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان حضرات سے کیا گفتگو ہوئی۔ قیاس چاہتا ہے کہ ایس ڈی او صاحب نے جوابات مولانا محمد منظور صاحب اور انجم صاحب سے فرمائی تھی وہی ان حضرات سے بھی کہی ہوگی اور غالباً بلکہ یقیناً ان حضرات نے ایس ڈی او صاحب کو مطمئن کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ایسی باتیں کیں جس سے ان کا مناظرہ اور زیادہ بڑھ جائے اور جس کو مناظرہ سے جلن چڑائی بھاری ہو رہی تھی اس کو چاہئے بھی یہی کرنا تھا، مگر حال یقین کے ساتھ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہاں ان حضرات نے کیا کہا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد افواہ یہ سنا گیا کہ ایس ڈی او صاحب نے ان لوگوں کو مناظرہ بند کر دینے کا حکم دے دیا۔ اور ان ناخدا ترسوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈا بھی شروع کر دیا گیا کہ مولانا منظور صاحب اور انجم صاحب نے ایس ڈی او صاحب سے کہہ کر مناظرہ بند کر دیا ہے۔

چونکہ یہ خبر صرف افواہ سنی گئی تھی اور اس کی باضابطہ اطلاع مولانا محمد منظور صاحب کے پاس نہیں آئی تھی اس لئے مولانا موصوف نے ایس ڈی او صاحب کو ایک چٹھی لکھی جس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

جناب عالی ! جناب کے حکم کے بموجب جب میں اور انجم صاحب دوپہر جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو جناب نے مناظرہ کے متعلق فرمایا تھا کہ مناظرہ جاری رہے اور حفظ امن کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے یہاں آکر اس کا اعلان بھی کر دیا کہ مناظرہ بدستور جاری رہے گا مگر اب شام کے وقت یہ خبر سنی گئی کہ آنجناب نے مناظرہ بند کرنے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔ ساتھ ہی ہمارے مخالفین یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ہم لوگوں نے ہی آنجناب سے کہہ کر مناظرہ بند کر دیا ہے۔ حالانکہ ہم کو ابھی تک پورے طور پر اس کی خبر بھی نہیں۔ پس گزارش یہ ہے کہ حقیقت حال سے مطلع فرما کر ممنون فرمایا جائے تاکہ اصل بات معلوم ہو جائے اور غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ : ۲۴/۲/۳۶

مولانا کے اس مکتوب پر ایس ڈی او صاحب نے بزبان انگریزی جواب لکھا کہ۔

” پولیس کی رپورٹ کی وجہ سے مناظرہ بند کر دینا پڑا۔“

اور قاصد کی جو گفتگو زبانی ایس ڈی او صاحب سے ہوئی اس میں جناب موصوف نے فرمایا کہ پولیس کی رپورٹ خطرناک

تھی مگر چونکہ پہلے فریق (مولانا محمد منظور صاحب و انجم صاحب) نے حفظ امن کی طرف سے اطمینان دلایا اور ان کی باتوں سے مجھے

اطمینان ہو گیا تھا اس لئے میں نے اجازت دے دی تھی۔ لیکن دوسرے فریق کے لوگ جب ملے تو ان کا رویہ قابل اطمینان نہ تھا اس لئے ہم کو مناظرہ روک دینا پڑا۔

بہر حال مولوی حسرت علی صاحب کی سخت کلامی اور اس پر افسر پولیس کی رپورٹ، پھر ایس ڈی ادھما صاحب بہادر کے حکم سے اس طرح مناظرہ ناقص ختم ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے ایس ڈی ادھما صاحب کو چٹھی لکھنے کے ساتھ ایک خط مولوی حسرت علی صاحب کو بھی لکھا تھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔

از بندہ ناچیز محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ۔

گرامی خدمت جناب مولوی حسرت علی صاحب بعد ماہر اسنون۔ ایک بجے کے قریب ایس ڈی ادھما صاحب کی جانب سے آپ حضرات کی طرح میرے اور انجم صاحب کے نام بھی طلبی نامہ آیا اور ہم نے دو بجے سے پہلے ان سے ملاقات کی ان کا خیال حفظ امن کے لئے مناظرہ بند کر دینے کا تھا لیکن ہم نے ان کو یقین دلایا کہ حفظ امن کی ہم پوری پوری کوشش کریں گے تو وہ مناظرہ جاری رہنے پر راضی ہو گئے تھے اور ان کے آخری الفاظ اس بارہ میں یہ تھے کہ ”آپ لوگ حفظ امن کا خیال رکھئے اور مناظرہ جاری رکھئے، اگر پھر ہم کو امن کی طرف سے خطرہ محسوس ہوگا تو ہم مناظرہ بند کر دیں گے“ چنانچہ ہم نے وہاں سے اُترا اپنے احباب میں اعلان بھی کر دیا، لیکن اسی وقت بعض احباب سے معلوم ہوا کہ شہر میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ ایس ڈی، ادھما صاحب نے مناظرہ بند کر دیا ہے۔ صاحب موصوف سے آپ حضرات کی ملاقات میرے بعد ہوئی تھی تو کیا آپ کو اس قسم کا کوئی حکم دیا گیا ہے۔ براہ کرم بہت جلد مطلع فرمائیے کہ اس افواہ کی کیا حقیقت ہے، اس سلسلہ میں میں نے ایک چٹھی ایس ڈی ادھما صاحب کو بھی لکھی ہے ابھی وہاں سے جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ جناب بہت جلد جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ کے پروگرام پر غور کیا جاسکے اور اگر خدا نہ کر وہ یہی صورت ہے تو اس کے تدارک کی کوشش کی جائے۔ یا بصورت مجموعی مناظرہ کی نوعیت بدل دی جائے“

محمد منظور نعمانی ۳۶/۲/۲۴

مولانا مظہر کے اس مکتوب کا منشا صاف یہ تھا کہ اگر مناظرہ حکومت کی طرف سے کسی خطرہ کی وجہ سے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے تو ہم مل کر اس کا تدارک کریں یعنی اس خطرہ کی طرف سے عمال حکومت کو مطمئن کر کے اس کی پھر اجازت حاصل کریں اور

اگر وہ کسی طرح مطمئن نہ ہو سکیں تو پھر مناظرہ کی نوعیت بدل دی جائے یعنی یہ تحریر رکھا جائے جس میں کوئی خطر نہیں لیکن مولوی حسنت علی صاحب نے اس سے جلیا بے پردہ گریز کیا وہ ان کی جوابی تحریر میں ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا کے اس مکتوب گرامی کے جواب میں آپ لکھتے ہیں۔

” جناب مولوی منظور صاحب سنبھلی ہدایہ المولیٰ تعالیٰ الی الحق اجمالی و ثبتنا علی الصراط السوی سلام علیکم کا عطا القرآن العظیم۔ آپ کا خط پہنچا جواب میں گزارش ہے کہ آپ نے ایس ڈی او صاحب کو جو خط لکھا ہے اس کا جواب ہم آپ کو وصول معذہ اور آج کی کاروائی پر جو آرڈر دیا ہے اس کی نقل باضابطہ کر فقیر کے پاس بھیج دیجئے۔ ان دونوں تحریروں پر غور کر کے آپ کے اس خط کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

فقیر ابو الفتح عبید الرحمن محمد حسنت علی خاں قادری رضوی مجتبیٰ لکھنؤی

شب سہ شنبہ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ ایس ڈی او صاحب کے جواب یا آرڈر کی نقل (اور وہ بھی باضابطہ نقل) کو مولانا کے جواب سے کیا تعلق ہے؟ اور اس کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر بالفرض مولوی حسنت علی صاحب کو اس کی ضرورت بھی تھی تو ان کو وہ خود حاصل کرنی چاہتے تھے۔ مولانا کو یہ لکھنا کہ آپ حاصل کر کے بھیج دیجئے کس رشتہ کی بنا پر ہے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے معنی سوائے دفع الوقتی کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ اگلے روز بذریعہ اشتہار ان کو ایس ڈی او صاحب کے جواب کا علم بھی ہو گیا لیکن پھر بھی مولانا کے خط کے جواب میں وہ آج تک خاموش ہیں۔

یہ ہیں واقعات ”مناظرہ گیا“ کے حق و باطل اور فتح و شکست کا فیصلہ ہم ناظرین کرام پر چھوڑتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ اصل مناظرہ کی طرح اس روئداد کو بھی مسلمانوں کے لئے نفع بخش بنائے آمین بحرمۃ النبی الامین و صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین الیوم الدین۔

خاکسار محمد عبدالقدوس بہاری غفرلہ

بشارت نبویؐ

”مناظرہ گیا“ کی روئداد ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیے اسی سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مظلّمہ کے حق میں ایک بشارت نبویؐ کا ذکر نہایت ضروری ہے۔

اس مناظرہ سے چند روز پہلے جب کہ مولوی حسنت علی صاحب گیا پہنچ چکے تھے اور اپنی تقریروں میں اکابر علماء اہلسنت بالخصوص حضرت حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب (دامت برکاتہم) کے خلاف حسب عادت بہت زیادہ زہرا گل رہے تھے اور نہایت ناپاک قسم کے بہتان ان حضرات پر لگا رہے تھے، اسی دوران میں جناب محمد اشرف صاحب گیا وحی (جو خود حضرات علماء دیوبند کے مسلک پر نہیں ہیں اور جن کو پہلے سے اکابر جماعت دیوبند سے کوئی خاص عقیدت بھی نہ تھی) خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں ایک صاحب مولوی حسنت علی صاحب آئے ہوئے ہیں وہ مولوی اشرف علی صاحب کو بہت بُرا کہتے ہیں ان میں کون حق پر ہے؟

ارشاد فرمایا ”مولوی اشرف علی حق پر ہیں وہ بہت اچھے آدمی ہیں“

یہ صاحب محمد اشرف بچہ اللہ اس وقت بھی حیات میں بفضلہ تعالیٰ نہایت نیک اور خدا ترس مسلمان ہیں اور اب بھی کے اعتبار سے اکابر علماء دیوبند کے پورے پورے ہمنوا نہیں ہیں، لیکن اس خواب کے بعد سے اس جماعت حقہ کے اکابر بالخصوص حضرت حکیم الامت کے ذات اقدس سے والہانہ عقیدت اور غیر معمولی محبت رکھتے ہیں جو حضرات چاہیں ان سے تصدیق کر سکتے ہیں۔ یہ بشارت عظمیٰ فی الحقیقت دربار نبوتؐ سے گئی کے اس مناظرہ بلکہ اہل بدعت و اہلسنت کے تمام اختلافات کا روشن فیصلہ ہے۔ حق تعالیٰ ان بخت گراہوں کو ہدایت بخشے جو ایسے بزرگوں کے حق میں بدگوئی کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں ان کو یقین رکھنا چاہئے کہ ایک دن سب کو اس دنیا سے جانا اور رب ذو الجلال کے قمارچی دعوے میں بھی پیش ہونا ہے۔

قریب ہے بار و روزِ محشر جیسے گاکشتوں کا خون کیونکر ۛ جو چپ رہے کی زبان خنجر ہو پکارے گا آستین کا

والسلام آخر الکلام ناچیز محمد عبد القدوس مہاری غفرلہ

فتح بریلی کا دلکش

مرتبہ
مولانا رفیع حسین فاروقی

انجمن ارشاد المسلمین
۱۴- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

فہرست مشمولات

۵۷۷	انتقاد مناظرہ کے اسباب
۵۸۶	مناظرہ کا پہلا دن
۵۹۱	مناظرہ کا دوسرا دن
۶۱۷	مناظرہ کا تیسرا دن
۶۶۳	مناظرہ کا چوتھا دن
۶۸۹	باقی مناظرہ کا فیصلہ
۶۹۴	مناظرہ کے اثرات
۶۹۶	رضافانییت کا آخری سہارا
۶۹۹	ضمیمہ ، بریلوی روداد کا مختصر تجزیہ
۷۱۰	رضافانی تہذیب کی عریاں تصویر

العقائد مناظرہ کے اسباب

کے متعلق بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ لکھیں مناسب سمجھتے ہیں کہ بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکڑی اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ کا وہ تحریری بیان نقل کر دیں، جو انہوں نے العقائد مناظرہ کے متعلق اشتہار کی شکل میں شائع کیا تھا۔ ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔

حضرات ! میں شہر کمنہ بریلی کا باشندہ ہوں اور ایک عرصہ سے تجارتی سلسلہ سے لکھنؤ رہتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دیوبندی، بریلوی مناقشات مجھے کبھی کوئی دل چسپی نہیں ہوتی کچھ دن ہوئے کہ میں اپنے وطن بریلی آیا۔ میرے اہل محلہ سید اعجاز بنی صاحب، مولوی لیاقت حسین صاحب، ثناء اللہ صاحب، سید حبیب الرحمن صاحب، ڈاکٹر رحمت علی صاحب اور ان کے کراہ دار (جن کا نام اس وقت یاد نہیں)، ان تمام حضرات نے جو مولوی حامد رضا خان صاحب کے ماننے والے ہیں، مجھ سے کہا کہ تمہارے بڑے بھائی دہابی ہو گئے ہیں اور وہ مولوی اشرف علی صاحب کو مانتے ہیں۔ لہذا ان سے سلام و کلام وغیرہ سب چھوڑ دو۔ اور اس کے متعلق بڑے مولوی صاحب (مولانا حامد رضا خان صاحب) سے فتوے دریافت کر لو۔ چنانچہ میں نے اس کے متعلق سوال لکھا۔ اور منوالہ ذکر صاحب جو بڑے مولوی صاحب کے غالباً مرید بھی ہیں مجھ کو ہمراہ لے کر مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس پہنچے۔ مولوی صاحب نے سوال

۱۔ سوال کی عبارت یہ تھی۔ ”کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرا بڑا بھائی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو عالم مانتا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے اور بعض لوگ مولوی اشرف علی صاحب کو دہابی کہتے ہیں میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ دراصل مولوی اشرف علی صاحب دہابی ہیں یا نہیں؟ اور اگر وہ دہابی ہیں تو مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ اپنے بھائی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

دیکھا اور زبانی جواب دیا کہ -

”مولوی اشرف علی کافر ہیں۔ ان کے ماننے والے بھی کافر ہیں، ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جاوے۔“

میں نے عرض کیا کہ آپ اس کو لکھ دیجئے، میں دوسرے علماء صاحبان سے بھی جواب لکھاؤں گا۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے مدرسہ کے بڑے مدرس صاحب سے لکھاؤ۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے مجھ کو مولوی سردار احمد صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اور انہوں نے وہی جواب لکھا جو مولوی حامد رضا خاں صاحب نے زبانی فرمایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے ملوں یا نہ ملوں۔ اور دہائی کس کو کہتے ہیں؟ لے فرزند اکبر مولوی احمد رضا خاں صاحب۔
(حاشیہ صفحہ ۱۵) لے جو گزشتہ سالوں سے لائپز (فیصل آباد) میں تکفیری ہم چلا کر اپنے اسلاف کی سنت کو تازہ کر رہے ہیں (شاہ)
لے الجواب: اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس سرور دو عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس و رفیع میں صریح توہین و کھلی گستاخی کے کلمات ملعونہ بکے ہیں۔ علمائے عرب و عجم نے ایسے کلمات کہنے والے کو کافر خارج از اسلام فرمایا ہے وہ کلمات یہ ہیں۔

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیبیہ یا کمال غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات دہانم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ (حفظ الایمان)

اشرف علی تھانوی دہائی بلکہ دہائیوں کا پیشوا ہے۔ دہائی اسے کہتے ہیں کہ جو محمد بن عبد الوہاب نجدی (جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتا تھا) کا تبع ہو یعنی جو شخص رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں گستاخی کرتا ہے دہائی کا لفظ اس کے لئے مشہور ہو گیا۔ صورت مذکورہ میں اگر وہ شخص اشرف علی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

لے عجیب کی چالاک اور عیاری قابل غور ہے کہ اصل عبارت حفظ الایمان میں لفظ مد ایسا علم غیب ہے اور اس عجیب نے اس میں سے لفظ ”غیب“ کو اڑا کر صرف لفظ ”علم“ لکھا ہے۔ اور اس طرح خلق اللہ کو دھوکے میں ڈال کر گمراہ کرنا چاہا ہے اور اپنے اسلاف محرفین کی سنت مستمرہ پر عمل کیا ہے۔ فتوہ باللہ من شرور انفسہم۔ (درتب)

پھر میں نے وہ فتویٰ مولانا رفاقت حسین صاحب عمر دی کے سامنے پیش کیا انہوں نے اس کا رد لکھا اور کفر کے فتوے کو غلط، باطل ثابت کیا۔ اس کے بعد میرے انہیں محلہ داروں نے (جو مولوی صاحب رضا خان صاحب کے خاص

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی عبارت مذکورہ پر مطلع نہیں ہے تو اسے مطلع کر دیا جائے۔ اطلاع پانے کے بعد اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے قطعاً علیحدگی اختیار کی جائے۔ اس سے میل جول، سلام، کلام، کھانا، پینا سب حرام ہے۔ قال تعالیٰ وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَنْتَكُمُ النَّارُ۔ واللہ اعلم۔ فقیر محمد سرمد دار احمد غفرلہ الاحمد گوردہ پوری۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱۔ مرتب روئے داد ہذا اسحق رفاقت حسین غفرلہ اس لائق نہیں ہے کہ مفتیانِ دین میں اس کا شمار ہو اور وہ فتویٰ نویسی اس کا کام ہے۔ البتہ اپنی استعداد اور استطاعت کے مطابق حسبِ توفیق وہ حق کی حمایت اور باطل کے خلاف جہاد کا جذبہ اپنے اندر ضرور رکھتا ہے۔ چونکہ مولوی سرمد احمد صاحب نے اپنے اس فتوے کفر میں نہایت بیدردی کیساتھ حق و صداقت کا خون کیا ہے اس لئے اظہارِ اللصواب جناب محب شہید صاحب سائل کے اصرار پر ناچیز نے اس کفری فتوے کا مختصر جواب لکھ دیا۔ جس کا نام بھی بعض احباب کی خواہش پر ”بطشِ شدید بر فخری عینید“ رکھ دیا گیا۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے وہ جواب بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

حائداً وصلیاً۔ اما بعد؟ معلوم ہونا چاہئے کہ مجیب نے اس جواب میں اپنے بطشِ شدید بر فخری عینید مجدد ملت محمدت فی الدین مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا اتباع

کرتے ہوئے نہایت سخت خیانت اور شرمناک بددیانتی سے کام لیا ہے۔ خالصاً صاحب بریلوی نے بھی حفظِ الایمان کی یہی عبارت اسی طرح ناقص نقل کر کے اور اس میں تحریفات کر کے علماءِ حریمین کے سامنے پیش کی تھی اور ان حضرات کو دھوکہ دے کر اپنے فتویٰ کفر کی ان سے تصدیق کرائی تھی اور یہی وجہ ہوئی کہ جب اس عبارت کا صحیح مطلب علماءِ حریمین شریفین کے سامنے رکھا گیا تو ان حضرات نے اس کو بالکل بے غبار اور ناقابلِ اعتراض بتلایا اور صاف لکھ دیا کہ ایسا لکھنے والا صحیح العقیدہ سنی ہے۔ علماءِ حریمین کا یہ آخری فتوے ”التصدیقات“ کے نام سے اب سے تقریباً بیس سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ بہر حال بریلوی صاحب نے بھی اس عبارت کے متعلق یہ خلافِ دیانت کاروائی کی تھی اور انہیں کی اقتدا میں اس مجیب نے بھی وہی خیانت کی ہے اور عبارت کو ناقص نقل کیا ہے۔ ورنہ اگر اس کا مابقی اور مابقی پورا لکھ دیا (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

آدمی تھے) مجھ سے کہا کہ ان جھگڑوں کا ٹھیک فیصلہ مناظرہ سے ہو سکتا ہے۔ لہذا تم مولوی منظور احمد صاحب مدظلہ اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان مناظرہ کراؤ۔ دونوں جماعتوں اور دونوں عالموں کی ہر قسم کی ذمہ داری ہم لیں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جاتا تو کسی کو کوئی شبہ نہ ہوتا۔ چونکہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی توضیح علامہ اہلسنت نہایت شرح و بسط کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اور خود حضرت علامہ تھانوی مدظلہ بھی ”لبط البنان“ میں اس بہتان کا کافی شافی جواب دے چکے ہیں اس لئے اب کسی مزید تفصیل کی تو حاجت نہیں۔ ہاں مختصراً اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت تھانوی زید مجدہم اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ آپ کا مطلق نظر صرف لفظ ”عالم الغیب“ کے اطلاق کا جواز و عدم جواز ہے اور آپ صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ ”عالم الغیب“ سے یاد کرنا درست نہیں۔ اور اس دعوے کی ایک دلیل مولانا اس عبارت سے پہلے بیان فرما چکے ہیں۔ یہ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ جو گمراہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”عالم الغیب“ کہتے ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ تم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس بنا پر۔ آیا اس درجہ سے کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے نزدیک تمام غیوب غیر متناہیہ کا علم ہے یا اس درجہ سے کہ آپ کو بعض غیوب کا علم ہے پہلی بات تو بالکل ہی باطل ہے (اور مولوی احمد رضا خان صاحب بھی اس کو خالص الاعتقاد میں باطل کہتے ہیں)۔ یہی دوسری بات یعنی یہ کہ آپ کو بعض غیوب کے معلوم ہونے کی درجہ سے عالم الغیب کہا جاوے تو اس صورت میں تمہارا قاعدہ یہ بٹھرا کہ جس کو بھی بعض غیب کا علم ہو گا اس کو تم عالم الغیب کہہ دیا کرو گے، تو پھر اس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا امتیازی نشان رہے گی۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح سے ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ بات تو انسان کے علاوہ اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ پس تمہارے اس قاعدہ پر لازم آئے گا کہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہہ دو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

لے اس کا ثبوت قرآنی آیات بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے بھی رد و نامہ ذرا میں آئندہ آئیگا۔

لے جو فیصلہ کن مناظرہ کے نام سے اس مجموعہ میں شامل ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے حامد یار خان صاحب، نعل محمد صاحب اس کام کے انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے اور میں بھی تیار ہو گیا۔ اور ہم لوگوں نے ایک تحریر لکھی جس میں مولانا محمد منظور صاحب سے درخواست کی گئی کہ ہم لوگ مولوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پس اگر تم جواب دو کہ ہاں ہم تو سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے میں آپ کی کیا خاص تعریف ہوئی۔ جب کہ تمہارے نزدیک غیر انسان کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ یہ ہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کی اس عبارت کا مختصر خلاصہ، اگر تفصیل مطلوب ہو تو "لبسط البیان" اور "معرکہ اقلیم" کی چوتھی بحث ملاحظہ فرمائی جاوے۔ بہر حال حضرت مولانا کی اس عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا آپ کی شان اقدس میں گستاخی ہے، تو سخت بددیانتی اور اعلیٰ درجہ کی بیچینی ہے۔ بالخصوص جب کہ حضرت مولانا مدظلہ "لبسط البیان" میں مفقروں کے اس ناپاک افتراء سے اپنی برارت اور بیزاری کا اعلان فرما چکے ہیں۔

یہاں تک تو اس جواب پر تنقید تھی۔ اب اصل سوال کا صحیح جواب ملاحظہ ہو۔ "کہ جو شخص حضرت تھانوی کو عالم ماننا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے وہ سراسر حق پر ہے، بے شک حضرت ممدوح اس وقت کے اکابر علیہ حقانی میں سے ہیں اور آپ کی کتابوں نے ہندوستان کی سرزمین میں رشد و ہدایت کے دریا بلکہ بیرون ہند میں بھی فیوض و برکات کے چشمے بہا دیئے ہیں۔ بہت سے گمراہ لوگ صرف حضرت ممدوح کی تالیفات کا مطالعہ کر کے راہ راست پر آ گئے۔ آج کج خدا حضرت کے متوسلین میں ہزاروں سے اوپر ذکر اور شاغل ہیں جن کی زندگی ایمان و عرفان کا صحیح نمونہ ہے۔ ہم دیا نشہ کہتے ہیں اور شہادت دے سکتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والا ان نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن کو دیکھ کر اللہ اور یوم آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے جس کو اس میں شک ہو اس سے ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ وہ باطل کی آلائشوں (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

سردار احمد صاحب اور آپ کے درمیان مناظرہ کرانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟ یہ تحریر لے کر میں خود مولانا محمد منظور صاحب کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے جواب دیا کہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے اپنے باطن کو پاک کر کے ایک دفعہ حضرت ممدوح کی خدمت اقدس میں حاضر ہو، اور ہماری ان معروضات کی تصدیق کرے۔ رہا کسی شخص کا حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کو دہائی کہنا سو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں گاہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

جب کہ صدیق و فاروق اور عثمان و مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر اور منافق کہنے والے بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں تو پھر یہ کون سے تعجب کا مقام ہے کہ کسی عالم حقانی کو برا بھلا کہائے۔

ہندوستان کے عام جاہل ہر تنع سنت اور پابند شریعت کو دہائی کہتے ہیں۔ تقریب پرستوں کے نزدیک ہر وہ شخص دہائی ہے جو تقریب داری کی مشرکانہ رسوم سے منع کرے۔ اسی طرح قبر پرست ہر اس خدا پرست کو دہائی کہتے ہیں جو قبر پرستی کے خلاف بہاد کرے۔ مسجد قبر، بوسہ قبر، اور طواف قبر وغیرہ بدعات و منکرات کو منع کرے اور بعض علاقوں میں اس کو دہائی کہا جاتا ہے جو سود اور قمار بازی کے حرام ہونے کا وعظ کہے۔

پس اگر دہابیت اسی کا نام ہے تو بے شک حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہم اور ان کے خدام سخت سے سخت اور کٹر سے کٹر دہائی ہیں اور اس دہابیت پر وہ جس قدر بھی ناز کریں ٹھوڑا ہے۔

خدا گواہ اگر جہرم ماہمیں عشق است گناہ گسر و مسلمان مجرم مانجشند

اور اگر دہابیت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت یا معاذ اللہ آپ کی شان اقدس میں اہانت اور گستاخی کا نام ہے تو حضرت تھانوی اور آپ کے متوسلین اس سے اسی طرح بری اور بیزار ہیں جس طرح کہ دوسرے موجب کفر سے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن یا آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا خدا کا دشمن اور ابد الابد کے لئے جہنم کا سزاوار ہے، وہ دنیا میں واجب القتل ہے اور خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ واللہ علی ما نقول شہید۔

پس سائل کا بڑا بھائی جو حضرت مولانا تھانوی کی کتابیں دیکھتا ہے اس سے تعلقات منقطع کرنا حرام اور

مولانا کی یہ تحریر مولوی حامد رضا خان صاحب کے ان مریدین و معتقدین نے مجھ سے لے لی اور مولوی سردار احمد صاحب کے پاس لے گئے۔ انہوں نے تحریر فرمایا۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے درحقیقت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ انتہائی فرائح و صولگی تھی کہ انہوں نے مولوی حامد رضا خان صاحب کو فریقین کے لئے جلسہ مناظرہ کا انتظامی صدر تجویز کیا۔ مخالف اور حریف کے ساتھ اس کے علاوہ کوئی رعایت نہیں ہو سکتی لیکن نہ معلوم کن وجوہ سے مولوی حامد رضا خان صاحب کو مولانا سے اس قدر گریز ہے کہ وہ اس صدارت کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ پرچ ہے۔ يعاف الورد والموت الشراب (مرتب)



(حاشیہ صفحہ نمبر ۱) لے ہم حیران تھے کہ مولوی سردار احمد صاحب کے فتوے کا رد تو لکھا اس ناچیز نے اور مناظرہ کے لئے نامزد کیا گیا مولانا محمد منظور صاحب کو۔ اور غالباً ہمارے ناظرین کو بھی یہ خلیج ہو گا۔ لیکن تحقیق اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ کاروائی درحقیقت مولوی حامد رضا خان صاحب کی تھی۔ کیونکہ مولانا محمد منظور صاحب نے الفرقان میں مولوی حامد رضا خان صاحب سے ایک فیصلہ کن تحریری مناظرہ شروع کر رکھا ہے اور حسام اکرمین کی چاروں بحثوں کے متعلق مولانا موصوف اپنا دعویٰ نہایت مدلل طور پر پیش فرما چکے ہیں جس نے مولوی احمد رضا خان کی بنیاد اور افتراء پر دازی کو طشت از بام کر دیا ہے۔ اور باوجود شدید مطالبہ کے مولوی حامد رضا خان ابھی تک اس کے جواب میں خاموش ہیں۔ اب جناب مدیر الفرقان نے تین مہینہ کی آخری مہلت دی ہے بہر حال مولانا موصوف کی اس سخت گرفت سے نجات حاصل کرنے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ چال چلی تھی اور مصلحت اس میں یہ سوچی تھی کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب سے مخاطبہ گوارہ نہ فرمائیں گے کیونکہ وہ ان کے قرین نہیں ہیں اور بس ہم فردا ہی اعلان کر دیں گے کہ مولانا محمد منظور صاحب ہمارے مدرسہ کے مدرس صاحب سے مناظرہ کرنے کو آمادہ نہ ہوئے اور بھاگ گئے اور ہماری فتح ہو گئی۔ بہر حال اس مصلحت سے مولانا محمد منظور صاحب کو نامزد کر کے یہ تحریک اٹھائی گئی تھی اور درحقیقت ٹیٹھانے دل نے نوبٹ بھائی تھی۔ مگر قسمت بری تھی کہ مولانا موصوف نے محمد شبیر صاحب کے اصرار پر بلا لحاظ کفارت مولوی سردار احمد صاحب

” بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نجمہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ فقیر کے سامنے ایک تحریر پیش کی گئی جس میں مولوی منظور صاحب نے فقیر کے ساتھ مناظرہ کی تیاری کا اظہار کیا ہے۔ فقیر کو بہتر مناظرہ سے انکار نہیں۔ مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے۔ جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی کچھ تعالے ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے اور انتظامی امور سے فقیر کو کوئی تعلق نہیں۔“

فقیر سردار احمد غفرلہ الاحد

۱۴۔ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ گورداسپوری

یہ تھے اتفاق و مناظرہ کے وہ اسباب جو بانی مناظرہ نے خود اپنے قلم سے لکھے ہیں۔

(مانوڈ از اشتہار جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ مشترکہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۳۵ء)

آغاز مناظرہ سے پہلے جو امور رضا خانی حضرات کی طرف سے پیش آئے وہ بجائے خود اگرچہ کچھ کم و بیش نہیں لیکن ہم بقصد اختصار ان کو چھوڑ کر اب ناظرین کو مجلس مناظرہ کی سیر کراتے ہیں۔



(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے مناظرہ کرنا منظور فرمایا۔ اور مولوی حامد رضا خان صاحب کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْخَاطِئِينَ وَ مَكْرُوهًا وَ مَكْرًا وَاللّٰهُ نَعِيْرُ الْمَاكِرِيْنَ - ۱۳ مرتب

مناظرہ کا پہلا دن

۲۰ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم پنجشنبہ

مناظرہ کا وقت رضا خانی صاحبان نے بلا ہمارے مشورہ کے دس بجے سے مقرر کیا تھا اور مولانا محمد منظور صاحب مع اپنے احباب کے تقریباً ساڑھے نو بجے مدرسہ اشفاقہ میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) پہنچ بھی گئے تھے اور آپ نے اس کی اطلاع بھی بانی مناظرہ کو کرادی تھی۔ لیکن چونکہ منتظمین مناظرہ خط کی کسی کاروائی کے لئے تھانہ میں بلائے گئے تھے اور وہ گیارہ بجے تک دہلی سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد مولانا کو لینے کے لئے آئے اس لئے آج کے دن کی کاروائی بارہ بجے کے قریب شروع ہوئی۔ اہلسنت کی طرف سے جناب مولانا رونق علی صاحب اول مدرس مدرسہ اشفاقہ صدر منتخب ہوئے۔ اور رضا خانی صاحبان کی طرف سے مولوی حبیب الرحمن صاحب مہاری۔

اس کے بعد موضوع مناظرہ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ مناظرہ چونکہ آپ کے مرکز میں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہی فیصلہ کن مناظرہ ہو۔ اور تمام اختلافی مسائل پر اس میں بحث ہو۔ اسی لئے میں نے اپنی پہلی تحریر میں تمام نزاعی امور کا لفظ لکھا ہے اور آپ نے بھی اس کو منظور کر لیا ہے چنانچہ آپ کی تحریر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ »وہ دینی محمد منظور« جن امور میں مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی مجھہ تعالے ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے « پس میں چاہتا ہوں کہ یہ مناظرہ تمام مسائل مختلف فیہا پر ہو۔

مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ اس مناظرہ کی بنیاد میرے اس فتوے پر ہے جس میں میں نے حفظ الایمان کے مصنف مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کی ہے لہذا یہ مناظرہ محض حفظ الایمان کی عبارت پر ہوگا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب کہ آپ خود لکھ چکے ہیں کہ میں ان تمام امور میں مناظرہ کو تیار ہوں جن پر محمد منظور چاہے۔ تو پھر اب جب کہ مناظرہ کا وقت آگیا تو آپ دوسرے مباحث سے کیوں گریز کرتے ہیں۔

(وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقُلْ رَأَيْتُمُوهُ
وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ) (آل عمران ۳-۱۴۳)

اس کے بعد مولانا نے ثابت کیا کہ اگرچہ اس فتوے میں آپ نے صرف حفظ الایمان ہی کی عبارت لکھی ہے

لیکن آپ حضرات کی تکفیر صرف اسی ایک عبارت پر مبنی نہیں ہے اس لئے فقط حفظ الایمان کے فیصلہ سے تو صرف مسئلہ تکفیر کا بھی فیصلہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ دوسرے مسائل۔ لہذا اس صورت میں مناظرہ بالکل بے سود ہو گیا۔

پھر مولانا نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آج مجھے اہل بریلی پر پورے طریقہ سے اتمام حجت کرنا ہے۔ حق تعالیٰ نے صرف اپنی عنایت سے مجھے آج یہ موقع دیا ہے کہ بریلی کی وہ سادہ لوح پبلک جو حامی الکفر اور علمبرداران تکفیر کے غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے ہماری بات سننا حرام سمجھتی ہے۔ آج وہ میرا مناظرہ سننے کے لئے آئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی صحبت میں پورے طور پر صداقت کا پیغام سنا دوں۔ اور ہر اختلافی مسئلہ کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنا اور اپنے اکابر کا نقطہ نظر واضح کر دوں۔

لِيُهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيِيَ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال ۸۸-۸۹)

مجھے معلوم نہیں کہ پھر کبھی یہ موقع مجھ کو میسر ہو یا نہیں ہے

امیر جمع ہیں احباب، حال دل کہہ لے

پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

بہت دیر تک اسی پر گفتگو ہوتی رہی۔ مولوی سردار احمد صاحب چاہتے تھے کہ صرف عبارت حفظ الایمان

پر مناظرہ ہو، اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ تمام مسائل پر بحث ہو۔ بالآخر ایک بار مولوی سردار احمد

صاحب کی زبان سے نکلا کہ۔ جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ یہاں موجود ہیں ان سے دریافت کر لیا جاوے

کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ چنانچہ محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ میں تمام مسائل پر مناظرہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ کچھ

طور پر حقانیت روشن ہو جائے۔ بانی مناظرہ کے اس فیصلہ کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو کوئی چارہ نہ تھا۔

جہراً قرآن کو ماننا پڑا کہ مناظرہ تمام مختلف فیہ مسائل میں ہو گا۔

اس کے بعد مباحث کی ترتیب کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر میں اپنی طرف سے کوئی ترتیب پیش کروں تو ممکن ہے آپ کو اس سے اختلاف ہو، اس لئے مجھے یہ ہے کہ مباحث کی ترتیب وہی رہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے تکفیری فتوے ”حسامِ احرارین“ میں قائم کی ہے۔ یعنی اول عباراتِ تحذیر الناس پر گفتگو ہو۔ اس کے بعد اس جعلی فتوے پر جو حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ بعد ازاں عباراتِ براہین قاطعہ پر۔ اس کے بعد عبارتِ حفظ الایمان پر۔ یہی ترتیب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ہے امید ہے کہ اس سے آپ کو کوئی اختلاف نہ ہو گا۔ تکفیر کی ان چاروں بحثوں کے بعد دوسرے اختلافی مسائل پر بھی الایہم فالایہم کی ترتیب سے گفتگو ہوگی جو مولوی احمد رضا خان صاحب کا سلسلہ اصول ہے۔ مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو یہ ترتیب منظور نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے حفظ الایمان پر گفتگو ہوگی دوسرے مباحث کے متعلق اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں نے جو ترتیب پیش کی ہے وہ میری ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ آپ کے امامِ مذہب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ترتیب ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اس میں کوئی نقصان ہے تو بیان کیجئے لیکن بلا کسی وجہ کے صرف میری ضد میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی ترتیب کو چھوڑنا بالکل بے جا ہے۔ دوسرے یہ کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کوئی جاہل تو نہیں تھے اور آپ سے تو یقیناً زیادہ علم رکھتے تھے۔ انہوں نے جو ترتیب قائم کی آخر کچھ سوچ سمجھ کر ہی تو قائم کی ہوگی، آپ کو اس سے کیوں اختلاف ہے؟ جب کہ خود انہوں نے حفظ الایمان کی بحث کو سب سے آخر میں رکھا ہے۔ تو آپ اس کو سب سے پہلے رکھنے پر کیوں مُصر ہیں؟ ابھی تو مناظرہ شروع بھی نہیں ہوا ابھی سے آپ اپنے اعلیٰ حضرت کا دامن چھوڑنے لگے۔

بھر ہے دور تمہارا رنگِ فتی ابھی سے ہے۔

غرض مباحث کی اس ترتیب کے متعلق بھی بہت دیر تک گفتگو جاری رہی اور مولوی سردار احمد صاحب کی برابر یہی ضد رہی کہ پہلے حفظ الایمان کی عبارت پر گفتگو ہوگی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے بار بار دلائل سے سمجھایا لیکن مولوی سردار احمد صاحب زمین پر کھڑے گئے۔ اور اپنی انجیلِ ضد سے نہ ملے۔ بالآخر بعض غنطیں مناظرہ نے

مولانا محمد منظور صاحب سے عرض کیا کہ جب آپ کو تمام مباحث پر گفتگو کرنی ہے تو اس میں کیا حرج ہے کہ پہلے حفظ الایمان کے متعلق بحث ہو۔

مولانا نے فرمایا درحقیقت میرا اس میں کوئی حرج نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی گفتگو سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ دوسرے مباحث پر گفتگو کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ حفظ الایمان پر تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد وہ کسی حیلہ سے مناظرہ ختم کر دیں گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ دوسرے مباحث پر پہلے گفتگو ہو اور بعد میں حفظ الایمان پر تاکہ مناظرہ ناتمام ختم نہ ہو۔

اس کے جواب میں رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن صاحب بہاری نے کہا کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ حفظ الایمان کے بعد دوسرے مباحث پر بھی گفتگو ہوگی آپ صرف اس کو مان لیجئے کہ پہلے بحث حفظ الایمان ہو۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ اپنے مناظر صاحب سے محمد کو اس کی تحریر دلا دیجئے کہ حفظ الایمان کی بحث کے بعد دوسرے مباحث پر بھی وہ ضرور گفتگو کریں گے۔

مولوی سردار احمد صاحب نے اس موقع پر ایک عجیب و غریب شاخسانہ نکالا فرمانے لگے کہ نہیں جناب جب میں حفظ الایمان کی عبارت کا کفر ہونا ثابت کر دوں اور آپ مجمع عام میں توبہ کر لیں تو میں دوسرے مباحث پر گفتگو کروں گا اور جب تک آپ حفظ الایمان کے کفر سے توبہ نہیں کریں گے میں ہرگز اس وقت تک دوسرے مسائل پر مناظرہ نہیں

۱۔ اللہ کی عجیب شان ہے کہ مولانا کا یہ خیال حرف بحرف صحیح ہوا جیسا کہ ناظرین کو رومداد ہذا کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله - ۱۲ مرتب

۲۔ ناظرین اس احمقانہ شرط کی داد دیں اور رضا خانیوں کی معقولیت کا ماتم کریں۔ یہ ہے رضا خانیوں کے مایہ ناز مدرس موجودہ شیخ الحدیث - ناشر اور مناظر کی قابلیت۔ اس پر ان بزرگوار کو منطق دانی کا بھی دعوے ہے۔ کہ عقل بڑی یا بھینس ؟ بے شک ان منطقی صاحب کی عقل سے تو یقیناً بھینس ہی بڑی ہے۔

(مرتب)

کر دیں گا۔

مولانا منظور صاحب نے فرمایا کہ جناب مجھے تو معلوم ہے کہ آپ کسی حال میں بھی دوسرے مسائل میں گفتگو نہیں کریں گے۔ اور چونکہ آپ کا دل جانتا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت خالص اسلامی عبارت ہے اور کوئی کفر کا حامی قیامت تک اس کا کفر ثابت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے آپ یہ خود شرط لگا رہے ہیں، کہ نہ اس عبارت کا کفر ہونا ثابت ہوگا نہ توبہ کی نوبت آئے گی، نہ آپ دوسرے مباحث پر مناظرہ کو تیار ہوں گے، مثل مشہور ہے، نہ نومن تیل ہوگا نہ دوا چا تلچے گی۔

آپ کی یہ شرط بالکل ایسی ہے کہ کسی سنان دھرمی سے مسئلہ توحید و مسئلہ رسالت و تناسخ و حدوث روح و مادہ پر میرا مناظرہ طے ہوا اور حسب مباحث کی ترتیب کا سوال اٹھے تو وہ آپ کی طرح یہ مہمل شرط لگا دے کہ نہیں جناب جب میں (معاذ اللہ) توحید کو باطل ثابت کر دوں اور آپ اس سے توبہ کر کے بت پرستی کا اقرار کر لیں تو میں دوسرے مباحث پر گفتگو کر دوں گا ورنہ ہرگز نہیں۔ آپ ہی بتلائیں کہ اس سنان دھرمی کی یہ شرط قابل قبول ہوگی ؟

غرض مولوی سردار احمد صاحب کی اس لالچنی شرط پر بھی گھنٹوں گفتگو رہی اور بہت دیر کے بعد مولوی سردار احمد صاحب اپنی اس بے جا مٹ سے باز آئے اور انہوں نے دوسرے مباحث پر بھی مناظرہ کی تحریر دے دی۔ اور آج کا پورا دن صرف انہیں دو باتوں میں ختم ہو گیا جس سے حاضرین کو بہت زیادہ کوفت رہی اور ہم کو بھی اضاعتِ وقت کا بہت زیادہ ملال ہوا۔



مناظرۃ کا دوسرا دن

۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم جمعہ مبارکہ

آج عمدۃ المقرین زبدۃ الواعظین حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی بھی مراد آباد سے تشریف لے آئے اور اہلسنت کی طرف سے صدارت کے لئے آپ ہی کا انتخاب ہوا۔ مگر چونکہ آپ کی ذات سے حامیان باطل کو غیر معمولی صدمات پہنچے ہیں اور بہت سے مقامات پر آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور مؤجدانہ تقریروں نے شرک و بدعت کے مرکزوں کو ویران کر دیا ہے اور لاہور وغیرہ میں اس کا کافی تجربہ ہو چکا ہے کہ آپ کی صدارت میں رضا خانیوں کو کسی بے ضابطہ کارروائی کا موقعہ نہیں ملتا، اس لئے بہت دیر تک رضامندیوں کی طرف سے اس پر اصرار ہوا کہ مولانا ممدوح صدر نہ ہوں۔ حالانکہ یہ بات طے شدہ تھی کہ ہر فریق جس کو چاہے گا اپنا صدر منتخب کر لے گا۔ لیکن اس کے باوجود رضا خانی حضرات بالخصوص ان کے صدر صاحب بہت دیر تک اس پر اڑے رہے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب صدر نہ ہوں۔ بالآخر ان کی اس بے جا ہٹ کو رائے عامہ نے ٹھکرا دیا۔ اور مولانا کی صدارت میں مناظرہ کی کارروائی اس طرح شروع ہوئی۔

(بعد خطبہ) اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَٰهِدًا

وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّتَوَدَّعُوا

مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی اعتراضی تقریر

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّوْهُ وَتُوقِّرُوْهُ وَتَسَبَّحُوْهُ بِكُحْرَةٍ وَّاَصِيْلَةٍ ۝

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے اور حضرت انسان کو ان سب میں افضل بنایا۔ پھر ان انسانوں میں ایک گروہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا پیدا کیا، جن کا کام ہدایت کرنا ہے۔ اور اس گروہ کو سب سے زیادہ مقرب اور معزز بنایا۔ یہاں تک کہ ان کے غلاموں کا مرتبہ یہ بتایا کہ ان کے نورانی چہرے قیامت میں

چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

پھر ان انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے ایک بہتی کو سب سے زیادہ برگزیدہ بنایا، وہ ہستی ہمارے آقاؐ
نامدار سرکار ابد قرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے انہیں کی شان پاک میں یہ ایک گمراہ نازل ہوئی ہے جو
میں نے اس وقت تلاوت کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ۔ اے محبوب ہم نے تم کو شاہد اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا
ہے۔ اس کے سوا بھی بہت سی آیتیں قرآن پاک میں حضورؐ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ اکبر! خود خدا جس کا
مدح ہو بھلا اس کی عظمت اور رفعت کا کیا کتنا۔ مگر افسوس ہے کہ آج بہت سے لوگ خدا کے اس برگزیدہ محبوب کی
توہین کرتے ہیں اور پھر بھی ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب جو تمام
دیوبندیوں کے سرگرم وہ سمجھے جاتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضورؐ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے کہ
جیسا علم ان کو ہے ایسا تو کچھ پاگلوں اور جانوروں یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے۔ دیکھئے ان کی اصل عبارت
یہ ہے لکھتے ہیں۔

” پھر یہ کہ آپؐ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب
امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں
حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے
لئے بھی حاصل ہے “

دیکھئے اس عبارت میں حضورؐ کی کتنی بڑی توہین کی گئی ہے اور آپؐ کو کیسی سخت گالی دی گئی ہے کہ معاذ اللہ جیسا علم
آپؐ کو ہے ایسا جانوروں اور پاگلوں کو بھی ہے۔ توبہ توبہ!

ان کی اسی گستاخی کی وجہ سے میں نے اپنے فتوے میں ان کو کافر لکھا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ جو بھی حضورؐ کی
توہین کرے خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو وہ کافر ہے اور میں اس کے منہ پر کہہ دوں گا کہ تو کافر ہے۔ ہم کو حضورؐ
سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔

(خطیب مسنونہ کے بعد)

مولانا محمد منظور صاحب کی پہلی جوابی تقریر

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا

بِالْحَقِّ رَأَيْتَ خَيْرَ الْفَاتِحِينَ يَا مُعِينُ بِكَ نُسْتَعِينُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

حاضرین کرام ! آپ حضرات نے میرے فاضل مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کی تقریر پر آپ نے پہلے تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ فضائل بیان کئے ہیں جن سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا ، بلکہ کچھ آپ

نے بیان فرمایا ہے وہ تو آپ کے حقیقی فضائل و کمالات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اس کو آپ کی شان عالی سے وہ

نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہے۔ درحقیقت آپ ساری مخلوق حتیٰ کر کل انبیاء کے بھی سردار ہیں۔ اور

ایک حیثیت سے سب نبی آپ کے امتی ہیں۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَبَيْدَى لَوَاءِ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ

بَنِي يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لَوَائِي وَلَا فَخْرَ۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے۔

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ الْمُرْسَلِينَ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ۔

اور ایک روایت میں ہے۔

اَنَا اِمِيْرُهُمْ اِذَا وَفَدُوا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْتَبَرُوا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اِيْتَسُوا

۱۔ میں کل بنی آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر ناز نہیں، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور سارے نبی

حتیٰ کہ حضرت آدمؑ اور ان کے علاوہ سب کے سب میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ مرتبہ

۲۔ قیامت کے دن میں سارے رسولوں کا امام ہوں گا اور ان کا شیخ۔ مرتبہ

۳۔ جب سارے نبی خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے تو میں ان کا امیر و فد ہوں گا، اور جب وہ خاموش

ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا، اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا، اور حمد کا جھنڈا

اس دن میرے ہی ہاتھ میں ہوگا، اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ ۱۲ مرتبہ

ولواء الحمد يومئذ بیدی ولا فخر

اور سترک حاکم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل ؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ - میں نے تمام عالم کا چکر لگایا ہے، مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک زمین کا چپہ چپہ میں نے دیکھا ہے، آسمانوں کی بھی سیر کی ہے، لیکن میں نے کسی مخلوق کو آپ کے ہم رتبہ نہیں پایا، اور نہ خدا کے نزدیک کسی شخص کی وہ قدر و منزلت ہے جو آپ کی ہے۔ اسی حدیث کا ترجمہ کسی شاعر نے اس طرح کیا ہے :-

آفاق گم دیدہ ام مہر سرتباں ورزیدہ ام
سیارخوہاں دیدہ ام بسکین تو چیزے دیگر

بہر حال ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے آقا و مولا ارواحنا و قلوبنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے رفیعہ بلند مرتبہ میں۔ بلکہ دوسری مخلوقات کو آپ سے وہ نسبت بھی نہیں جو ستاروں کو آفتاب سے ہے بلکہ ہمارے اکابر نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ روضۂ اقدس کی وہ پاک اور خوش نصیب مٹی جو جسید اطہر سے ملی ہوئی ہے وہ بھی عرش اعظم سے افضل ہے۔ اور یہ بھی جو کچھ عرض کیا گیا ان کے مراتب رفیعہ کے اعتبار سے بہت کم ہے۔ درحقیقت ان کی شان اقدس اس سے اعلیٰ و بالا ہے کہ کما حقہ، اس کو بیان کیا جاسکے ہمارا ایمان ہے :-

لا یکن الشناک کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مخضر

پس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فضائل آپ نے بیان فرمائے وہ بلکہ اس سے بہت زیادہ ہم کو تسلیم ہیں بلکہ ہمارے نزدیک ان پر ایمان کا مدار ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آپ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضور کی توہین کرے وہ کافر ہے، یہ بھی بالکل صحیح ہے۔ بے شک جو بد نصیب حضور کی شان پاک میں گستاخی کرے، وہ ملعون ہے خارج

۱۔ مذکورہ بالا حدیث اور فارسی کے اس شعر کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے

بھی اپنی مقبول عام کتاب ”نشر الطیب“ میں نقل فرمایا ہے۔ ۱۲ مرتب

از اسلام ہے۔ دنیا میں واجب القتل اور آخرت میں ابد الابد کے لئے جہنمی ہے۔ بلکہ حضورؐ کی شان تو بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی بد نصیب حضورؐ کے غلام بطل حبشیؓ کی توہین بھی حضورؐ کی غلامی کی حیثیت سے کرتے تو وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ میرے عقیدے میں تو وہ شخص بھی مومن نہیں جو مدینہ طیبہ کی اس مجلس خاک کی توہین کرے جس کو حضورؐ کی قدم بوسی کا فخر حاصل ہوا ہے۔

ومن عادى حب الدیار لاهلہا

وللناس فیما یعشقون مذاہب

ہا حضرت مولانا تھانوی مدظلہؒ پر آپ کا یہ بہتان کہ معاذ اللہ انہوں نے حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے، مجھے آپ حضرات کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہے کہ جب کہ خود مولانا مدظلہؒ اس ناپاک خیال سے اپنی برامت اور بیزاری ظاہر فرما چکے ہیں، اور بار بار دلائل قاہرہ سے اس بہتان کا افتراء محض ہونا ثابت کیا جا چکا ہے تو کیوں کر آپ حضرات کو اس کے زبان پر لانے کی جرأت ہوتی ہے؟

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک شخص کی طرف آپ ایک عقیدہ منسوب کرتے ہیں مدعہ اس سے بیزاری اور تھاشی کرتا ہے اور اس کی عبارت میں اس ملعون عقیدہ کی بوجھ نہیں آتی، مگر پھر بھی آپ یہی کہے جاتے ہیں کہ اس کا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور باطل کوشی کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھی لیکن چونکہ آپ کو خود یقین تھا کہ اس میں حضورؐ کی توہین و تنقیص کا شائبہ بھی نہیں ہے اس لئے اس عبارت کے پڑھنے کے ساتھ ہی آپ نے اپنی طرف سے لوگوں کو یہ بھی بتلایا کہ۔

”حفظ الایمان میں حضورؐ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے کہ جیسا علم حضورؐ کو ہے ایسا تو بچوں اور

پاگلوں اور جانوروں کو یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے“

حالانکہ یہ محض آپ کا بہتان ہے۔ حفظ الایمان میں کہیں یہ موجود نہیں کہ جیسا علم حضورؐ کو ہے ایسا کسی

دوسرے کو حاصل ہے۔ یہ ”جیسا“ کا لفظ آپ نے خود اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اور یہ صرف آپ ہی کا،

قصور نہیں بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت صاحب نے بھی ”حسام الحرمین“ میں یہی حرکت کی ہے، آپ تو صرف

ان کے مقتدی ہیں۔ بہر حال یہ محض آپ کا افتراء ہے۔ (وَقَدْ خَابَ مِنْ افْتِرَائِي)۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ جناب صدر (حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب) نے اطلاع دی کہ آپ کے وقت میں صرف ڈومنت باقی ہیں لہذا حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب بیان کیا جاوے چنانچہ اپنی تقریر کا رخ مولانا نے اسی طرف پھیر دیا۔ اور فرمایا،

حفظ الایمان کی اس عبارت میں درحقیقت یہ بحث ہی نہیں ہے کہ حضور کو غیب کا کس قدر علم تھا اور آیا اس میں کوئی دوسرا آپ کے برابر ہے یا نہیں بلکہ یہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب اس میں کلام فرما رہے ہیں کہ حضور کو عالم الغیب کہا جاوے یا نہیں۔ مولانا کا مسک یہ ہے کہ جس طرح حضور کو رازق اور خالق نہیں کہا جاسکتا اسی طرح آپ کو عالم الغیب بھی نہیں کہا جاسکتا۔ اور حفظ الایمان میں مولانا نے اپنے اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم فرمائی ہیں۔ دلیل اول اس عبارت سے پہلے مذکور ہے جس پر اس وقت بحث ہو رہی ہے۔ اور یہ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ اور اس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ وہ کل غیب کی دجہ سے کہتے ہیں یا بعض غیب کی دجہ سے ؟ اگر کل کی دجہ سے کہتے ہیں تو غلط ہے۔ اس لئے کہ حضور کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ظاہر ہے۔ اور اگر بعض کی دجہ سے کہتے ہیں تو اس بعض میں حضور کی کیا تخصیص ہے، کیونکہ مطلق بعض غیب کا علم تو ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو حاصل ہو جاتا ہے۔ تو ان عالم الغیب کہنے والوں کے، اس غلط اصول پر لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ ہر حیوان کو عالم الغیب کہا جاوے، تو پھر اس عالم الغیب کہنے میں حضور کی کوئی مدح نہ ہوئی۔ خود کیا جاوے کیا اس میں حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلایا گیا ہے ؟ یا اس برابری سے بچایا گیا ہے جو ان عالم الغیب کہنے والوں کے اصول پر لازم آتی ہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب پہلے ہی سے آنکھوں پر کفر کی عینک لگا کر کسی کلام کو دیکھا جاوے گا تو لامحالہ اس میں کفر ہی نظر آئے گا۔

ہنس بچشم عداوت بزرگ تر عیب است

میرا وقت ختم ہو گیا۔ اس لئے تقریر کو نامہ تمام ختم کرتا ہوں ابھی اس کے متعلق مجھے کچھ اور عرض کرنا ہے۔ جو

انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ تقریر میں عرض کر دوں گا۔



مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے ایک لبا سا عظم

کہہ دیا اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے حفظ الایمان

کی وہ عبارت بعینہ پڑھ کر سنا تھی جس میں حضورؐ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ اور حضورؐ کے علم اور اس کو جانوروں اور

پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے، میں بھی کہتا ہوں کہ

بے شک اس میں ”جیسا“ کا لفظ مذکور نہیں ہے لیکن مخدوف ہے اور حرف تشبیہ کثرت سے مخدوف ہوتا ہے جیسے

محاورہ میں کہتے ہیں کہ ”زیر شیر ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زیر شیر جیسا ہے۔ تو دیکھئے یہاں جیسا کا لفظ

مخدوف ہے۔ ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت میں بھی لفظ ”جیسا“ مخدوف ہے۔ اس کے بعد میں حفظ الایمان کی اس

عبارت کی ایک مثال پیش کرتا ہوں اس کو ذرا ٹھنڈے دل سے سنئے اور جواب دیجئے۔

اگر میں یوں کہوں کہ مولوی اشرف علی صاحب کو جو لوگ عالم کہتے ہیں تو کیوں آیا کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ

سے۔ کل علوم تو ان کو یقیناً حاصل نہیں، اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کب

تخصیص ہے۔ ایسا علم تو گدھے کو بھی ہے، کتے کو بھی ہے، سور کو بھی ہے۔

کہئے اس سے آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ یقیناً ناراض ہوں گے کہ ہمارے مولانا کو

ایسا دلیا کہہ دیا۔ تو جب اس عبارت سے آپ کے مولوی اشرف علی صاحب کی توہین ہوتی ہے حالانکہ اس میں جیسا کا لفظ

نہیں ہے، تو حفظ الایمان کی عبارت سے حضورؐ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیوں نہ ہوگی؟ اس میں بھی تو یہی

کہا گیا ہے۔ مولوی صاحب یہاں وعظ کہنے سے کام نہیں چل سکتا۔ آپ کو میری بات کا جواب دینا ہوگا۔ میں بغیر جواب

کے آپ کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ جدھر کو آپ جائیں گے میں آپ کو ادھر سے ہٹا کر اپنے سامنے لاؤں گا۔

میرے لائق اور مہذب مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کو شکایت

مولانا محمد منظور صاحب

ہے کہ میں وعظ کہتا ہوں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی

لے ناظرین کرام! یہ ہے رضا خانی مولویوں کا طرز کلام اور طریقہ گفتگو جس سے لکھنؤ کے پیچھے بھی شرمائیں۔ یہ

اس باب تہذیب کی ابتداء ہے ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ۱۲ مرتب۔

تقریر کے آغاز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کے متعلق کچھ بیان کیا تھا اس نے مجھے بھی کچھ اس سلسلہ میں
عرض کرنا پڑا۔ اگر یہ آپ کو ناگوار ہے تو میرے پاس اس کا کیا علاج ہے ؟
افسوس عشق نبوی کا دعویٰ تو اس قدر بلند اور دل کی یہ حالت کہ ان کے فضائل و کمالات کا سنا بھی گراں گزرتا
ہے۔ بجز اللہ اپنا حال تو یہ ہے ۔

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں

ہماری نیند ہے محو خیال یار ہو جانا

اس کے بعد میں اصل مبحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنی پہلی تقریر میں عرض کیا تھا کہ مولانا تھانویؒ کی عبارت میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے۔ اور مولوی سردار احمد صاحب بار بار ”جیسا“ کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا
رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے اس کو تسلیم کر لیا۔ کہ واقعی اس میں لفظ ”جیسا“ نہیں ہے لیکن
اسی کے ساتھ آپ نے یہ بات نہایت پر لطف فرمائی ہے۔ کہ ”جیسا“ کا لفظ یہاں سے محذوف ہے۔ اللہ رے شوق
تکفیر کہ اگر الفاظ موجودہ سے کفر ثابت نہ ہو تو ایک مسلمان کو کافر بنانے کے لئے لفظ ”جیسا“ محذوف مان لو کیوں ؟ اس لئے
کہ کافر تو کسی دسی طرح اس کو ضرور ہی بنانا ہے۔ لیکن کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اس لفظ کے محذوف اور مقدر ہونے
کی کیا دلیل ہے ؟ کیوں کہ مولوی سردار احمد صاحب فرما رہے ہیں۔

جناب مولانا ! اگر اسی طرح من مانے الفاظ محذوف اور مقدر مان کر کفر ثابت کیا جائے گا تو پھر تو اسلام اور
مسلمانوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ مثلاً کوئی مسلمان کہے گا کہ اللہ ایک ہے ، آپ فرمائیں گے کہ تو کافر ہو گیا۔ کیوں کہ تیرا مطلب
یہ ہے کہ اللہ ایک نہیں ہے۔ اور ”نہیں“ کا لفظ اگرچہ تو نے بولا نہیں مگر تیرے کلام میں محذوف ہے۔ انا للہ وانا
الیہ راجعون۔

بہر حال یہ لفظ ”جیسا“ کے محذوف ہونے کی آپ نے ایک ہی کمی۔ لیکن آپ کی اس بات سے اتنا تو معلوم ہو گیا
کہ حفظ الایمان کی موجودہ عبارت آپ کے نزدیک بھی موجب کفر نہیں ہے۔ مان اگر اس میں ایک ”جیسا“ کا لفظ
اور مان لیا جاوے تو کفر ہوگا۔ پس حفظ الایمان کی موجودہ عبارت کا غیر موجب کفر ہونا تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا۔ اور
یہی میرا مقصد تھا۔ فلتہ الحمد۔

اس کے بعد میں اپنے وعدے کے مطابق حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح کرتا ہوں۔ یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں یہ بحث نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے تھے۔ اور کوئی دوسرا ان میں آپ کا شریک ہے یا نہیں۔ بلکہ مولانا تھانوی مدظلہ کا مدعا یہاں صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کتنا درست نہیں۔ اسی پر مولانا نے یہ دلیل قائم کی ہے اور حاصل اس کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور کو عالم الغیب کہتا ہے، وہ یا تو اس درجے سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور کو غیب کی بعض باتوں کا علم ہے۔ یا اس وجہ سے کہ آپ کو غیب کی کل باتیں معلوم ہیں۔ یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور پہلی شق۔ یعنی بعض علم غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا اس لئے باطل ہے کہ اس صفت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ غیب کی کوئی نہ کوئی بات تو سب ہی کو معلوم ہو جاتی ہے۔ پس اس شق میں چونکہ سب انسانوں حتیٰ کہ حیوانوں کو بھی عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے۔ اور یہ عقلاً نقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہذا یہ شق یعنی زید کا بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا بھی باطل ہوگی۔ یہ ہے مولانا کی اس عبارت کا خلاصہ۔

اب میں خود حفظ الایمان کے الفاظ آپ کے سامنے مختصر شرح کے ساتھ پیش کرتا ہوں بغور سنئے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کے ذات قدسی صفات پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جس کی وجہ سے وہ عالم الغیب کہتا ہے مراد) بعض غیب ہے یا کل غیب۔ یہاں حضرت مولانا مدظلہ اس عالم الغیب کہنے والے شخص سے یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار سے۔ آیا اس لحاظ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی اگر تم حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہتے ہو) تو اس میں (یعنی اس مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا (بعض) علم غیب (کہ جو عالم الغیب کہنے کے لئے تمہارے اس اصول پر کافی ہو یعنی کچھ نہ کچھ غیب کا علم) تو زید دعوہ دیکھ رہی

و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ (تمہارے اس غلط اصول کی بناء پر) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی عبارت، اور یہ ہے اس کا صحیح مطلب جو میں نے عرض کیا۔ افسوس ہے کہ آپ، حفظ الایمان کی عبارت پڑھتے ہیں لیکن اس کا وہ آخری فقرہ چھوڑ جاتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے زید و عمرو وغیرہ کے لئے صرف غیب کی کچھ نہ کچھ باتوں کا علم یعنی مطلق بعض علم غیب تسلیم کیا ہے۔ نہ کہ وہ علم جو واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

اس کے بعد میں آپ کی مثال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق جو مثال پیش کی تھی اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ عرف میں مولانا اشرف علی صاحب کو عالم کہا جاتا ہے اور ہر عالم دین کو شرعاً عالم کہنا جائز ہے، بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق خدا کے سوا کسی اور پر درست نہیں۔ لہذا حفظ الایمان کی عبارت کی صحیح مثال وہ بن سکتی ہے جس میں کسی مخلوق پر ایسے لفظ کے اطلاق کے متعلق کلام کیا جاوے جو عرف شرع میں خدا کے سوا کسی اور کے لئے نہ بولا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کی صحیح مثال ”رازق“ کا لفظ ہے۔ فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا فیاض ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور وہ ہر روز ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہنے لگے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص کہے کہ تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس اعتبار سے؟ آیا اس لحاظ سے کہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ بعض آدمیوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پہلی شق تو یقیناً باطل ہے۔ اب یہی دوسری شق یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جاوے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے، تو اس میں اس بادشاہ کی کیا تخصیص ہے؟

مے مولوی سردار احمد صاحب نے کل مناظرہ میں حفظ الایمان کی عبارت غالباً سو دفعہ سے کم نہ پڑھی ہوگی۔ کیونکہ وہ ایک ایک تقریر میں کئی کئی دفعہ اس کو پڑھتے تھے۔ جس کی شہادت بریلی کی عام پبلک سے لی جاسکتی ہے۔ لیکن ہر دفعہ آپ نے یہ عبارت ناقص ہی پڑھی اور کبھی بھول کر بھی یہ آخری فقرہ نہیں پڑھا۔ جس سے ان کے بہتان کی سب قلعی کھل جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب